

جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ

تذکرہ

# ہندو شعرائے بہار

جنس میں

صوبہ بہار کے متقدمین، متوسطین اور متاخرین یعنی دورِ حاضر تک  
کے فارسی اور ریختہ گو ہندو شعراء کے تذکرے اور کلامِ بڑی جستجو  
سے فراہم کر کے مستند تذکروں کے ضروری حوالوں کیساتھ جمع کئے گئے ہیں

مترجمہ

فصیح الدین لمحنی

ناشر

نیشنل بک سینٹر - ڈالٹن گنج - پٹنہ

قیمت

چالانے ۲۵ روپے

راول



# احوال ضروری

سطور ذیل میں بجز احوال ضروری کچھ بھی نہیں۔ اسلئے کہ نہ تو یہ اس کتاب کا مقدمہ ہے اور نہ صاحب کتاب کا تعارف۔ مقدمہ تو مرحوم مؤلف نے تالیف کتاب کے بعد ہی سپرد قلم فرمایا تھا جو اس کتاب کی اہمیت کا ضابطہ دار ہے۔ رہی بات تعارف کا۔ تو یہ ظاہر ہے کہ تعارف اسی اہل قلم کا ہونا ہے جو اس مخصوص فنکار سے بلند پایہ نہ ہوتے ہم پلہ ضرور رہیں۔ راقم الحرف اس کا اہل ہی نہیں۔ پھر بھی چند سطور اسلئے سپر تحریر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ مرحوم بستی عظیم و جاوید جس کے علمی و ادبی کارناموں کا علم و ادب مرہونِ منت ہے اس کے ذاتی حالات سے اہل ذوق و ذہن پر بے طور پر آگاہ نہیں ہو سکے ہیں۔

والد مرحوم حضرت نصیح الدین بلخی کا سن ولادت ۱۲۵۵ھ ضروری ہے اور سن وفات ۱۳۲۶ھ ع ۱۹۰۷ء ہے۔ ان کی سوانح حیات بہر صورت دلچسپیوں سے بھر پور ہے جو انہیں ایک ہم پسند سیاح ممالک بیرونی، ایک کامیاب معلم، ایک مقبول افسر، ایک وسیع النظر عالم، ایک بے باک فنکار، ایک عامل جستجو محقق، ایک صاحبِ گوشت و ناقد، ایک انصاف پسند روح اور ایک فرض شناس انسان ثابت کرتی ہے۔ ان کی زندگی کے سر پہلو پر ہر دست و گشتی ڈانے کی گنجائش نہیں۔ قدرت کو منظور ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کی سوانح حیات فارین کی خدمت میں پیش کر دوں گا جو ابھی تحریری منازل میں ہے۔ وہ بہت لمبی چوڑی دگریاں رکھنے والے فرد تو نہیں تھے لیکن ان کے سپرد کم و بیش سیشہ کام ایسے ہی اسے جن کے لئے عموماً لمبی چوڑی دگریوں کے افراد کا انتخاب ہوتا ہے۔ مثلاً ۱۹۰۷ء میں اپنے والد محترم ڈاکٹر غیاث الدین بلخی مرحوم کی اپنا تکوت کے سبب اپنا تعلیمی سلسلہ کچھ دنوں تک جاری رکھنے کے بعد جو زیادہ تر تک قائم نہ رکھ سکے۔ ویسے سو گوارا حوال میں بھی کیا کم تھا کہ کسی طرح کلکتہ یونیورسٹی کے انٹرنس کا امتحان امتیازی انسان سے اس کیلئے ۱۹۰۷ء میں منتفی فاضل کا امتحان مزید امتیازی انسان سے پاس کرنے کے بعد ۱۲-۱۱-۱۹۰۷ء کے لگ بھگ یونیورسٹی اسکول کر کی میں اردو فارسی کے معلم کی حیثیت سے ان کی تقرری ہوئی اس ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد ۱۲-۱۱-۱۹۰۷ء کے لگ بھگ فورٹ ویلم کلکتہ میں معلمی کی۔ اسی اثنا میں جزیرہ فی جی کی سیر کا موقع ملا۔ چنانچہ حکومت فی جی کی عدالت عالیہ (SUPREME COURT) میں ترجمان کا عہدہ (نوعی) مبلغ ایک سو چالیس پونڈ ماہانہ تنخواہ (سنجھالہ خرابی صحت کے سبب ہاں سے بھی واپس آیا) پر چنانچہ قانون کا امتحان پاس کرنے کے بعد بارہ ماہ میں کبھی کوآپرٹو سوسائٹیٹر کبھی ٹلمنٹ



ریپارمنٹ میں کام کرتے رہے۔ پہلی جنگ عظیم میں فوجی ملازمت اختیار کی ۱۹۱۹ء میں  
سیریا، مصر، فلسطین، دمشق، بصرہ، بیت المقدس اور نہ جانے کہاں کہاں کی سفر کرتے  
کے بعد وطن واپس آئے جو یورپ میں سب ڈپٹی کا عہدہ بھی غالباً ملا۔ لیکن ۱۹۲۱ء کی  
تحریک عظیم اتحادی حکام پر طمانیہ سے متاثر ہو کر اسے بھی ٹھکرا دیا۔ کئی برسوں تک معاشی بحران میں  
مبتلا رہنے کے بعد ۱۹۲۶ء میں یاسٹ مرٹے کیلا میں ریڈیو اور قسطنطنیہ کے عہد پر فائز ہوئے  
۱۹۳۶ء میں یہاں سے اپنی خواتین کے مطابق پیش یافتہ ہو کر بیٹہ یونکر سٹی میں تاقلم  
شعبہ مخطوطات بنے جہاں سے ۱۹۴۶ء میں ٹائر کیا۔ بیٹہ یونکر سٹی کے شعبہ مخطوطات کا  
مراقبہ کی کیا دین ہے اسے دنیا اچھی طرح جانتی ہے خصوصاً طور پر اس کے موجودہ تاقلم  
ڈاکٹر خواجہ افضل اماما کے۔ پی۔ ایچ ڈی کو تھان کی اس ضمن کی خدمت کا اچھا خاصہ علم ہے۔  
مرحوم کی پہلی کتاب تاریخ مگدھہ انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی سے ۱۹۴۲ء میں شائع  
ہو کر مقبول ہوئی دوسری کتاب تذکرہ نسوان ہند ۱۹۵۹ء میں شائع ہوئی رشاد عظیم بادی  
کی شاعری سے متعلق اسکا کتابچہ انشاء و شاد بہت پہلے شائع ہو کر انکی ناقصانہ تصانیف شاد زبام کرچکا تھا۔  
مرحوم کی غیر مطبوعہ کتابیں کئی ہیں مثلاً دستور حق صوبہ بہار کے تاریخی مقالے کے کتبوں کا مجموعہ  
اثر بلجیہ، تحریک پابیم اور ہمارے مقالات فصیح، ہندو شجرائے بہار وغیرہ۔

پیش نظر کتاب تذکرہ ہندو شجرائے بہار واصل مرحوم کی غیر مطبوعہ تصنیفات و  
تالیفات کے سلسلہ طباعت کی پہلی کڑی ہے۔ میں اس کی اشاعت کے لئے ناشر کتاب کا حد درجہ  
شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کسمپرسی کے دور میں اس بزرگوار زندان سے کام لیا ہے بلکہ یہ بھی وعدہ کیا  
ہے کہ تحریک پابیم اور ہمارے مرحوم کی غیر مطبوعہ تصنیفات کے سلسلہ طباعت و اشاعت کی  
دوسری کڑی ہوگی۔ خدا کرے وہ وقت جلد آئے آمین!

میں اپنے محترم بزرگ پروفیسر عسکری اپنے بزرگ دوست جناب مہجور شمس اپنے شاگرد  
کے۔ شرما اور اپنے ہم پیشہ عزیز پروفیسر شیب رائی کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے ازراہ خلوص  
ہر ممکن صورت اس کشتہ آلام مصائب کے ساتھ ہمدردانہ رویہ بہت کر اس نیک  
کام کی تکمیل میں خلوص و محبت اور تعاون سے کام لیا۔

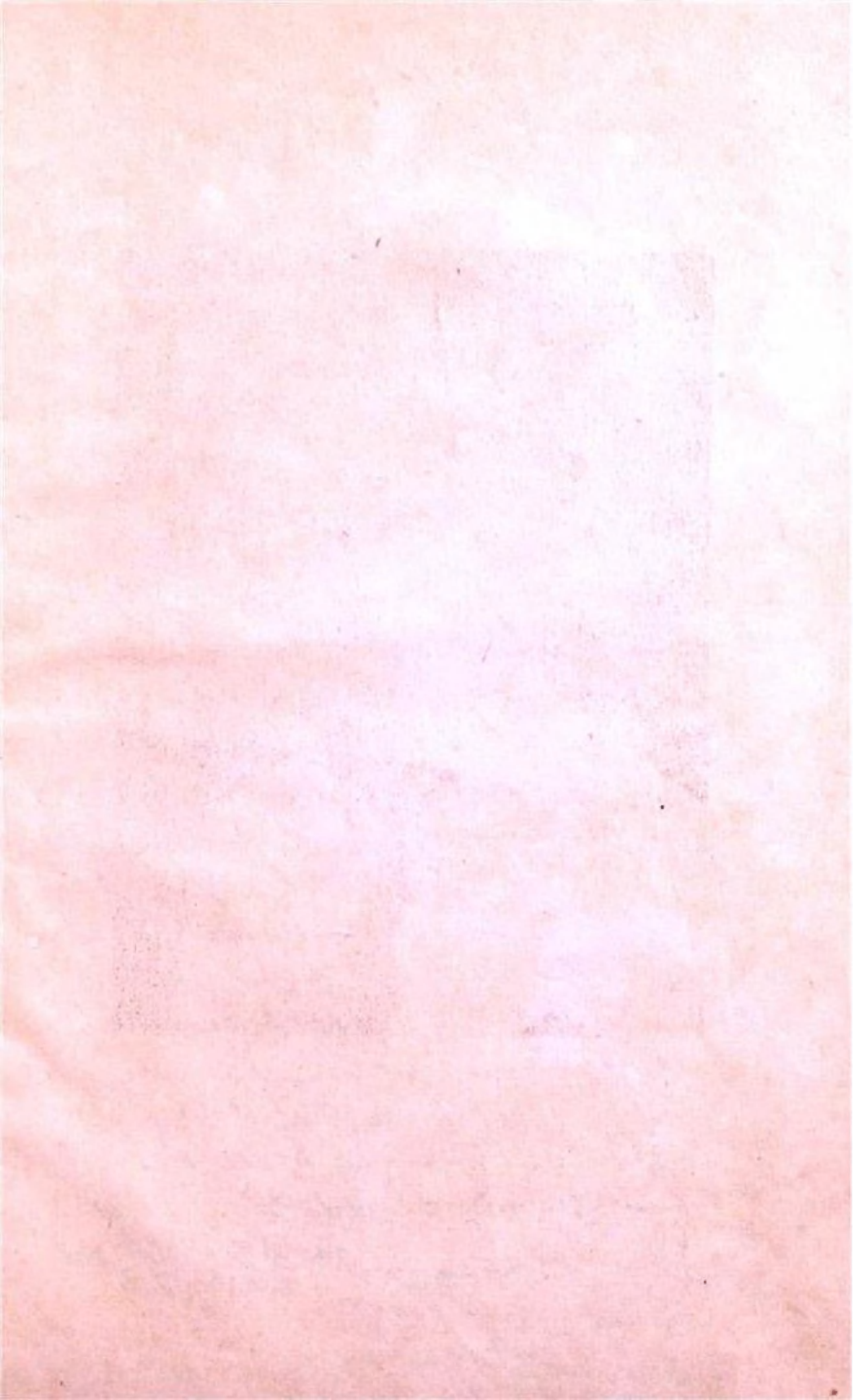
آخر میں اس موقع مقدس کو اپنے جذبات احترام کے پھول پیش کرتا ہوں جس کے کارناموں  
کی دنیا نے علم و دانش اور خصوصی طور پر اردو زبان و ادب میں منف سے۔

خاکینائے فصیح  
تادم بلخی

Acc. No. 1585

محلہ کتبہ دالین گنج (پلاٹوں)  
۱۶ اکتوبر ۱۹۶۲ء











## مقدمہ

آئینہ کیوں نہ دیں کہ تماشا کہیں جسے  
ایسا کہاں سے لائیں کہ تجھ سا کہیں جسے  
(غالب)

عمومیہ بہار کی سر زمین جس کا قدیمی نام مگدھ ہے مذہبی سیاسی علمی اور ادبی حیثیتوں سے ہندوستان کی تاریخ میں نہایت اہم اور ممتاز ہے۔ دنیا کے دو بڑے مذاہب یعنی بودھ و دھرم اور جین دھرم کا ایجاد اور نشو و نما اسی زمین میں ہوا اور راجا چندر گپت اور اشوک کے عہد میں پاٹلی پتر جو بعد میں پٹنہ اور عظیم آباد کے نام سے موسوم ہوا اسی وسیع مملکت کا دار الحکومت تھا جس کے حدود ملک ایران کی مشرقی سرحد تک پھیلے ہوئے تھے۔ چندر گپت کے زمانہ میں کوتیلیا (چانکیا) ایک بڑا مقنن اور مدبر گذرا ہے جس کو ہندوستان کا ارسطو کہا جاتا ہے اس کی مشہور تصنیف ارتھ شاستر موریہ خاندان کے راجاؤں کا دستور العمل رہی اور آج تک مورخ اس کو بڑی اہم کتاب جانتے ہیں۔ پاٹلی پتر کا ایک باشندہ پانینی جس کو دو ہزار برس سے زیادہ گزرے زبان کے اصول و قواعد منضبط کرنے کا موجب سمجھا جاتا ہے اور اس کی کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے دنیا میں پہلی کتاب سمجھی جاتی ہے۔

اس طرح اس ملک کے مشہور مہندس و منجم آریہ بھٹ نامی دانشور (تقریباً ۶۰۰ء) نے بیس برس کی عمر میں اسی پاٹلی پتر میں علم ہندوستان و نجوم پر ایک کتاب تصنیف کی جو (تک قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ پاٹلی پتر کے راجاؤں میں سمندر گپتا (۳۵۰ء تا ۳۳۵ء) فن پرگری کے علاوہ شاعری اور موسیقی میں کمال رکھتا تھا۔ اس کے سکوں میں



بن بجائے ہوئے اس کی تصویر پائی جاتی ہے اور اس نے اپنی شوکت و عظمت کا حال سنسکرت میں نظم کر کے اشوک کے سنگین پائے پر کندہ کر دیا تھا جو قلعہ الہ آباد کے اندر پایا گیا ہے۔

سنگم کے قریب قصبہ بہار سے پانچ کوس دھن فالندہ کی مشہور دانش گاہ قائم ہوئی جو ہندوستان سے چین تک علم کا مرکز تھی یہ اہل وطن کے علمی ذوق کا سب سے بڑا اور نمایاں ثبوت تسلیم کیا جاتا ہے۔ چین کے جاتریوں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت یہاں ہزاروں اہل علم موجود تھے ان میں متعدد مصنفین بھی تھے جن کی تصنیفیں اس ملک کے علاوہ تبت، چین، اور ملائیک مشہور تھیں۔ آج بھی پٹنہ میں کتب خانہ مشرقیہ راجا بخش لال بریری مخطوطات کا ایسا ذخیرہ ہے جو دنیا کے زور کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے اور اہل بہار کے علمی ذوق کا ایک بدیہی ثبوت ہے۔

اریاب علم کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ ہر ایک زبان کے ادبی مثریہ سے تمتع حاصل کریں۔ البیرونی نے ہندوستان آکر برہمنوں سے سنسکرت سیکھی اور اس ملک کے حالات اور ہندوؤں کے طرز معاشرت کی جو کیفیت لکھی ہے نہایت اہم ہے۔ تاریخوں کے مطابق سلطان سکندر لودی کے عہد (۹۵۵ھ تا ۹۷۵ھ) میں ہندوؤں نے فارسی پڑھنا شروع کیا لیکن اس وقت ان کی فارسی دانی دیوان خانوں اور دفتروں کی نوشت و خواند تک محدود تھی اس کے بعد اکبر کے عہد (۹۶۳ھ تا ۱۰۱۳ھ) میں راجا ٹو درمل نوشت و خواند میں بے تکلف فارسی استعمال کرتے تھے اور راجا مان سنگھ نے صوبہ بہار کی حکومت کے زمانہ میں حاجی پور میں ایک فرماں جاری کیا تھا جس کی نقل راجہ



کے پاس موجود ہے اس میں ایک جانب فارسی عبارت ہے اور دوسری جانب  
وہی مضمون فارسی آمیز منہدی میں ہے۔ لیکن اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اکبری کے  
عہد میں کرشن داس بہاری ایک بڑے ذی علم برہمن تھے جنہوں نے بادشاہ  
کے ایماء سے سنسکرت زبان میں فارسی لکھنے کی ایک کتاب پارسک پرکاش نامی  
لکھی جس میں انہوں نے اپنے اشلوک میں بے تکلف عربی اور فارسی کے الفاظ  
استعمال کئے ہیں یہ کتاب پٹنہ یونیورسٹی کے شعبہ مخطوطات میں موجود ہے۔

گیارہویں صدی ہجری سے فارسی کا رواج اس قدر ہو گیا تھا کہ ہندو  
شعرا مسلمانوں کے ہم پہلو ہو گئے تھے۔ چندر بھان برہمن کا دیوان اور  
اس کے مکتوبات اس بات کی کھلی دلیل ہیں۔ خاص طور پر بہار میں نند لال گویا  
اگرچہ الفت وغیرہ وغیرہ کئی نامور فارسی گو شعرا گزرے ہیں اور ان کے  
بعد راجا پیارے لال الفتی ایسے نامور شاعر تھے کہ اس دیار میں اکثر و بیشتر  
فارسی گو شعرا انہیں کے شاگرد تھے۔ بارہویں صدی ہجری میں جب فارسی کی  
جگہ اردو نے لے لی تو صوبہ بہار کے ہندوؤں نے اردو ہی میں سخن طرازی اختیار کی  
اور ہندو شعرا اور ولسا اپنے دولت کدوں میں دھوم دھام سے مشاعرے  
منعقد کرتے تھے ان میں رائے بیجا تھ پرشاد غنیمت اور کنور سنگھ راج بہادر  
رحمتی خاص طور پر یاد رکھنے کے لائق ہیں۔

پیش نظر تذکرہ میں ۱۲۵ ہندو شعرائے بہار کے حالات اور نمونہ کلام  
پیش کئے جاتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہندو شعرائے بہار کی تعداد اسی  
قدر ہے۔ افسوس ہے کہ تلاش و جستجو کے باوجود بہترے شعرا کے حالات اس  
قدر نہ مل سکے کہ اس تذکرہ میں درج کئے جاسکیں بعض پرگو اور صاحب دیواں



ہندو شعرا کے کلام دستیاب نہ ہوئے۔ غرض جس قدر حالات میں جمع ہو سکے  
 اسی پر اکتفا کی گئی ان شعرا کو تین ادوار میں تقسیم کر دینا مناسب معلوم ہوا۔  
 دورِ مستقدمین میں وہ شعرا ہیں جو تخمیناً ۱۲ھ تک سخن طرازی کرتے تھے۔  
 دورِ متوسطین میں وہ شعرا ہیں جو تقریباً ۱۲ھ سے ۱۳ھ کے درمیان  
 مشقِ سخن کرتے تھے اور دورِ متأخرین میں وہ شعرا ہیں جنہوں نے ۱۳ھ  
 سے اس تذکرہ کی ترتیب کے وقت تک یعنی ۱۳۸ھ تک شعر و سخن کا بازار  
 گرم رکھا ہے یہ ہندو شعرا اے بہار کا پہلا تذکرہ ہے اور اس سے یہ دکھانا  
 مقصود ہے کہ صوبہ بہار میں فارسی اور اردو زبان و شاعری کے رواج و  
 ترقی میں ہندوؤں نے کس کشتادہ دلی سے حصہ لیا ہے اور اب تک لے رہے ہیں۔

محو کیا نقشِ محبت ہو کہ اربابِ وفا  
 جتنے ٹٹتے گئے اتنے ہی نمودار ہوئے

(راسخِ عظیم آبادی)

راقم  
 فصیح الدین بلخی

محکمہ گزری پٹنہ سیٹی ۸  
 ۱۳ جولائی ۱۹۶۱ء



# فہرست

احوال ضروری نادم بلخی مقدمہ فیض الدین بلخی

نمبر	تخلص	نام	صفحہ	نمبر	تخلص	نام	صفحہ
۱	گویا	نند لال	۱	۱۵	بیدار	منشی بساون لال	۲۴
۲	الفت	اجاگر چند	۴	۱۶	ذرحت	لالہ رام چند	۲۴
۳	موزوں	ہمارا جہ ام نرائن	۱۲	۱۷	الفت	رائے بنگل سین	۳۱
۴	فاکتہ	منشی سب سکھ	۱۷	۱۸	شورش	بابو کند لال	۳۱
۵	زنگیں	منشی بلا سائے	۱۸	۱۹	شوق	بابو شیو گویاں	۴۶
۶	مسکین	لالہ بخت مل	۱۸	۲۰	بیاب	سنو کھ رائے	۴۶
۷	بہادر	راجہ بی بی بہادر	۱۹	۲۱	الفتی	راجا پیارے لال	۳۴
۸	ذوق	منشی آسارام	۱۹	۲۲	دماغ	منشی گنگا لال	۳۵
۹	عاشق	ہمارا کھیاں سنگھ	۲۰	۲۳	ضمیر	کنور بہر لال	۳۶
۱۰	گریاں	بھوانی سنگھ بہادر	۲۶	۲۴	تاب	منشی بنگوون دین	۲۶
۱۱	رقیم	منشی گوسہا لال	۲۲	۲۵	خفی	راجا بابو	۳۶
۱۲	دل	منشی بی بی پرشاد	۲۲	۲۶	شوق	لالہ ٹیک پرشاد	۳۷
۱۳	تحقیق	لالہ جمیون رام	۲۲	۲۷	شکيب	منشی بہر لال	۳۸
۱۴	راجا	راجا بہادر	۲۳	۲۸	شوکتی	کنور راج بہادر	۳۸



نمبر	تخلص	نام	صفحہ	نمبر	تخلص	نام	صفحہ
۲۹	رشتی	منشی سمبودت	۴۰	۴۷	شاد	بالو سیٹاپت	۶۸
۳۰	پاشے	سویں لال	۴۲	۴۸	فرد	بالو کالی پت	۶۹
۳۱	کنتی	منشی ہری ناتھ	۴۳	۴۹	حشمتی	لالہ ناتادین	۷۰
۳۲	دھرم	منشی دھرم لال	۴۵	۵۰	بدر	راجہ لکھن پرتاد	۷۲
۳۳	نقیر	لالہ لوک ناتھ سہا	۴۵	۵۱	شاد	رے درگا پرتاد	۷۵
۳۴	ویل	لالہ کچھی نراین	۴۶	۵۲	طاہر	بالو پنجاب رے	۷۹
۳۵	پرشن	منشی پرشن لال	۴۶	۵۳	شایق	منشی لکھن پرتاد	۸۰
۳۶	اختر	لالہ درشن لال	۴۶	۵۴	شمس	منشی پریشیر سہا	۸۰
۳۷	خسرت	منشی بہاری لال	۴۷	۵۵	قاصر	لالہ جگت بہاری لال	۸۱
۳۸	شبنم	بالو بدری ناتھ	۴۸	۵۶	گیسو	بانو نند کشور سنگھ	۸۱
۳۹	فتیر	منشی کیولا پرتاد	۴۹	۵۷	جیل	لالہ امر چند	۸۲
۴۰	جگ بہار	جگ بہادر	۵۳	۵۸	خبر	بالو بلدی پرتاد	۸۲
۴۱	ذوق	لالہ سیوک رام	۵۷	۵۹	نظر	بالو یاسید لوکھن	۸۳
۴۲	نختار	لالہ خوب لال	۶۱	۶۰	ادھر	راجہ پرمانند شاہ	۸۳
۴۳	شاد	بالو گنگا پرتاد	۶۱	۶۱	عاجز	منشی میوال لال	۸۳
۴۴	عاجز	لالہ کلا پرتاد	۶۲	۶۲	صادق	بالو پرکھو تران	۸۴
۴۵	نسیم	بالو ہری ہرجن	۶۵	۶۳	ستم	منشی درگا پرتاد	۸۵
۴۶	غنیمت	رے جیناٹھ پرتاد	۶۷	۶۴	بیتاب	لالہ کشن تران	۸۵



نمبر	تخلص	نام	صفحہ	نمبر	تخلص	نام	صفحہ
۶۵	الوقت	لالہ اننت رام	۸۵	۸۳	مانی	بابو بھولا ناتھ	۱۰۸
۶۶	بسمل	منشی منو لال	۹۱	۸۴	صہبہ	منشی نور علی	۱۱۱
۶۷	مشہور	حکیم گنجی پرشاد	۹۲	۸۵	فریاد	منشی بڑی نرائن	۱۱۱
۶۸	ردنی	لالہ شو ناتھ سہا	۹۵	۸۶	کشتن	بابو گوہر شاد	۱۱۱
۶۹	ریتی	کنیز سکھراج بہادر	۹۵	۸۷	امیر	بابو گوہر علی پرشاد	۱۱۱
۷۰	حسرتی	لالہ سدا پرشاد	۹۷	۸۸	جودت	منشی جاسپر سہا	۱۱۳
۷۱	عالم	منشی گھنڈی لال	۹۸	۸۹	ہندو	بابو پریاگ رام	۱۱۶
۷۲	فرد	منشی پیار لال	۹۸	۹۰	امیر	اکھوری نند کشتو	۱۱۶
۷۳	حیرت	بابو جگیش لال	۹۹	۹۱	صابر	اکھوی پستل شاد	۱۱۶
۷۴	ہندو	منشی بھولا ناتھ	۱۰۰	۹۲	صنم	بابو امیکا سہا	۱۱۷
۷۵	مست	بابو نند کشتو لال	۱۰۱	۹۳	دہاتی	بابو سری پرشاد	۱۱۸
۷۶	جابر	بابو جنگل کشتو	۱۰۳	۹۴	قیس	بابو راجہ پرشاد	۱۱۸
۷۷	صید	لالہ برہم دیو سہا	۱۰۳	۹۵	گوہر	بابو بھوانی پرشاد	۱۲۰
۷۸	عارف	شیو نرائن چوڈی	۱۰۴	۹۶	ہراز	بابو بھگوانی پرشاد	۱۲۰
۷۹	عاشق	بابو بکر ناتھ	۱۰۵	۹۷	جوشی	بابو ہیشو پرشاد	۱۲۲
۸۰	آزاد	بابو بھوانی پرشاد	۱۰۵	۹۸	نادان	منشی پیا کانت	۱۲۲
۸۱	شاد	بابو بدھ ناتھ	۱۰۶	۹۹	نطق	بابو کبیت نرائن سہا	۱۲۲
۸۲	عطا	رائے امیر پرشاد	۱۰۷	۱۰۰	صفیو	منشی بکرنگ سہا	۱۲۲



نمبر	تخلص	نام	صفحہ	نمبر	تخلص	نام	صفحہ
۱۰۱	فطرتی	بابو پیریا لال	۱۲۵	۱۱۶	اثر	بابو امرتا مہا	۱۲۱
۱۰۲	نعت	بابو گور بخش	۱۲۶	۱۱۷	زیبا	لالہ رام جی	۱۲۲
۱۰۳	جوہر	بابو رادھ لال	۱۲۶	۱۱۸	ناشاد	رام پرشاد کھوسلا	۱۲۲
۱۰۴	درد	لالہ امرت لال	۱۲۷	۱۱۹	گلوارا	بابو رامیشور پرشاد	۱۵۰
۱۰۵	رام	بابو رام سوچ سہا	۱۲۸	۱۲۰	اے	اے گوپال کرشن	۱۵۲
۱۰۶	انسر	بابو بکرم دت	۱۲۸	۱۲۱	زنگین	منشی چھیدن لال	۱۶۱
۱۰۷	فرد	بابو رنجیت سنگھ	۱۲۸	۱۲۲	شکلی	بابو بھناکھ سہا	۱۶۲
۱۰۸	قدا	منشی کلدیپ سہا	۱۲۹	۱۲۳	بشر	بی۔ ڈی۔ جتا	۱۶۲
۱۰۹	کلیپ	منشی ٹھاکر کلدیپ سہا	۱۲۹	۱۲۴	بہار	بابو شیوناکھ پرشاد	۱۶۳
۱۱۰	پچھی	بابو پچھی نرائن	۱۲۹	۱۲۵	بہار	اکواری شیونندن پرشاد	۱۶۳
۱۱۱	کشور	بابو نند کشور لال	۱۳۰	۱۲۶	بیر	پندت ہما بیر	۱۶۳
۱۱۲	کشتہ	بابو ادد کشور پرشاد	۱۳۱	۱۲۷	غزیرت	بابو اچودھیا پرشاد	۱۶۳
۱۱۳	خلش	بابو جگیش پرشاد	۱۳۱	۱۲۸		پروفیسر نرائن لال	۱۶۳
۱۱۴	زنگین	بابو بشن نرائن لال	۱۳۲	۱۲۹	اما	بابو ناما پتی سہا	۱۶۴
۱۱۵	سہو	بابو کامتا پرشاد	۱۳۲				



# منتقدین ہندو شعرا کے ہمارے تلاش تک

① گویا تخلص اور نند لال نام۔ ہندو شعرا میں ان سے بہتر صوفی منش فارسی گو شاعر کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ اسپرنگر کے کٹلاگ میں بھی گویا کا مختصر ذکر ہے۔ سکھوں کے نویں گرو گرو گوبند سنگھ کے رفیق و ہم عصر تھے۔ عرصہ تک عظیم آباد اور تربت میں رہے۔ گرو گوبند سنگھ ۱۶۶۶ء میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے تھے اور انہی کے سبب سے پٹنہ میں ہر مندر سکھوں کی مقدس و مشہور و معروف زیارت گاہ ہے۔ نند لال گویا کے کچھ حالات پنجابی زبان میں کتابی صورت میں طبع ہوئے تھے۔ غالباً امرتسر میں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ گویا کا دیوان نایاب تھا لیکن حسن اتفاق سے ایک دوست نے مجھے لا کر دیا۔ اس کے آخر میں کاتب نے گویا کے کچھ حالات بھی لکھے ہیں وہ اس جگہ بحسنہ نقل کئے جاتے ہیں۔

”محضیٰ نماند کہ دیوان ہذا از نند لعل متخلص بہ گویا مذہب و اسی  
یعنی نانک شاہی است و دریں مقام قصہ منظر پورا زبانی مجبور  
جناب مستطاب قبلہ عالم و عالمیاں راے رایان کا لکھا سہائے  
تر اندر بہادر دام اجل لکم و افضا لکم کہ خاکسار یکے از ادنیٰ ترین



شاگردان خط و رسمی یعنی این خط شفیعا جناب موصوف است  
 ذکر این دیوان آمده. آخرش روزی بمقام کبیر حین درستی ذخیره  
 کتب ای ای اوراق چند از نظر این عقیدت مند گذشت و بخاطر  
 پیوست که صاف شود و مرضی مبارک هم جناب ممدوح بر همین  
 امر است حکم آمد چنانچه حسب الامر جناب قبله معظم ایشان این همچنان  
 در روزی چند قلم بند گردانید و بتاریخ هفتدهم سانون سبست<sup>۱۹</sup>  
 موافق هشتم ماه اگست ۱۸۷۱ عیسوی مطابق ۲۹ شهر محرم الحرام  
 افاضت برکات الهی الایام روز پنجشنبه صورت اختتام پذیرفت  
 اگر چه چنانکه خواست آنچنان راست نه آمد. بهر کیف از عدم صورت  
 وجود بست انشاء الله تعالی اگر زندگی باقیست تا بار دیگر بوجه  
 احسن و تمیز پذیر خواهد شد مضمون این دیوان آن ماند که همچنان مثل گویا  
 جویا باشد. تعریف و توصیف مضامین این دیوان چه بر طراز سبحان الله  
 چه باید گفت. آنچه از زبان مبارک جناب قبله ممدوح مسموع شده بود  
 از ان بالمضاعف یافت که این مضمون غار فانه است هر که و به  
 بدماغ این رسیدن نمی تواند و اه گروچی سخن بادشاه و در مقامی  
 این دیوان یک رباعی طبع زاد جناب سید تراب علی صاحب و قبله  
 دام فیضه که الحق این چنین مرد مسلمان که ایمانش به همه وجوه از  
 اکل حلال و صدق مقال مسلم باشد دیگر ندیدم و ممدوح الیه متوطن  
 بکھر اند و از ما بنوداں بسیار ربط دارند مندرج بود بنا برخواست  
 که رباعی مذکور هم که با فکار آن بزرگوار است در ذیل ثبت باشد



چنانچہ در ورق قلم بند می شود۔ الہی توفیق حق پرستی رفیق باو۔

افسوس ہے کہ وہ ورق جس پر سید تراب علی صاحب کی رباعی لکھی

غائب ہے اور دیوان کا اول ورق بھی غائب ہے جس سے پہلی غزل نام تمام  
رہ گئی ہے لیکن باقی دیوان مکمل اور نہایت خوش خط لکھا ہوا ہے۔

ذیل میں دیوان سے بلحا انتخاب کچھ اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔ سارا

دیوان عارفانہ کلام سے مملو نظر آتا ہے اور اشعار کی زبان بھی ایسی سلیس ہے  
کہ حافظ شیرازی کی تقلید معلوم ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

کسے بحال غریبان ناز ساز رسد رسیدہ ایم بجائے کہ پار ساز رسد

ہزار خلد بریں را بہ نیم جو تھزند از اں کہ پیچ بد اں کوے دلربا رسد

طیب عشق چنیں گفتہ است و می گوید بحال درد غریباں بجز خدا رسد

فدائے خاک درش می شود از اں گویا کہ ہر کہ خاک نگر دد بدم عا رسد

درونِ مردم دیدہ و در بادیدم بہر طرف کہ نظر کردم آشنا دیدم

بگرد کعبہ و تہخانہ ہر دو گردیدم دگر نیافتم آنجا ہمیں ترا دیدم

بہ ہر سوے کہ نظر کردم از رہِ تحقیق بسانِ خانہ دل خانہ خدا دیدم

گدائی ہر کوئے تو بہ ز سلطانی ست خلافتِ دو جہاں ترک مدعا دیدم

مرا ز روز ازل آمد این ندا گویا کہ انتہائے جہاں را در ابتدا دیدم

از دوست غیر دوست تمنا نمی کنیم باد و سر خوشیم و مداد نمی کنیم

با یار ہمدمیم و نہ بینیم غیر او ما از زوے خضر و سیحان نمی کنیم

بیارِ نرگسیم کہ نرگس غلام دوست ما چشم را بروے کسے دا نمی کنیم

ہر جا کہ دیدہ ایم جمالِ تو دیدہ ایم ماجز جہاں دوست تماشا نمی کنیم



پروانہ وار گردِ رخ شمع جاں دہیم چوں خند لیب بہودہ غوغا نمی کنیم  
گویا خموش باش که سودای عشق یار تا این سراست از سر خود وانی کنیم

(۲) **الف** تخلص اور اجاگر چند نام۔ عظیم آباد کے متقدمین ہندو شعرا  
میں امتیازی حیثیت رکھتے تھے شاعری کے علاوہ انشا پردازی میں بھی کامل  
دستگاہ رکھتے تھے۔ آغا حسین عاشق مولف تذکرہ نثر عشق، ہندوین خوشگو  
مولف سفینہ خوشگوار، ڈاکٹر عبد اللہ مصنف ادبیات فارسی میں ہندوؤں کا  
حصہ اور مولوی عزیز الدین بلخی مولف تاریخ شعرائے بہار نے ان کا ذکر کیا  
ہے اور پروفیسر سید حسن عسکری صاحب نے رسالہ معاصر نمبر ۳ بابت  
ماہ دسمبر ۱۹۵۳ء میں الفت پر ایک مقالہ شایع کیا ہے جس کو انہوں نے  
”انشائے غریب“ کا نام دینا شروع دستیاب کرنے کے بعد لکھا ہے۔ اس مقالہ  
کی بدولت الفت کی ایک اردو غزل اول اول منظر عام پر آگئی۔ اس میں  
عسکری صاحب نے الفت کے ایک خط مورخہ ۲ شعبان ۱۲۴۲ھ بنام  
نواب فخر الدولہ صوبہ دار بہار کا بھی ذکر کیا ہے۔ فخر الدولہ سلطنت مغلیہ  
کے مقرر کئے ہوئے آخری صوبہ دار بہار تھے ان کے برطرف ہونے پر صوبہ  
بہار کی حکومت ناظم بنگالہ شجاع الدین محمد خاں کے سپرد ہوئی اس لئے  
یہ خط بھی تاریخی اہمیت سے خالی نہیں۔

عسکری صاحب نے ریختہ میں الفت کے پندرہ اشعار نقل کئے  
ہیں اور لکھا ہے کہ کتابت کی خرابی کے سبب بعض الفاظ صحیح طور پر پڑھے  
نہ گئے۔ ڈاکٹر اختر اور نیوی نے انہیں اشعار میں آٹھ اشعار اپنے ڈی لٹ  
کے بقیس میں نقل کئے ہیں عسکری صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولف تاریخ



شعراے بہار کا یہ بیان صحیح نہیں کہ اجاگر چند پہلے غریب تخلص کرتے تھے  
دام الفت میں اگر فتار ہو کر الفت تخلص اختیار کیا۔ عسکری صاحب نے  
ان کا تخلص غریب بتایا ہے لیکن اس کی کوئی وجہ بیان نہیں کی ہے غالباً  
انہوں نے ریختہ کی غزل کا آخری شعر:-

یارب غریب ملک معانی کو رہنما      شکل مہیب و صورت زیباسیں کا کیا  
دیکھ کر ایسا قیاس کیا تھا راقم کو خیال ہوا کہ انشاءے غریب و دیوان  
الفت کو بغور دیکھ کر تخلص کی توثیق کی جائے۔ انشاءے غریب کا واحد  
نسخہ جس میں دیوان الفت بھی شامل ہے، کے پی جیوال ریسرچ انسٹیٹیوٹ  
کی ملک ہے راقم نے اس کو دیکھا تو حیرت ہوئی کہ اس میں ریختہ کے پندرہ  
اشعار اور فخر الدولہ کے نام الفت کے خط کا کہیں پتا نہیں۔ میں نے  
عسکری صاحب سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ  
وہ اشعار اور خط اب اس نسخہ میں موجود نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ نسخہ  
فروخت ہونے کے لئے آیا تھا یہ دونوں چیزیں موجود تھیں اور میں نے نقل  
کر لی تھیں لیکن بعد میں یا تو فروخت کرنے والے نے وہ اوراق نکال لئے  
یا جلد سازی کے وقت وہ اوراق خستہ حال اور بیکار سمجھ کر ضائع کر دیے گئے۔  
بہر کیف اس نسخہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ تخلص کی  
نسبت عسکری صاحب کا قیاس صحیح تھا الفت نے کسی وقت میں غریب  
تخلص کیا تھا۔ دو مقطعوں میں لفظ غریب الفت کے ساتھ آیا ہے اسلئے  
غریب تخلص کرنا ضرورتاً ثابت نہیں ہوتا جیسے۔

.... کہ حال پر سد نہ دل غریب الفت  
..... غم یا یہ مانیاد



دور قی پھا ہوا ہے اور الفاظ غائب ہیں ان کی جگہ نقطے دیدے گئے

ہر ارشیوہ نمودیم آہ یار بگفت

غریب الفت ماخیر خواہ ہر فن بود

لیکن ایک خط کے ساتھ غزل اصلاح کے لئے بھیجی ہے اس کے مقطع

میں غریب ہی تخلص کیا ہے اور انشائے غریب الفت ص ۴۹ میں ایک نظم ہے

جس کے آخری شعر میں 'غریب' بطور تخلص کہا ہے۔ یہ دونوں شعرا خط ہوں۔

در مہال خلوت دلہا غریب ہمنشینے نیست بہتر از کتاب

غریب از کار اینہا چند گوئی اماں از کار این غولان نجوی

راقم کا خیال ہے کہ مولف تاریخ شعراے بہار نے جس تذکرہ کو

دیکھ کر تخلص بجائے غریب کے غربت قیاس کیا اس میں لفظ غریب کے آخری

دو حروف کے نقطے نہ ہوں گے۔ دونوں لفظوں میں تینس خطی ہے نقطہ نہ

ہونے کی صورت میں غریب اور غربت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

راقم نے انشائے غریب اور دیوان الفت بہ نظر تحقیق دیکھا ہے

اسلئے ان کی کیفیت مختصر طور پر عرض کرنا فائدے سے خالی نہ ہو گا۔

دونوں کتابیں ایک ہی جلد میں مجلد ہیں جس کی تقطیع ۸ پچ ۸ پچ ۵

کاغذ دیسی اردلی ہے۔ انشا کی کتاب کے متعدد اوراق غائب ہیں اور دیوان

کا بیشتر حصہ آتش زدہ ہے بعض جگہ پوے اوراق پر دوسرا کاغذ چسپاں

کر دیا گیا ہے جس سے بہت سے مصرعے ناقص رہ گئے ہیں اس کے علاوہ کتاب

نے بھی بعض غزلیں نامتوم چھوڑ دی ہیں اس مجموعہ میں اول رقعات ہیں

اور بعد میں دیوان ہے۔ کتاب نستعلیق میں لکھی گئی ہے لیکن بعض جگہ شکست



کی سہی کیفیت ہے۔ رقعات کی ترتیب مصنف نے اس طور پر کی ہے۔

(۱) قسم نخستیں مشتمل بر تراغین مرسول بنی مسات امرا یاں و بزرگکان فیاض زباں  
(اول ورق سے ۲۹ ورق تک)

(۲) قسم دوم ملحق ملاطعات شوق آیات مرقومہ بخلصان یکاں و یکجان  
(... ورق ۳۰ سے ۵۲ تک)

(۳) قسم سوم بمقتضیات مثل توہیف ہولی و مبارکباد شادی خیدہ رمضان خیر  
(ورق ۵۳ سے ۵۹ تک)

ابتدا اس شعر سے ہوتی ہے

اے پرگہز نام تو درج مقالہا سرشار نطق از منہ حمدت لیا لہا  
دوسرے ورق پر یہ عبارت ہے۔ "ایں نامہ نامی موسوم بانشائے الفت  
غریب نمودہ شد" اسٹھویں ورق پر کاتب نے یہ عبارت لکھی ہے۔

تمام نسخہ انشائے غریب تصنیف منشی اجاگر چند صاحب کاسیتہ مآثر  
موکلی (؟) بکینٹھ باشی بدست خام بندہ گنہگار فقیر حقیر میرا علی کے از  
طلبہ جناب قبلہ و کعبہ جناب راجہ پیارے لعل صاحب مدظلہ العالی بتاریخ  
بست و یکم شہر ربیع الاول سنہ ۱۲۱۰ ہجری تمام شد۔

اس کے بعد پھر رقعات کا سلسلہ شروع ہوا ہے جو نصفہ ۸ پر  
ختم ہوا ہے۔ پہلا ورق غایب ہے اسلئے مکتوب الیہ کا نام معلوم نہ ہو سکا  
جو رفتہ مندرج ہے اس شعر سے شروع ہوا ہے۔

بہ ملاجی ملاجی فتنہ قامت نمک پروردہ شور قیامت  
چند سطروں کے بعد راجا رام نرائن کی کشتی کی تعریف میں طویل



مضمون ہے اس کے بعد نواب شوکت جنگ پسر صولت جنگ ر حاکم پور نیہ کے  
گھوڑے کی تعریف ہے۔ رقعات کا جائزہ لینے سے ظاہر ہوتا ہے کہ الفت کے  
تعلقات بہت وسیع تھے تمام مکتوبات امرا، حکام، مشاہیر شعرا، ادبا اور  
ممتاز اشخاص کے نام ہیں جن کی تاریخی، سیاسی، ادبی اور سماجی اہمیت مسلم  
ہے۔ رقعات کی تعداد ۱۲۰ ہے جن میں مبارک باد سگہ سال ہشتم جلوس  
محمد شاہ بادشاہ غازی حسب الایما راجا رام نراین بھی ہے رسال ہشتم  
۳۸۵ء ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت الفت ایک مشاق  
انشا پرداز تھے) رقعات جو مختلف اشخاص کے نام ہیں ان میں دس رقعے  
بنام راجا رام نراین، پچیس بنام بلاس رائے رنگیں، تین بنام لالہ بندہ بن  
خوشگو شاگرد سراج الدین علی خاں آرزو ایک بنام فصیح الشعر امیر محمد  
علیم تحقیق، دو بنام میر محمد حسین خلف میر محمد علیم تحقیق، ایک بنام راجا  
کیرت سنگہ، دو بنام رائے اودے چند دیوان نواب سراج الدولہ، ایک  
از زبان مولوی محمد حسن بنام نواب ہیبت جنگ، ایک بنام رائے بالملکندور  
لوحہ راجا کیرت سنگہ، ایک بنام شیخ علی حزیں، ایک بنام میر اشرف  
ایک بنام راجا دھیرج نراین، دو بنام لالہ مول راج عزت د کہ بہ تقریب  
گیا از شاہجہاں آباد رسید) ان کے علاوہ اور خطوط بھی معزز اور سربراہان  
اشخاص کے نام ہیں محض طوالت کے خوف سے اس جگہ ان کا ذکر نہ کیا گیا۔  
الفت نے اپنے استاد تحقیق کی وفات پر جو قطعہ تاریخ لکھا تھا  
اور سفینہ خوشگو میں درج کرنے کے لئے بندہ ابن خوشگو کو بھیجا تھا اس کا  
ذکر ایک خط میں موجود ہے جو مجنبہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔



”بخدمت نخل ہند بوستانِ نکتہ دانی چشم و چراغ معانی میر  
محمد حسین صاحب خلت الصدق قبلہ ارباب تدقیق میر محمد علیم صاحب  
تحقیق ابلاغ یافت۔“

”میر صاحب قدردان رسوخیت کیشان سلامت۔“  
”اشعار انتحالی دیوان میر صاحب و قبلہ رحمت اللہ خدمتکار  
سرکار رسانید انشاء اللہ تعالیٰ لالہ خوشگو صاحب سلمہ المنان  
داخل تذکرۃ الشعرا نمایند و احوال ہم حسب الارقام عالی بشرح  
و بسط قلمی فرمایند قطعہ تاریخ وصال میر صاحب منقولہ کہ طرح  
کرده احقر بود ارسال بسای خدمت نمود از نظر معالی منظر  
خواہد گزشت۔“

آن میرِ علیم ریز معنی جا کرد	در خلوتِ عرش فوقِ چرخِ اَرزق
افتاد ستونِ کاغذِ فطرتِ انوس	شد گلشنِ تحقیقِ خرد بے رونق
در ماتمِ او کرد سخنِ جامہ سیاه	چوں گریہ نمود خامہ از دیدہ شوق
در خونِ جگرِ دلِ سیہ پوشِ زِ غم	زد غوطہ چو داغِ لالہ در رنگِ شفق
تاریخِ وفاتِ او بالفت ہائفت	فرمود کہ تحقیق شدہ واصل حق

۱۱۶۱

قطعہ کے دوسرے شعر میں فطرت سے مرزا معز موسوی فطرت  
مراد ہیں جو تحقیق کے استاد اور مشہور و معروف اہل زبان شاعر و استاد  
فن تھے گیارہویں صدی ہجری کے اخیر میں او رنگ زیبائے ان کو عظیم آباد کا  
شاہی دیوان مقرر کیا تھا۔



## دیوان الفت

دیوان الفت ۸۳۱ صفحات پر خط نستعلیق میں لکھا ہوا ہے۔  
بہت سی غزلیں کاتب نے ناتمام چھوڑ دی ہیں اور اکثر اوراق آتش زدہ  
ہیں۔ اول صفحہ پر یہ عبارت ہے۔

”دیوان منشی اجاگر چند بکینٹھ باشی تخلص بہ الفت ابن لارہ مہابلی  
سرگ باشی جد مادری راجا پیارے عل الفتی تخلص مدظلہ العالی“  
قبل میں مذکور ہو چکا ہے کہ ترقیمہ میں کاتب نے اپنا نام ہیرا علی بتایا  
ہے، الفتی کے بیٹے کنور ہیرا علی رضمیر تھے غالباً وہی اس مجموعہ کے  
کاتب ہیں۔

## نمونہ کلام

الفت نے جو غزل شیخ علی حزیں کے پاس اصلاح کے لئے بھیجی تھی  
اسی کو بطور نمونہ کلام پیش کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے اس میں حزیں کی  
شاگردی کا بھی اعتراف ہے۔

من از درد جدائی خاطر اندوگنیں ارم	کہ دشمن در بغل بچوں دل خود دکنیں ارم
تسل تا ابد تار سر شکم را شود لارم	نظر از بسکہ ہرزہ نجیر زلف عنبریں ارم
بجائے نارام در سینہ سرو نازی روید	ز بس رد خیال قامت آن نازنین ارم
بخاک افتادہ چوں من ز عالم بر نمی خیزد	بسان نقش پا در گئے او سر زین ارم
دل از بستگی با نقد تہمت در گره دارد	نہ بچو سا کل او عقدہ در خاطر زکین ارم
بہفت اقلیم گرد و نام کفر عشق اورشن	کہ اسم آن صنم نام خدا نقش نگین ارم
بہام آوردنش صیاد من آساں نمی باشد	دل دیوانہ آن چشم و حشت آفریں ارم



مبادا سیل اشک پیدہ از سرگزید یارب  
 بفوج غمزہ غارتگر نکالے گشتہ مہمانم  
 ز سوز گریہ ہجران رخسار شہ چہ می پر سیا  
 ترازد نکتہ ہائے آبدار ز خانہ ام الفت

نہ راہ کو چہ آن شوخ گشتے بر حبیب دارم  
 چہ سازم نہ راویار شب دل دارم نہ دیارم  
 صد آتش پارہ بخت جگر در آستین دارم  
 کہ بہ مساحت نظر بر فیض استاد حریف دارم

### نمونہ کلام ریحۃ

ریحۃ میں الفت کی ایک غزل کی دستیاب ہوئی ہے جس کو عسکری صاحب  
 نے اپنے مقالہ میں درج کیا تھا وہی اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

خلوت نشین غم کو تماشا میں کام کیا  
 دیوانہ محبت بے اختیار کون  
 مست مئے الست کہ ہے تشنہ دگر  
 آباد باد ملک قناعت و مردی  
 جس کو ہے نور ہمت باز فے مردی  
 آزا کہ ہمت قفل خموشی بہ باب لب  
 صاحب سخن سوں صحبت جاہل ...  
 پروردہ آفتاب محبت کو روز محشر  
 جس کو ہے داغ سینہ و آتش تامل  
 لیتا متاع دل کا کعب اختیار سوں  
 جس کو تپ جدائی ہی کا مرض ل میں ہے  
 ترک جو درد رس محبت کا ابتدا  
 جائے کہ بوریائے نشیناں قدم نہند  
 حاکم سادار نش... شاہ ملک مل

خمور جام عشق کو صہبائیں کام کیا  
 بھکیف جال محبت و اناس میں کام کیا  
 جام شراب کہنہ دینا میں کام کیا  
 دیرانہ خرابی دینا میں کام کیا  
 ارث پدر و خانہ بابا میں کام کیا  
 جون و چوڑے... گویا میں کام کیا  
 سلک... و گوہر یکنا میں کام کیا  
 بانہ نعیم و سایہ طیبی میں کام کیا  
 سیرگی و تفرح لالہ میں کام کیا  
 مودے عشق و بے سروا میں کام کیا  
 تازہ طبیب تاب و اداس میں کام کیا  
 بے مسئلہ بہ صحبت ملا میں کام کیا  
 قبر نش سمور و بستر دیا میں کام کیا  
 ملک شہ سکندر و دارا میں کام کیا



یارب غریب ملک معانی کو رہ نما شکل مہیب صورت یاسین کا کیا

انشائے غریب اور دیوان الفت میں دو ایسی چیزیں بھی پائی گئیں جن کو بظاہر الفت سے کوئی تعلق نہیں انشاءے غریب کے سفر اول پر مرزا جلال الدین محمد کی لکھی ہوئی ایک رسید مبلغ چاس روپیہ کی ایک انگریزی حاکم کے نام سے ہے جس میں امر جنوری ۱۸۲۷ء کا تاریخ بھی درج ہے اور دیوان کے ایک صفحہ پر سمجھوتہ رفعتی شاگرد رفعتی کا کہا ہوا ایک قطعہ تاریخ ہے اس کی کیفیت رفعتی کے حالات میں درج کی جائیگی۔

(۳) **موزوں** ہمارا جارام ٹرانٹاٹ ناظم صوبہ بہار۔ فارسی کے صاحب دیوان اور خوشگو شاعر تھے۔ شیخ علی حزیں دستوفی شاعر کے شاگردوں میں تھے۔ موزوں کا مطبوعہ دیوان جو ۸۴۲ صفحوں کو محیط ہے راقم کی نظر سے گزرا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے خطوط کا ایک مجموعہ موسوم بہ دستورالانشاء بھی ان کے دارت رائے متھرا پر شاد صاحب کے پاس ہے جس میں سیکڑوں مکتوبات ہیں جو اس عہد کے سیاسی اور سماجی حالات پر روشنی ڈالتے ہیں یہ بھی راقم کی نظر سے گزر چکا ہے۔ سفینہ خوشگو میں بھی ان کا ذکر ہے۔ ان کی سیاسی زندگی اور عہد حکومت کو صوبہ بہار کے تاریخی اور انقلابی دور سے تعلق ہے اسلئے صوبہ بہار کی تمام تاریخوں میں ان کا ذکر آیا ہے۔ تمام حالات اور واقعات کو اس جگہ درج کرنے کی گنجائش نہیں اسلئے ضروری حالات مختصراً لکھے جاتے ہیں۔

ان کے والد دیوان رنگ لال کا ستھ سری باستو ساکن موضع کشن پور ضلع شاہ آباد (آرہ) صوبہ بہار، نواب علی وردی خاں مہابنت جنگ



ناظم بنگال، بہار و اڑیسہ کے معتمد دیوان تھے۔ لالہ جاکلی رام نائب صوبہ بہار کے مرنے پر ۱۸۵۲ء میں مہابت جنگ نے راجا رام نرائن کو ان کی جگہ پر مقرر کیا۔ مہابت جنگ اور سراج الدولہ کے عہد تک انہوں نے صوبہ داری کا انتظام و فاداری کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد میر جعفر کی بغاوت کے دور میں انہوں نے زمانہ سازی اور ظاہر داری سے کام لیا۔ اسی زمانہ میں شاہزادہ عالی گوہر جو بعد کو شاہ عالم ثانی کے لقب سے بادشاہ ہوا، بہار و بنگالہ پر قبضہ کرنے کے قصد سے صوبہ بہار چلا آیا۔ شہر میں اس کی آن بان اور شان و شوکت کا شہرہ تھا اور میر جعفر اور انگریزوں کے ارادہ کا حال معلوم نہ تھا۔ رام نرائن نے مرغوب ہو کر اپنے مصاحب محمد شاکر کی معرفت ایک سو ایک اشرفی مع عرین داشت شاہزادہ کے پاس بھیجی اور عارضی کا قصد کیا اور محمد قلی خاں کو اپنا طرفدار بنا کر شاہزادہ کے پاس حاضر ہوا اس وقت غلام حسین خاں (مولف سیر المتاخرین) نے متنبہ کیا کہ رام نرائن عیار ہے اس کو ساتھ لے کر فوراً شہر پر قبضہ کر لینا چاہیے لیکن ان کے والد نواب بہایت علی خاں نے کہا کہ شاہان مغلیہ نے کبھی کسی کے ساتھ دغا نہیں کی ہے اور محمد قلی خاں کو یہ زعم تھا کہ ان کی تلوار کے آگے کسی کی عیاری کیا چلے گی۔ شاہزادہ پھلواری کے قریب نیمہ زن ہوا تھا اسی جگہ راجا رام نرائن بھی حاضر ہوا۔ رسوم دربار کے مطابق وہ آداب و کورنشیاں بجالانے پرے جو کبھی نہ دیکھے تھے۔ رنگ فوق چہرہ اور اس لب خشک حیران رہ گیا۔ نذر کی اشرفیاں پیش کر کے خلعت (سریج و جیفہ صرغ کلنی جو شاہزادوں کے لئے مخصوص تھا) حاصل کیا لیکن شاہزادہ کے ساز و سامان کو اپنے گمان سے کم دیکھ کر



دل میں پشیمان ہوا اور کھانے کا حیلہ کر کے گھر واپس آیا۔ کچھ دنوں کے  
 بعد ہی شاہزادہ نے قلعہ عظیم آباد کے قریب قیام کیا۔ اس وقت تک رام نرائن  
 شاہزادہ امداد کرتا رہا۔ میر جعفر کو خبر ہو چکی تو اول شاہزادہ کو کچھ روپے دیکر  
 جنگ سے باز رکھنے کا ارادہ کیا لیکن اس کا سامان نہ ہو سکا تو کلاپو کے مشورہ  
 سے کرنل کیلاڈ اور بیرن کو فوج لیکر روانہ کیا اس کی خبر پاتے ہی رام نرائن نے  
 تیور بدل دئے محمد قلی خاں کے عملوں کو جو صوبہ کا حساب دیکھنے آئے تھے  
 یہ کہہ کر نکلوا دیا کہ آپ کیا سمجھ کر حکم کرتے ہیں۔ میں ناظم جنگالہ کا ماتحت ہوں  
 آپ کا نوکر نہیں۔ اب تک جو کچھ کرتا تھا برسم مہماں داری کرتا تھا۔ یہ سنتے ہی  
 شاہزادہ نے تسخیر عظیم آباد کا حکم دیا قریب تھا کہ قلعہ مفتوح ہو جائے لیکن  
 اچانک محمد قلی خاں کو اطلاع ہو چکی کہ شجاع الدولہ اس کی غیبت میں قلعہ  
 الہ آباد پر قبضہ کیا چاہتا ہے اسلئے وہ ادھر روانہ ہو گیا اور شاہزادہ  
 کو جنگ ملتوی کرنی پڑی۔ اس کے بعد ہی عالمگیر ثانی نے انتقال کیا اور  
 شاہزادہ بادشاہ ہوا۔ ۱۷۰۷ء میں کاسکار خاں ملین اور بعض زمینداروں  
 کو ساتھ لیکر بادشاہ نے رام نرائن اور انگریزی فوج کے خلاف جنگ کر کے  
 شکست دی اسی جنگ میں کاسکار خاں نے رام نرائن کو نیرے سے سخت بھروسہ  
 کیا بلکہ اپنی دانست میں مار ڈالا تھا لیکن اس نے تختہ بودج کی آڑ میں لیٹ کر  
 کسی طرح جان بچائی۔ اسی سال کو دوسری جنگ میں انگریزی فوج نے شاہی فوج  
 کو شکست دی اس میں رام نرائن اور شتاب رائے نے بھی حتی المقدور  
 انگریزوں کا ساتھ دیا تھا۔

۱۷۰۷ء میں انگریزوں نے میر جعفر کو معزول کر کے میر قاسم کو مسند



نظامت پر بھایا۔ میر قاسم نے رام نرائن سے صوبہ کے محاصل کا محاسبہ  
چاہا۔ رام نرائن نے حیلہ حوالہ کیا اور انگریزی فوج کے افسروں سے خفیہ میر  
قاسم کی شکایتیں شروع کیں اور ان کو یقین دلایا کہ میر قاسم انگریزوں پر  
چھاپا مارنے کا قصد رکھتا ہے۔ جنرل کوٹ نے اس کا یقین کر کے اچانک میر  
قاسم کی حرکت کا پردہ ادا کیا تو میر قاسم کو خواب راحت میں پایا اور اس پر  
رام نرائن کی فتنہ انگیزی کا حال کھلا۔ کائنات میں کو نسل کو معلوم ہوا تو اس نے  
جنرل کو داپس بلا لیا اور میر قاسم کو لکھا کہ رام نرائن کے معاملہ میں تم کو اختیار  
ہے۔ میر قاسم نے حساب طلب کر کے دیکھا تو شاید بعض خیانتوں کا پتا چلا۔  
رام نرائن نے مرثیہ کا محاسبہ کم کرنے کی غرض سے بعض متصدیوں کو روپوش  
کرا دیا لیکن میر قاسم نے رام نرائن کے گھر سے سات لاکھ روپے نقد اور تحفینا  
اسی قیمت کی جنس برآمد کی۔ باقی رقم جو دوسروں کے پاس چھپا دی گئی تھی  
اس کا پتا نہ ملا۔ میر قاسم نے رام نرائن کی جگہ پر راجا نوبت رائے کو مقرر کیا۔  
۱۷۶۳ء میں میر قاسم کی انگریزوں سے ان بن ہوئی اور جنگ کی نوبت  
پہونچی اس وقت جگت سیٹھ، سرور چند، راج بلجھ، فتح سنگ، بنیاد سنگ  
جو انگریزوں سے خفیہ ملے ہوئے تھے اور ان میں سے بعضوں نے میر قاسم کے  
خلاف انگریزوں کو خطوط بھی لکھے تھے اور اب تک میر قاسم کی قید میں تھے قتل  
کر دئے گئے اور اس کے بعد ہی قصبہ باڑھ کے قریب راجا رام نرائن کو گلے  
میں ریت کا گھڑا بندھوا کر گنگا میں غرق کر دیا گیا مفصل حالات رانم نے تاریخ  
مکہ مطبوعہ انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۲۵ء میں لکھے ہیں۔

مشہور صاحب دیوان شاعر ہونے کی حیثیت سے ان کا ذکر اکثر



تذکروں میں پایا جاتا ہے۔ سفینہ خوشگو میں بھی ان کا ذکر موجود ہے۔ تذکرہ  
عمرہ منتخبہ مولو کہ انڈیا آفس لائبریری لندن اور سخن شعر مولفہ نساج  
میں بھی ان کا ذکر راقم کی نظر سے گزرا ہے۔ ان کے فارسی کلام کا نمونہ  
ان کے دیوان سے اور اردو اشعار جو تذکروں میں پائے گئے اس جگہ پیش  
کئے جاتے ہیں۔ ادبیت کم کہتے تھے گنتی کے صرف چند اشعار ان کی طرف  
منسوب ہیں۔

## فارسی

روشن بود بہر م خموشی بیان ما  
خون در جگر نماند و خدنگے تو می رسد  
عمرے ست برسگان درست قف کردہ ایم  
از بخت نارسا نرسد تا بگوشش یار  
دی شب کہ کار بلبل دل آہ و نالہ بود  
گرچہ بروے تو چوں آئینہ حیراں گشتم  
در چینی فصل کہ ہر خار چمن گل گردید  
تا سخن ہائے من از فیض خریں نوزوں شد  
دل خواستم کہ اشک تماشا شود نشد  
کم گشت دل بکوے تو از دست بخودی  
دیگر کجاست چشم ز بیگانگان مرا  
موزوں تمام عمر دریں آرزو گذشت  
تا کرد سوز عشق بجام سرائے

چوں شمع سوخت نالہ ماہر زبان ما  
حیف است این کہ تشنہ رود مہمان ما  
در قسمت ہما نبود استخوان ما  
موزوں پرست گرچہ جہاں ز فغان ما  
خون جگر بہ مردم چشم حوالہ بود  
یک از عکس رخ رشک گفتاں گشتم  
بخت بد میں کہ من از نالہ مرایاں گشتم  
بغزل شہرہ و محو دہزاراں گشتم  
امید قطرہ بود کہ دریا شود نشد  
ہر چند خواستم کہ پیدا شود نشد  
یک لحظہ خواستم دل از ما شود نشد  
کارام قسمت دل شیدا شود نشد  
چوں شمع نیست گریہ مارا نہایتے



موزوں بسوئے یکدہ ہر کہ میرم از ماست التجا و ز ساقی عنایت  
رباعی

مے نوش کہ عمر جاودانی میں ست خوشتر بہ ہزار کا مرانی میں ست  
ہنگام گل است درمے یاراں مست خوش باش دے کہ زندگانی میں ست

### ریختہ

۱) بھولی نہیں ہے مجھ کو بتوں کی ادا ہنوز دل کے نگیں پہ نقش ہے نام خدا ہنوز  
۲) کچھ گرائی نہیں مجھ کو وہ ستمکار کے ساتھ دل کھیل چو ہی پڑا اشک بیکار کے ساتھ  
۳) ابر ہو گا تو خجالت سستی پانی پانی مت مقابل ہو کے دیدہ خونبار کے ساتھ

شعر نمبر ۲ چمنستان شعر میں بھی موجود ہے اور شعر نمبر ۲ تذکرہ گلزار  
ابراہیم میں پایا جاتا ہے اور غالباً اسی سے تاریخ شعراے بہار میں نقل کیا گیا ہے۔  
مشہور ہے کہ سراج الدور کے مقتول ہونے کی خبر کو سنکر موزوں نے  
فی البدیہہ مندرجہ ذیل شعر موزوں کیا تھا جس کو میر حسن نے بھی اپنے تذکرہ  
میں درج کیا ہے

غزالان تم تو واقف ہو کہو مجھوں کے مرنے کی

دو نام گنیا آخر کو ویرانے پہ کیا گزری

راجا رام نرائن نے اردو کے کچھ اور شعر بھی بعض موقعوں پر لکھے  
تھے بعض لوگوں نے ان کو خود موزوں کے اشعار ہونے کا گمان کیا ہے لیکن  
اس کا کوئی ثبوت نہیں اور راقم کے خیال میں دوسروں کے اشعار تھے جن کو  
انہوں نے بر محل پڑھا تھا۔

۴) خاکستر تخلص اور منشی سب سکھ نام، برادر راجا رام نرائن موزوں



عظیم آبادی قوم کا بیٹھ سری باستو۔ محمد فقیہ درو مند کے شاگرد تھے جو حضرت  
نظر جان جاناں کی صحبت سے بہرہ مند تھے۔ تذکروں میں خاکستر کا صرف  
یہی ایک فارسی شعر پایا گیا جو بطور نمونہ کلام درج کیا جاتا ہے۔  
بہار کرد گل عارضی عرفت اکش  
نگہ بچشم تماشا ز شوق بریاست

(۵) رنگیں نشی بلاں راے خلف راجا امان راے دیوان مدار المہام  
پسر محمد علی روہیلہ متوطن عظیم آباد قوم کا بیٹھ سری باستو۔ راجا رام نراین  
موزوں کے۔ فقائیں تھے۔ اجاگر چند الفت کے خطوط ان کے نام بھی پائے  
جاتے ہیں جس کا ذکر الفت کے حالات میں گزر چکا ہے۔ تاریخ شعراے بہار  
کے مطابق سن ۱۱۹۰ھ میں انتقال کیا۔ تذکرہ عشقی میں ان کا ایک شعر رنجہ میں  
ملاحظہ یہ ہے۔

اس مصیبت میں جو تو گھر سے نکالے ہو مجھے یہ تو بلا میں بھلا جاؤں کہ صبر آخر شب  
فارسی کلام کا نمونہ یہ ہے۔

از دختر ز شیخ بفرسنگ گریزد این مرد بینید چہ نامرد برآمد  
عشق از دل سینہ پر از آبلہ دارد فریاد کہ آتش ز سپندم گلہ دارد  
میر حسن کے تذکرہ میں رنگیں کے اسی قدر حالات ہیں جو اد پر مذکور  
ہوئے اور اردو کا وہی ایک شعر پایا جاتا ہے جو مذکور ہوا۔

(۶) مسکین لالہ بخت مل متوطن عظیم آباد۔ تاریخ شعراے بہار کے  
مطابق سن ۱۱۹۰ھ تک زندہ تھے مضمون آفرینی اور پرگوئی میں مشہور تھے۔  
ان کا ایک شعر یہ ہے۔



روے زمیں پہ جتنے بے یاد حق میں کھرتے ۷۷ آدمی نہیں ہیں مائی کی موتیں ہیں  
تذکرہ گلزار ابراہیم میں مذکور ہے کہ انھوں نے اشعار بہت کہے لیکن  
تحسین سے محروم رہے اس تذکرہ میں بھی ان کا یہی ایک شعر ہے۔

(۷) بہادر تخلص اور راجا بیٹی بہادر نام۔ عالمگیر ثانی اور شاہ عالم  
ثانی کے عہد میں صوبہ بہار کے راجاؤں اور ناظم بہار کے معتمدوں میں تھے۔  
تذکرہ عمدۃ منتخبہ مولفہ اعظم الدولہ سرور نمبر ۱۳۶ مملوکہ انڈیا آفس لائبریری  
لندن میں ان کا ذکر یوں ہے۔

”بہادر تخلص راجہ بیٹی بہادر از راجگان صوبہ بہار است از دست  
سیاہی مو کی گئی، دل کی آرزو نہ گئی ہمارے جامہ کہنہ سے مئے کی بونہ گئی  
تذکرہ سخن شعرا میں بھی ان کا یہی ایک شعر پایا جاتا ہے، کنور حصونت  
سنگھ پروانہ انہیں کے بیٹے تھے۔

(۸) ذوق منشی آسار ام ساکن عظیم آباد شاگرد سرزاد دی۔ میر اشرف  
کے رفیق تھے تذکرہ شورش عظیم آبادی میں ان کا اسی قدر حال اور یہ اشعار  
ہیں۔

دہ نظر محکو جب نہیں آتا	کچھ نظر محکو تب نہیں آتا
دل جانتا ہے تیرے ہوا خواہ کا اسے	شعلہ کی طرح رات جو کچھ اضطراب تھا
ذوق کے مرنے کا افسوس نہیں کچھ اس کو	غم کہاں شمع کے دل میں کسی پروانے کا
درد دل کہنے نہ پائے آج بھی	بیٹھتے ہی یار تو اکتا گیا
لے عند لب سچ کہہ کس کا ہوا چ پالہ	لالہ کرنے اکٹھا ایون پوسٹ لالہ
’میر اشرف‘ سے غالباً میر اشرف کشمیری پسر میر افضل کشمیری مراد ہیں	



جن کا مزار اور انہیں کی بٹوائی ہوئی مسجد محلہ چوک شکار پور میں موجود ہے۔  
 مزار اور مسجد میں کتبے بھی لگے ہوئے ہیں۔ سیر المتاخرین میں بھی ان کا ذکر ہے۔

⑨ عاشق ہمارا جا کلیان سنگہ مخاطب بہ انتظام الملک ممتاز الدلہ  
 تنہور جنگ قوم کا یستھ سری باستو خلف ممتاز الملک ہمارا جاشتاپ رائے  
 بہادر منصور جنگ ۱۱۶۵ھ میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے اور ۱۱۸۵ھ میں  
 شتاب رائے کے مرنے پر یہ اپنے باپ کے خطابات سے مخاطب اور پچاس ہزار  
 روپے سالانہ تنخواہ پر ان کی جگہ پر نائب دیوان صوبہ بہار مقرر ہوئے۔  
 ۱۱۸۶ھ میں ہمارا جا کلیان سنگہ اور راجا خیالی رام نے ملکر انتیس لاکھ  
 اکیس ہزار ایک سو سات روپے سالانہ پر انگریزوں سے صوبہ بہار کا تعہد  
 لکھوایا تھا۔ انگریزوں کو اس کے قبل تک اٹھائیس لاکھ سے زیادہ مالگذاری  
 وصول نہ ہوئی تھی اسلئے یہ ٹھیکہ منظر کر دیا لیکن بعض وجوہ سے علاقوں کا  
 خاطر خواہ بندوبست نہ ہو سکا۔ دوسرے سال انگریزوں نے مالگذاری کی  
 رقم کسی طرح کلیان سنگہ سے وصول کی لیکن اس سے کلیان سنگہ کی مالی  
 حالت اچھی نہ رہی۔ نیابت کا تعلق بھی نہ رہا تھا اس لئے پریشان ہو کر کلیان  
 سنگہ نے عظیم آباد کو چھوڑ کر کلکتہ میں قیام کیا۔ مدت دراز تک وہاں رہنے  
 کے بعد ۱۲۱۸ھ فصلی میں یہ پھر عظیم آباد آئے تو انہوں نے اپنے مکانات اور  
 باغ کو دیران پایا اور اہل شہر کے انتفات میں بھی کمی محسوس کی اسلئے باقی پور  
 جا کر انگریزی حکام کی کوٹھیوں کے قریب بود و باش اختیار کی۔ بالآخر ۱۲۲۰ھ  
 میں یا اس کے بعد انتقال کیا۔

کلیان سنگہ اپنے باپ کی طرح شعرا اور ادیبوں کے قدردان



ہونے کے علاوہ بذات خود تواریخ شاعری اور ادب میں کافی دستک دے رکھتے تھے۔ مثویٰ تریبا، حبیب السیر مدح ایہہ اطہار اور اس کے علاوہ خلاصۃ التواریخ اور واردات قاسمی یادگار چھوڑیں یہ سب کتابیں فارسی میں ہیں۔ تاریخی کتب انہوں نے مسٹر ابراہیم والیڈ کی فرمائش سے لکھی تھیں ان کتابوں کو انہوں نے ۱۳۲۷ھ میں تمام کیا اس وقت ان کی بصارت بھی جاتی رہی تھی چنانچہ خود لکھا ہے کہ جو کچھ لکھواتا ہوں حافظہ کے بھروسے پر لکھواتا ہوں خود مسودات کو پڑھنے سے معذور ہوں۔ خلاصۃ التواریخ کا انگریزی ترجمہ نواب سرفراز حسین خاں مرحوم نے اب سے کوئی تیس بیس قبل کیا تھا جس کو ریسرچ اسٹیوٹ نے چھپوایا تھا اور واردات قاسمی کا ذکر بھی بعض انگریزی تاریخ میں انگریزوں نے کیا ہے۔ یہ اپنے باپ کی طرح صاحب تدبیر نہ تھے لیکن علمی صلاحیت و لیاقت میں اپنے مماثل و اقربان سے کسی طرح کم نہ تھے ناز و نعم میں پرورش پانے کے سبب عیش پسند تھے۔ شعر کے اکثر تذکروں میں ان کا ذکر خیر پایا جاتا ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

### فارسی

نالاں ز غم فرقت مہ پارہ خویشم      دارہ دست از دل آوارہ خویشم  
 با حسن پریزاں دارم سرو کاے      در آئینہ مشغول بہ نظارہ خویشم  
 ساقی نبود حاجت من بامے نابت      بخود ز نگاہ بت میخوارہ خویشم

### رباعیہ

مچا یا ہے جگر نے حشر کا سا شور پہلو میں      مگر دیکھا ہے یہ حالِ دلِ رنجور پہلو میں  
 ان کی سیاسی زندگی کے واقعات راقم نے تاریخِ مگدھ میں لکھے ہیں۔



(۱۰) گریاں بھوانی سنگ بہادر عرف راجا کنور مہاراجہ شتاب رائے کے بیٹے تھے مرزا محمد علی فندوی عرف مرزا بھجو سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ تذکروں میں ان کا صرف یہی شعر ملا۔

دل ہی نہیں ملے ہے ملے کیا نشانِ داغ      مدت سے ڈھونڈتا ہوں کروں کیا داغ  
(۱۱) رقیع منشی گر سہاے لال ولد منشی نور نرائن لال ساکن ندرہ ضلع گیا فارسی و عربی میں بھی دستگاہ رکھتے تھے۔ اردو شاعری میں شیخ ناسخ لکھنوی کے شاگرد تھے۔ ان کا اردو کلام دستیاب نہ ہوا فارسی کا ایک شعر تاریخ شعراے بہار سے نقل کیا جاتا ہے۔

در چمن دا اگر این عقدہ کیسو گردد      غنچہ غنچہ گرہ نافہ آہو گردد  
(۱۲) دل منشی بینی پر شاد خلف منشی دیی پر شاد قوم کا لیتھ ساکن عظیم آباد شاگرد راسخ عظیم آبادی ان کا حال اور یہ شعر ایک بیاض میں پایا گیا جو مولف تاریخ شعراے بہار کو کسی نے دی تھی۔

پردہ اٹھا کے تو نے ادھر کو گزر کیا      عالم کے دل میں تیری محبت نے گھر کیا  
جی چاہتا ہے بولے ہر گز نہ یار سے      پر بس نہیں چلے ہے دل بقرار سے  
(۱۳) تحقیق لالہ جیون رام ولد لالہ کرپا رام کاسیت سری باستو ساکن موضع شیو دھار پر گنہ ترسٹھ (صوبہ بہار) ان کے حالات کتاب آئینہ تربیت صفحہ ۳۷ اور صفحہ ۲۵۶ میں مذکور ہیں وہی اس مقام پر نقل کئے جاتے ہیں۔

”شریف و نجیب عالی خاندان صاحب علم و صاحب تصنیف دریں صاحب معاش تھے۔ علوم عربی و فارسی میں شہرہ آفاق تھے۔ راجا مادھو



سنگہ بہادر در کھنکا (۱۸۳۳ء فصلی تا ۱۲۱۵ء فصلی موافق ۱۸۰۵ء شمسہ ۶) کے دیوان تھے۔ شروع عملداری میں سرکار انگلشیہ کی جب رقم دستورات و نامکار وغیرہ ہمارا جامادھو سنگہ کا ضبط ہو گیا تھا اس وقت دیوان جی موصوف نے بڑی کوشش و پیروی کر کے ان رقومات کو واکذاشت کروایا اس صلہ میں موصوع ہر ہر پور پر گنہ بھر وارہ ہمارا جامادھو سنگہ بہادر نے عطا کیا۔ وارثوں سے ان کے بالفعل (یعنی ۱۲۹۷ء) جاتگی بلجھ سنگہ وجد و بلجھ سنگہ موجود ہیں اس وقت زمانہ ان سمجھوں کا نا موافق ہے۔

دیوان جی صاحب اشعار فارسی بھی کہتے تھے تحقیق تخلص کرتے تھے منشی رادھا لال چچا حقیقی راقم تاریخ ہذا (یعنی منشی بہاری لال فطرت) کی اول شادی اس خاندان میں لڑکی سے بابو کشن بلجھ ولد بابو رام بلجھ نمبرہ دیوان جیوں رام کے ہوئی تھی وہ لڑکی دیوان رام ناٹھ سورج پور کی نواسی تھی دیوان جی موصوف کا ایک شعر راقم کی یاد ہے لکھا جاتا ہے۔

ہر عمل پختہ شود خام کہ در خانہ بماند چوں پلاذکر کہ دگر سال نماید در تلخ افسوس ہے کہ تحقیق کا اور کلام دستیاب نہ ہوا اور ان کی تصنیفوں کا بھی پتہ نہ ملا ممکن ہے کہ تلاش و جستجو سے ان کے موجودہ ورثا کا پتہ مل سکے اور کلام دستخط بھی دستیاب ہو سکیں۔ اجاگر چند الفت کے رقعات میں ایک رقمہ لالہ جیون رام کے نام بھی نظر سے گذرے۔

(۱۲) راجا تخلص اور راجا بہادر نام خلف ہمارا جاشتاب راے۔

اشرف علی خاں خٹاں متوفی ۱۸۷۷ء کے شاگرد تھے۔ تذکرہ عمدہ فتنہ موصوفہ سرور مملوکہ انڈیا آفس لائبریری لندن، تذکرہ سخن شعرا اور تاریخ شعرا بہار



میں ان کا ذکر موجود ہے نمونہ کلام یہی ایک شعر پایا گیا۔

یہ زخم دل بہاتے مرہم تلک نہ پونچے ہم آن تلک نہ پونچے وہ ہم تلک نہ پونچے

(۱۵) پیدار عشقی بسا و نعل تلمیذ حضرت منظر جان جاناں عظیم آباد

میں یوٹن اختیار کیا تھا غرضہ دراز تک یہاں رہے اور یہیں انتقال کیا۔

تذکرہ سورش عظیم آبادی اور تذکرہ عشقی عظیم آبادی دونوں میں ان کا

ذکر ہے اور نگار سن دتا سی نے بھی اپنے تذکرہ (زبان فرنج) میں ذکر کیا ہے۔

ریختہ اور فارسی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے۔ ریختہ کا نمونہ یہ ہے۔

ہے تیرے سوا کون مرا پوچھنے والا ہاں تجکو سلامت رکھے اللہ تعالیٰ

کے تحت جگر یوں نسووں کے ساتھ جاتے ہیں کہ جو پھولوں کی پکھڑی لیکے پانی میں بہاتے ہیں

(۱۶) فرحت لالہ رام چند ساکن محلہ عالم گنج شہر عظیم آباد فارسی کے پرگو

اور باکمال شاعر تھے ان کے مختصر حالات مرے پاس موجود تھے لیکن حسن

اتفاق سے مرے کرم فرما مولانا عبد الرشید فوقانی ابن مرحوم علامہ شوق

نموی نے فرحت کی تصانیف کی مفصل کیفیت اپنی ذاتی واقفیت اور

علامہ شوق کی تحریر کے حوالہ کے ساتھ محض ادبی ذوق کے تقاضے سے اس

تذکرہ کے لئے ارسال فرمائی ہے۔ لہذا راقم شکریہ کے ساتھ اس کو درج کرتا

ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "فرحت نے دیوان کے علاوہ دو دفتر میں شہزادی بھی

لکھی ہے جس میں مشہور قصہ عاتم طائی کو فارسی میں نظم کیا ہے۔ اس کا

پرانا قلمی نسخہ علامہ شوق نموی مرحوم کے کتب خانہ میں محفوظ تھا اب میں

محمد عبد الرشید فوقانی ولد شوق نموی نے خدابخش خاں مرحوم ربانکی پور پٹنہ

کے کتب خانہ میں داخل کر دیا ہے۔ جناب شوق نموی مرحوم کتاب یادگار وطن



صفحہ ۳۵ میں لکھتے ہیں۔ گنج شائگان 'یہ نایاب ثنوی المہ رام چند متخلص بہ  
فرحت ساکن عالم گنج کی تصنیفات سے ہے جس میں مشہور قصہ حاتم طائی کو فاری  
میں نظم کیا ہے۔ اس کا پرانا نقلی نسخہ مصنف کے وقت کا لکھا ہوا جناب والد  
مرحوم کے ہاتھ لکھا تھا اس کا دوسرا دفتر موسوم بہ گنج باد آورد اسی شاعر کا  
کہا ہوا حسن اتفاق سے مجھ کو مل گیا جس میں حاتم طائی کے وہ قصے ہیں جو آشک  
نہ فارسی میں راقم کی نظر سے گزرے ہیں نہ اردو میں یہ دونوں دفتر تیر کے  
کتب خانہ میں موجود ہیں جن کو بوجہ نایابی و حب وطنی راقم نہایت عزیز رکھتا  
ہے۔ مصنف نے دونوں دفتر میں حمد و نعت کو ذوالبحرین میں لکھا ہے اور  
دفتر اول میں حضرت مخدوم شیخ سودی علیہ الرحمۃ کی مدح ذوالبحرین اور  
سہ بحر ی اور چہار بحر ی اشعار میں لکھی ہے چنانچہ چہار بحر ی اشعار میں  
سے ایک شعر یہ ہے۔

قطرۂ از جود تو جود کثیر      ذرۂ از خوی تو ہر منیر  
اس دفتر کو مصنف نے شہادہ میں تمام کیا ہے۔ اس کی  
تاریخ کس خوبی کے ساتھ یوں لکھی ہے۔

سال اتنا مش چو دل از عقل خواست      کرد دو انگشت خم دیگر دور است  
یعنی دو انگشتوں کو دوبار خم کرنے سے دو آٹھ کی شکل یعنی ۸۸ پیدا ہوتے  
ہیں اور دو انگشتوں میں دھبی کرنے سے دو الفہ کے مانند گیارہ ہوتے ہیں  
اس طور سے شہادہ نکلتا ہے۔ یہ دونوں ثنویاں ایسی کیا اب اور  
غیر مشہور ہیں کہ کتاب تو کتاب مصنف کے نام سے بھی کوئی واقف نہیں  
(تمام شد تاہم شوق نبوی مرحوم)



اس کے بعد فوقانی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ دفتر اول کے آخر میں

یہ مضمون ہے۔

حاجتم نامہ من تصنیف لالہ رام چند متوطن محلہ عالم گنج بوقت  
دوپہر روز چہار شنبہ ماہ ربیع الاول ۱۲۸۳ھ علوس والہا عالم شاہ بادشاہ  
غازی خلد احمد ملکہ و حشمتہ اب ہم دفتر اول موسوم بہ گنج شایگان اور  
اور دفتر دوم مسمیٰ بہ گنج یاد آورد کے چند اشعار مختلف مقامات سے انتخاب  
کر کے ہدیہ ناظرین قارئین کرتے ہیں اشعار حمد و نعت دفتر دوم مسمیٰ بہ گنج یاد آورد  
معروف بہ حاجتم نامہ بہ صنعت دو بحرین۔

اے کہ شد از فیض تو اندر سخن	طوطی طبعم ہمہ شکر شکن
شکر تو اے خالق بندہ نو از	کے شود از بندہ ناساز ساند
گردے از شکر تو راتم سخن	پر شکر از شکر تو گرد دہن
از گرم آوردہ از بہر ما	اتھڑ مرسل سیر ہر انبیا
از سر صدق از من عامی مدام	باز بر آں نایہ رحمت سلام
فرحت دل خستہ شیریں بیاں	دم بدم از اہلقت تو خواہ چناں
ظاہر سن از شوق تو در جوش باد	گو بہر من آرزو ہر گیش باد
اشعار خاتمہ کتاب دفتر دوم و اشعار در مدح شہر فریدل صاحب	

بہادر۔

شکر ایزد خامہ گو ہر فشاں	کرد در ریزی بسے در داستان
زور تم گرچہ نسانہ سرسری	لیک در افشاں در نظم دری
باد جود شغل چندین کارگاہ	شد مرتب شذی در چار ماہ



بهر نامش داشتیم غور تمام  
 چون صفات داور والا بهم  
 سحر فریدل فرخنده شان  
 صاحب کز خوان احسانش مدام  
 مجلے در دفتر اول قلم  
 خاتمہ ہم فرحت از زیب تمام  
 هست امید از خدای ذوالکرام  
 شعر دویم دفتر این علم گنج  
 و نشان بے رنج میجوی از گنج  
 نیز شعر بر دو دفتر در شمار  
 سال انگریزی بے فرخنده فال  
 نسبت بندی شناسی سال خوش  
 سال هجری گشت روشن بچو  
 اشعار دفتر اول سہ گنج

مصنف دور وصف شهر عظیم آباد واقع شدہ

۱ اشکر کار محمد و عہد رنگیں کلام  
 ۲ خوانش گلستہ باغ جنال  
 ۳ نے نے از مستی غلط کردم سخن  
 ۴ هست این رعنا و دس نکلزار  
 ۵ خال ویش نقطہ ہائے انتخاب

عقل کردش گنج باد آورد نام  
 کان جود و منبع فضل و کرم  
 کز خطائے دوست پر دریا و کان  
 خلق را چون مہر پر زر بہت جام  
 ساخت بر مصحفات زرافشان رقم  
 یافت در تفسیر حسن اتمام  
 تا شود مقبول طبع خاص و عام  
 در عدد دیدم برابر چار پنج  
 پنج ہزار و پانصد و پنجاہ و پنج  
 یکصد و ہشت و سی و دو ہاتھ ہزار  
 یک ہزار و ہشت صد آغاز سال  
 یک ہزار و ہشت صد پنجاہ و شش  
 یک ہزار و دو صد و ہم چار و دو  
 شایگان کہ در اتمام کتاب و بیان اول

یافت با صد زیب حسن انتظام  
 یا کہ دامن رودند جنت مرکان  
 پر غلط شد این ہمہ تشبیہ من  
 از کردارش کیے کند عاشق کنار  
 خط فرتش جدول رفے کتاب



۶ ابروئے مصر عجب چست است  
 ۷ شدر عطر کیسویں این مشک بو  
 ۸ موئے بند زلف این مشک بر بند  
 ۹ در سخن فرحت تخلص ساخته  
 ۱۰ می کند بزم سخن را بوستان  
 ۱۱ روکش باغ ارم شداد هست  
 ۱۲ چه شهر خوشتر از باغ بهشت  
 ۱۳ از عمارت گر بنا سازم سخن  
 ۱۴ کنگره های عمارت های آن  
 ۱۵ چار سولیش بوستان دلکش است  
 ۱۶ سرو و شمشادش بر خنای علم  
 ۱۷ گل رخاں در دے خراں هر طرف  
 ۱۸ سینہ و اسازند گر اندر چین  
 ۱۹ موج زان سوی شمالش آب گنگ  
 ۲۰ هر یک باشند از کف مشت آب  
 ۲۱ در جنوبش رود کے جلادان  
 ۲۲ بست آنجا در گمہ غرض اشتباه  
 ۲۳ تاج شاهی را شرف از فرق آن  
 ۲۴ از قصورش قصر جنت پر قصور  
 ۲۵ گرد گردش روضه جنت نشان

معنی زکین حنائے بسته است  
 مغز مشک نافه چین مشک بو  
 بند ناف طبیعت را مچند  
 و شیب فکرت بمیدان تا ختم  
 بشنو اندر کشور هند بوستان  
 نام آن شهر عظیم آباد هست  
 و صفت او باید به آب زر نوشت  
 بر هر کرسی نشیند شعر من  
 میزند خنده بریش آسمان  
 از نسیمش مغز عالم مشکهاست  
 عاشق و معشوق استاده بهم  
 در بغل شیشه و جام مے کف  
 گل ز حیرت چاک سازد پیر من  
 چشمه کوثر تجل زان آب درنگ  
 بر لباس خویشن بچوں گلاب  
 نخل تار و انبه گرداگرد آن  
 شاه ارزان منظر نورانی  
 هست او صاحب ولایت در جهان  
 گنبدش تابنده بچوں سر ز دور  
 در میان او نسیم غنبر نشان



۲۶ در میان سخن او جوین کلاں  
 ۲۷ سوے دولابش کند گر کس گزار  
 ۲۸ وصف آن زین بسین گر سازم رقم  
 ۲۹ نامه جو دو سخاستد چون تمام  
 ۳۰ موسم آغازش که از بس سعد بود  
 ۳۱ سال آتش چو دل از عقل خواست  
 ۳۲ دمدم میگفت دل بر طبع این  
 انتخاب استار دفتر اول یعنی گنج شایگان در صنعت ذوالبحرین

### حمد باری

اے که شد از ذکر تو شیرین مقال  
 نام تو آرایش عنواں بود  
 شد سخن از فیض تو آب روان  
 حمد تو ز اندازۀ فکر ت برون  
 مدح تو افزون ز حد گفتگو  
 ویکه شد از فکر تو رنگین خیال  
 مدح تو پیرایش دیواں بود  
 پر گهر از مدح تو درج دهاں  
 وصف تو ز آوازۀ شهرت فزون  
 جائے تو بیرون ز کد جستجو

نعت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سایہ از رحمت و لطف خدا  
 افضل و زیبندۀ قدر رفیع  
 امجد و پیغمبر رب جلیل  
 سینہ او مطلع انوار حق  
 جہہ او منظر نور الہ  
 مایہ زیبایش پر دوسرا  
 اکرم و والا قدر امت شفیع  
 از مرثہ رو بد رہ او جبریل  
 باطن او مخزن اسرار حق  
 اشنوہ حق را رخ او جلوہ گاہ



مقدم خود بر سر افلاک داشت  
هم ملک از غاشیه داران اوست  
مدح وے از قامه کئے آید تمام  
اشعار در مدح مخدوم شیخ سعدی  
ایک دل از مدح تو دریای شرف  
وصف تو گلگون نه روی سخن  
رونق ملک سخن از روی تست  
تمام تو ورد دل از باب پوشش  
مقبل حق حضرت سعدی تویی  
ناطقه از ذکر تو شیرین بود  
خامه من مصرعه برجسته گشت  
مصرعه فکرم پر پروانه ایست  
خاطر من گل شد و طبعم چمن  
مدح تو اکنون کنم از چار بحر

انتخاب اشعار در صنعت چهار بکری

ایک شد از در تو زیب سخن  
قطره از جوی تو جود کثیر  
نفخه از خطه تو مشک تبار  
در صنعت سه بکری

مدح تو از حد من آمد برون

بر سر خود و افسر لاک داشت  
هم فلک از منطقه پندار اوست  
هم زوے الطاف و ز فرحت سلام  
شیرازی علیه الرحمة و صنعت مجمع البحرین  
جاں بود از فیض تو در شکر  
مدح تو مشاطه روی سخن  
تازگی باغ من از جوی تست  
از خم فیضت همه کس جرعه نوش  
راحت جاں مایه شادی تویی  
روشنه ام از مدح تو رنگین بود  
ریشه ریشه در کفم کلمه گشت  
نقطه کلکم در یکدانه ایست  
بلبل من دال شد و مغزم سمن  
تا شود از وصف تو گلزار بحر

چهار بکری

پر گهر از در تو جیب سخن  
ذره از جوی تو مهر منیر  
رشته از بیم تو ابر بهار

وصف تو از کد من آمد فزون



کن نگہ از رفتِ خود سعدیا  
بر رخم اینک در راحت کشا  
مزرعہ امید من از لطف خویش  
تازہ و سرسبز کن از لطف خویش  
در سخن اے فرحت خوش گویا  
بیل خوش نعمت بنوا خویشت  
قصہ از حاتم طی باز خواں  
شہرہ خودش فکن اندر جہاں  
از سر گنجینہ دل ریز دور  
دامن عالم بکن از گنج پر  
بس سخن از حاتم طی می کنم  
صنعت بحر این ہمہ طی می کنم  
اس کے بعد حاتم طائی کا قصہ شروع کیا ہے

(۱۷) الفت رے منگل سین قوم کا ایستہ باشندہ عظیم آباد شاگرد  
قلندر بخش جرات لکھنوی تذکرہ عمدہ منتخبہ نمبر ۳۱۶ مملوکہ انڈیا آفس بریری  
لندن میں ان کا ذکر یوں ہے۔

” الفت رے منگل سین کایت شخص ذہین و خوش اخلاق شاگرد قلندر  
بخش جرات و متوطن عظیم آباد چندے بعلاقہ داردار اختلاف دہلی گشتہ  
غزل طرحی در مشاعرہ خواندہ بود این شعر دریں مجموعہ ثبت نمودہ شد۔  
اس طرح چھپ کے گھر جاؤ گے گردو چار گے  
مفت ہو جائیں گے یوں برباد گھر دو چار گے  
ہر قدم پر پاں تلک آنے میں سو سونا تر  
کیونکہ گھر جانے لگے شام و سحر دو چار گے  
تذکرہ سخن شعرا اور تاریخ شعراے بہار میں بھی ان کا ایک شعر پایا  
جاتا ہے۔ خم خانہ جاوید میں ان کا ذکر محض مختصر ہے۔

(۱۸) شورش بابو کند لال عظیم آبادی ساکن محلہ دیوان قوم کا ایستہ۔  
انہوں نے ایک ضخیم مثنوی فارسی میں اور ایک اردو میں لکھی تھی جو نایاب ہے۔  
لے من کا تانیہ کن کیا ہے۔ اختلاف تو چھپ چھپ ہے۔



تاریخ شعر اسے بہار میں اردو شاعری کا یہ شعر درج ہے۔

کبھی میرا پٹنہ بہشت بریں تھا جواب اس کا دنیا کے اندر نہیں تھا  
 (۱۹) شوق۔ بابو شیو گوپال عروت کا کا جی ساکن عظیم آباد تجارت اور  
 ہما جی کا پیشہ کرتے تھے۔ کارسن و تاسی نے بھی ان کا ذکر کیا ہے تاریخ  
 شعرا بہار میں ان کا ایک شعر پایا گیا وہ نقل کیا جاتا ہے۔

دامن کو تیرے خوں نہ رہے بن بھرے ہوئے چھوٹے نہ اپنا عشق تو قاتل کے ہوئے  
 (۲۰) بیتاب۔ سنتو کھ رائے باشندہ عظیم آباد تذکرہ عشقی میں ان کو  
 نازک مزاج اور کتب بینی کا شائق لکھا ہے

خدا کسی کی گرفتار زلف کا نہ کرے نصیب میں کسی کا فر کے یہ بلا نہ کرے  
 میر حسن نے اپنے تذکرہ میں ان کا ذکر اور کلام درج کیا ہے جو ذیل  
 میں درج کیا جاتا ہے۔

سنتو کھ رائے المتخلص بہ بیتاب، از تذکرہ قائم معلوم شد کہ کم دماغ  
 و خلوت دوست بود، معلوم نیست کہ الحال کیجاست، در آن زمان زور  
 طبعش بروز مانند ہلاں در ترقی بود و ربط کلام را خوب می فهمیدند ایشان  
 زندہ دارد، از دست ہے

نہ رہے باغ جہاں میں کبھی آرا سے ہم پھس گئے قید نفس میں جو چھٹے دم سے ہم  
 اپنے مذہب میں ہواک شرط طریق اجڑا کچھ غرض کفر سے رکھتے ہیں اسلام سے ہم

محبت کی بھی کچھ بولتی ہیں کیاے ہم نشین ہیں کہ خواہاں یوں ہیں کھ دیں ہم ان کو اس طرح چاہیں  
 ادھر نالہ کیا ادھر دھردہ منظر بوجھلا آیا عجب دن تھے وہ جن روزوں میں رکھتی تھیں اثر ہیں



سبزے پہ اس کے خط کے نہ مارا گیا میں ایک  
جی میں ہے اس کی بات میں اب پھر نہ بولے  
اس گل زمیں میں کھیت ہزاروں جوان ہے  
لیکن کسی طرح جو یہ کافر زباں ہے

محبت اب تلک کھتی ہے یہ تاثیر مخدوں کی  
کہ بنیلی کہیں کھنچتی نہیں تصویر مخدوں کی

میں کیا خلل نہ اٹھائے فلک کے کینے سے  
تو اپنا دل سامرا دل نہ سمجھو بیرہم  
کسی کو کام نہ ڈالے خدا کینے سے  
کہ سنگ سخت کو کیا نسبت آگینے سے

عشق میں گاہے غسل، گہنیش ہے  
نت نیا یاں ماجرا در پیش ہے

خدا کسی کو گرفتار زلف کا نہ کرے  
نصیب میں کسی کا فر کے یہ بلا نہ کرے

### رباعی

یاں آکے ہم اپنے مدعا کو بھولے  
دنیا کی تلاش میں گنوا لئی سب غم  
مل مل کے غیروں سے آشنا کو بھولے  
اس مس کی طلب میں کیمیا کو بھولے  
تاریخ شعراے ہمار میں بھی ان کا مختصر حال اور ایک شعر درج ہے  
جو غائباً میر حسن کے تذکرہ سے ماخوذ ہے۔



# متوسطین ہندو شعراے بہار

(۴۱) الفقی۔ راجا پیارے لال ابن راجے سکھن جی قوم کائستھ ماہتر۔

ابا فادان سکندرہ متصل آگرہ تھا۔ عرصہ تک دہلی میں رہے اسلئے خود کو دہلوی کہتے تھے۔ اکبر شاہ ثانی کے منشی تھے رزیدنٹ سے ناچاتی ہونے کے سبب ترک لازم کر کے عظیم آباد چلے آئے اور یہیں کے ہو رہے۔

ایسٹ انڈیا کمپنی سے پندرہ سو چھتیس روپیہ سالانہ پنشن مقرر ہو گئی تھی۔

عربی و فارسی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے اور انشا پر دازی اور شاعری

میں مشہور تھے عظیم آباد اور اطراف بہار میں ان کے متعدد ہندو اور مسلمان

شاگرد تھے۔ ان کے بعد بھی ان کے پوتے کنور سکھراج بہادر رحمتی کے وقت

تک ان کے سلسلہ کے شاگرد اکثر تخلص میں یاے نسبتی کا التزام رکھتے تھے

چنانچہ رحمتی و خبرتی و حشمتی وغیرہ نے اپنے تخلص میں یہی رعایت ملحوظ رکھی

تھی۔ الفقی کے خانگی کتب خانہ میں کئی ہزار نادر قلمی کتابیں تھیں خود ان کی

تصنیف سے مثنوی نیرنگ تقدیر اور مینا بازار کے علاوہ فارسی دیوان

غزلیات یادگار ہے۔ فارسی دیوان کو ان کے پوتے رحمتی نے ۸۷۴ھ

میں طبع کرایا تھا وہ راقم کی نظر سے گزرا ہے اور اسی کے کچھ اشعار بطور

مشتی نمونہ از خروارے اس جگہ درج کئے جاتے ہیں۔ الفقی نے ۲۶ صفر ۱۲۵۵ھ



روزِ پنجشنبہ کو انتقال کیا۔

چوں غنچہ جز سکوت نباشد بیان ما  
پیچیدہ شد زبان سخن درد بان ما  
دردشت پر بلاے جنوں نیست آفتی  
جز موج ریگ اشک و ال کاروان ما  
تاثیر غمزہ ات ز دل ناتوان گذشت  
آہم ز نہ فلک شد و از لامکان گذشت  
نازم ز بخت تیرہ کہ چوں بسبیل نفس  
بر یک و تیرہ فصل بہار و خزاں گذشت  
خوش آنکہ در محبت جانا نہ آفتی  
از رنج دہر و راحت خلد و جہاں گذشت

ریختہ میں ان کا صرف ایک شعر تذکرہ میں پایا گیا

خاکساری سے مثال نقش پا جس جگہ بیٹھے وہیں کے ہو گئے

خم خانہ جاوید میں لالہ سری رام نے ان کا حال بہت مختصر لکھا ہے۔

(۲۲) دماغ - منشی گنگا لال خلف منشی کنہیا لال ساکن میران پور ندوہ

ضلع گیا۔ اردو اور فارسی کے علاوہ سنسکرت بھی جانتے تھے۔ ایک یوان  
غیر مطبوعہ موسوم بہ گلشن بیجا ریادگار چھوڑا ۱۲۶۵ھ میں بعمر ستر سال  
انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ایک ہی شکل کو دو کر کے دکھا دیتی ہے  
جو ہر آئینہ قاتل تری تواریں ہے  
گلشن حسن پر بہار نہیں  
کنگھی چوٹی نہیں سنگار نہیں  
قتل کو بس ہے خنجر آبرو  
حاجت تیغ آبدار نہیں  
باغ عالم میں گل کھلا ہے کچھ  
لے جنوں موسم بہار نہیں  
تیری زلفوں سے اماں ہے کسے یار آج کی رات  
انہیں دکالوں نے رکھا ہمیں مار آج کی رات  
درد دل سے جو کر رہا تو وہ ہنس کر لے  
جاں بلب کوں ہے آوارہ دیار آج کی رات  
صاف ہو وصل میں عاشق سے کدورت کیسی  
میری جاں و گروہ دل سے غبار آج کی رات



وہ شب ماہ میں آئے ہیں جو افشاں چن کر چاندنی دہری دکھاتی ہے بہار آج کی رات  
 غم خانہ جاوید میں بھی ان کا ذکر اور انہیں اشعار میں سے پانچ اشعار ہیں۔  
 (۲۳) ضمیر۔ کنور ہیرالال خلف راجا پیارے لال اتھنی مولد و مسکن  
 عظیم آباد۔ درسیات عربی و فارسی میں فارغ التحصیل تھے اور علمِ مذہب  
 اقلیدس، ہیئت کے علاوہ عربی و فارسی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ چند  
 سال محکمہ بورڈ کمشنر و افیون میں سرشتہ داری کے عہدے پر ممتاز تھے۔  
 ۱۲۵۹ھ میں انتقال کیا۔ اردو اشعار دیکھنے میں نہیں آئے فارسی کلام  
 کا نمونہ یہ ہے۔

از سینہ سوزاں بفلک نالہ فرستم وز دیدہ گریاں بزمیں ژالہ فرستم  
 تازیک نشانش دید از صورت عالم نامہ نویسم و گل لالہ فرستم  
 (۲۴) نائب۔ منشی بھگوان دین ابن منشی منگل سین قوم کا ایستہ ساکن  
 اور یا ضلع پورنیہ تلمیذ منشی شنکر لال صاحب ساکن ندوہ ضلع گیارہ ۱۲۴۱ھ  
 میں بادن برس کی عمر میں انتقال کیا۔ تاریخ شعراے بہار سے ان کے  
 یہ اشعار نقل کئے جاتے ہیں۔

باغ دنیا میں وہ شجر ہیں ہم پھولتے ہیں کبھی نہ پھلتے ہیں  
 دھونڈتا ہوں انہیں جو میں نائب خانہ دل سے وہ نکلتے ہیں  
 (۲۵) خفّی۔ تخلص اور راجا بابو نام ساکن عظیم آباد، سخن شعرا اور  
 تاریخ شعراے بہار میں ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

ہے خنک از بس ہواے گرم ساقی جلد کرم عجبیت ہوگی زیب انجمن ہو جائیگا  
 دیکھ سنبل کو چمن میں یاد آئے اس کے بال حاصل اس گلگشت سے آخر پریشانی ہوئی



(۲۶)

شوق

لالہ ٹیک پرشاد کا لیٹھ مافقر ساکن عظیم آباد راجا

پیارے لال الفتی کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ذی علم اور مشتاق  
شاعر تھے افسوس کہ ان کا کلام دستیاب نہ ہوا۔ لیکن ایک رسالہ موسوم  
بہ دھرم پالک جو لالہ مکند لال رائے بہادر آنریری سرحد والیسرائے ہند  
کے رسالہ دھرم شاستر کے جواب میں ۱۸۸۷ء میں شائع ہوا تھا اس میں  
شوق کی ایک نظم ہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے یہ جوابی رسالہ لالہ  
رفعت بہادر کا لیٹھ مافقر عظیم آبادی کا مرتب کیا ہوا ہے اس میں ازواج  
بیوگان نابالغ کو ہندو دھرم کے خلاف بتایا ہے۔

نظم شوق

جو لکھوں تیری شان میں کم ہے      منظر جود و فخر عالم ہے  
آسمان تیرے استاں پہ سدا      بے تسلیم سرکئے خم ہے  
ہر بھی تیرے آستیانے پر      ذرہ ساں بندگی میں ہر دم ہے  
ماہ طلعت جوان کوئی تجھ سا      دور میں چرخ پیر کے کم ہے  
تیرے زور شباب کے آگے      صفت پیر زوال رستم ہے  
تیرے در کا گدا تو نگر ہے      جام فقر اس کا ساغر خم ہے  
نام نامی ترا سلیمان وار      نقش ہر دل پہ مثل خاتم ہے  
بحر فیض آپ کا روانی میں      تشنہ کاموں کے واسطے یم ہے  
ہیں تو نگر بھی تیرے دست نگر      تو کرم میں بسکھوں سے اکرم ہے  
تیرا لطافت ہر دوست ہے قند      قہر تیرا ہے درد سہم ہے  
گل ہیں خواہاں نسیم شفقت کے      ملتی آبرو کی شبہم ہے



شوق خستہ کی یہ دعا حق سے سحر و شام بس یہ ہر دم ہے  
یا الہی اسے تو شاداں کر ہر جب تک فلک پہ قائم ہے  
(۲۷) شکیب۔ منشی ہیرالال عظیم آبادی مشاق اور صاحب تلامذہ  
شاعر تھے۔ اسے بچپن سے شاد غنیمت کے مشاعرہ کی قلمی بیاض مورخہ  
۱۲۷۱ھ میں ان کی ایک غزل ملی جو اس جگہ درج کی جاتی ہے کمال پر شاد  
عاجز انہیں کے شاگرد تھے۔

کس دن نہ ناک بھوں تری اے ناز میں چڑھی  
شوخی سے اپنی گر گئی نظروں سے گل کے  
مر کر بھی ہم اٹھیں گے نہ کوچہ سے یار کے  
دامن چھو اجنبیوں نے سران کے اتر چکے  
گل دکھنے کے لائے پڑیں گے اے عندلیب  
رہ بامیں گے دھڑے یہ رقیبوں کے داؤ بیچ  
کیونکر نہ اس غزل پہ ہمیں ناز ہو شکیب

(۲۸) شوکتی۔ کنور باج بہادر پسر دوٹھیں کنور ہیرالال عظیم آبادی  
دبیرہ راجہ پیارے لال الفتی ان کا کلام دستیاب نہ ہوا لیکن ان کی تصنیف  
سے ایک رسالہ موسوم بہ محیط القوافی ان کے دست خاص کا لکھا ہوا ان کے  
دارت کنور جگدیش بہادر کے پاس راقم نے دیکھا تھا اور اس کے دیباچہ  
اور ترجمہ کو نقل کر لیا تھا اس میں اور ضروری باتوں کے علاوہ خود ان کی  
صلاحیتوں پر بھی روشنی پڑتی ہے اور اس عہد کے چند مشاہیر شعرا کا بھی  
ذکر ہے اسلئے اس کو اس جگہ درج کرنا فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔



" اما بعد ہرزہ گوے بادیہ گرد و حشت و پریشانی پریشاں بیکار محمرا  
 نور و جہل و نادانی کنور باج بہادر متخلص بشوکتی و وہیں پور جناب کنور  
 ہیرالال ضمیر ارشد خلف راہہ پیارے لال قبلہ الفتی دہلوی چنیں میگوید  
 کہ در آوان تحصیل این مجنون ولباختہ یلاے سخن را انچہ از قواعد توانی  
 در رسایل معتمد اساتذہ متقدمین و متاخرین مثل حدائق المعجم من تصنیف  
 محمد بن قیس و رسالہ معیار الاشعار من تصنیف محمد حسن خواجہ نصیر الدین <sup>طوسی</sup>  
 و رسالہ قافیہ من تصنیف مولانا جامی و رسالہ قافیہ من تصنیف ملا کاہی نفایس  
 الغنون من تالیف محمود بن محمد الاملی و حدائق وافیہ من تالیف  
 شمس الدین فقیر و رسالہ کافیۃ القافیہ من تالیف محمد تقی اوحدی البنانی  
 و رسالہ قافیہ عطا اللہ من تالیف عطا الدین محمود الحسینی و رسالہ مخزن الفوا  
<sup>تالیف محمد</sup> من خالق بن غلام حسین و رسالہ کامل العروص من تالیف نذرت احمد بن حافظ  
 عنایت احمد و رسالہ قافیہ من تالیف محمد روشن متخلص بہ جوشش و دریائے  
 لطافت الشا و قتیل و رسالہ چہار شربت من تالیف خاص مرزا قتیل  
 و مرآت القوانی من تالیف شاہ بخش حسین و حشیش من تلامذہ جناب  
 راہہ پیارے لال الفتی دہلوی و تقویت الشعرا من تالیف امام الدین فیالب  
 بہ نظر در آمدہ و ہم از بان مبارک سرخیل کاروان نکتہ دانی و سر دفتر نکتہ  
 رسان الفاظ و معانی فرید دہر و حید عصر استاد ما حضرت عبرتی میر وزیر علی  
 صاحب قبلہ مدظلہ شنودہ بخاطر فاطر محفوظ داشت و از عرصہ دراز خیلے متمنی  
 و آرزو مند بود کہ آنجملہ راجع اشعار امشد و اختلاف مذاہب بطرزے کہ  
 موجب بصیرت بتدیان این علم گردد و جمع کند و از خود بصفہ زمانہ یادگار



گزارد اما از شدت پریشان خاطری نقش این تمنا صورت نمی بست اکنون که

۱۲۶۹ یکم هزار دوسم و شصت و نهم از ہجرت النبوی است نظر بہ تعلیم  
عزیز پر خوردار خود کنور سکھراج بہادر ارفعہ اللہ تعالیٰ علما نافعاً و فہماً کاملًا  
و عقلاً سلیمًا و ہم باظہار فرط وسع و شوق باعیان حدیقہ سخن چمن پیرایے  
حقایق این نادرہ فن مشفق سید تصدق حسین صاحب زادہ لطفہ کہ بارگاہ  
بس مہر فر و شہادادار دایم ہمہ را فراہم نمودہ. بجای فصل منقسم بہ ہشتہ  
و یک مقدمہ و خاتمہ ساختہ رنگ تسوید داد و مسمی بہ بحیۃ القوافی ساختہ  
ترقیمہ " بخط خام بندہ کنور باج بہادر خلف کنور پیرالال صاحب قبلہ ضمیر  
بکینہہ باشی نمیرہ جناب راہہ پیارے لال صاحب قبلہ الفتی دیوای بکینہہ باشی  
بمقام عظیم آباد کوچہ فرخ خاں متصل مسجد غنبرہ۔"

یہ نادر رسالہ دیسی اردلی کاغذ پر لکھا ہوا تھا تخمیناً ڈھائی سو  
صفحے ہوں گے اور ہر صفحہ ۱۱ x ۸ انچ ہو گا۔

(۲۹) رفقہ - منشی سمبودت کالیستھ امست ساکن موضع موساپور  
پرگنہ سرسبسا (منظر پور) راہہ پیارے لال الفتی کے شاگرد تھے۔ تاریخ آئینہ  
ترہیت میں ان کا صرف اس قدر ذکر ہے۔۔۔

" منشی سمبودت کالیستھ امست ساکن موضع موساپور پرگنہ سرسبسا  
مرد شریف و نجیب عالی خاندان تھے علوم عربیہ و فارسیہ سب کچھ جانتے  
تھے اپنی برادری میں طاق تھے منشی گیرمی میں شہرہ افاق تھے۔ راہہ پیار لال  
عظیم آبادی کے شاگرد تھے دربار میں مہاراجہ جتہ سنگھ بہادر در بھنگا  
د ۱۲۱۳ھ فصلی تا ۱۲۴۶ھ فصلی مطابق ۱۸۳۹ء کے ذکر تھے۔ مر گئے



راقم کو معلوم نہیں کہ ان کے وارث ہیں یا نہیں۔

اتفاق سے اجاگر چند الفت کے دیوان میں ان کا کہا ہوا ایک  
قطعہ ضروری عبارت کے ساتھ خود ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا نظر سے گذرا  
وہ مجسہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے اس سے ان کی قابلیت اور صلاحیت  
پر روشنی پڑتی ہے۔

”قطعہ مسیحی بہ کارنامہ در وصف و سال بنا، چاہ در بحر ہرج و مرج  
از افکار بندہ، پیچداں سنجو دت متخلص بہ رفعتی۔“

تا ہر گو بند گو شش چہ پختہ نمود	از سال بنا و وصف دے طبع فہیم
از فصلی و ہجری و مسیحی سمیت	ہر چار دریں دو بیت کردم ترقیم
جاہ بصفا ز مزم و سر و دھنکے	شیریں ہمزہ آمد از آب تسنیم
۱۲۳۲ فصلی	۱۲۴۰ ہجری

خوش بامزہ والد بے ہجو زلال	کوثر بہ لطافت دے آبست جمیم
۱۸۸۲ سمیت	۱۸۲۵ عیسوی

تطبیق حسنین چار گمانہ با ہم	تا حال ندیدہ شد ز اسلاف قدیم
انصاف کہ رفعتی چہ در سفتہ بدیع	ایں طرز چو الفتی نمودش تعلیم
سا کا شود۔ عیاں بطرز توشیح	بادل چو تاملے کند طبع سلیم

سا کا بطریق توشیح۔ ۱۷۴۷

مختفی مانند کہ ایں طرز تاریخ از محترعات الفتی است مدظلہ و تفصیل  
انکہ چوں اعداد حروف اوایل و اواخر ابیات بطریق توشیح بادل لفظ طبع  
حرف با ست (ب) و مصرعہ آخر شعر براں است جمع آرند سا کا سال،



کہ در تقادیم ہند یہ مندرج است بہم می رسد و از چہار مصرایع اواسط  
 کہ مشتمل بر وصف آب و بنا و چاہ است از مصرع اول سال فصلی دان  
 دوم ہجری و از سوم سمبیت و از چہارم عیسوی می برآید خاتم۔  
 ساکا سال اس طور پر نکلتا ہے کہ ہر شعر کے اول اور آخر حرف کے  
 عدد کو جمع کر کے لفظ طبع کے دل یعنی درمیانی حرف ب کے دو عدد کو  
 جوڑ دینے سے ۱۷۴۷ ہوتے ہیں۔

(۳۰) پانڈے موہن لال ساکن بکنٹھ پور متصل خسرو پور۔ اردو کے  
 اچھے شاعر تھے ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۷ء میں انتقال کیا  
 گورنر جنرل ہیسٹنگس کے منشیوں میں تھے۔ ہیسٹنگس نے کتاب انشلے  
 ہر کرن کا ایک قلمی نسخہ بھی ان کو بطور تحفہ دیا تھا جو ان کے رشتہ کے پاس  
 موجود تھا۔ ایک عرصہ تک پورنیہ میں قانون پیشہ کی حیثیت سے مقیم رہے  
 اور اس پیشہ میں اس قدر فروغ پایا کہ بہت سی خاندانی ملکیت جس کو ان کے  
 بزرگوں نے فضول خرچی سے کھو دیا تھا دوبارہ حاصل کی۔ ان کے حالات  
 اور شاعری کا ذکر ایک مطبوعہ انگریزی رسالہ (مولفہ پانڈے رام چندر سہا  
 ام۔ اے۔ بی۔ ایل) میں راقم کی نظر سے گزرے۔ یہ رسالہ پانڈے  
 دیو ندر سہاے صاحب عرف ڈپوک بابو آنرری مجسٹریٹ ساکن خسرو پور  
 نے راقم کو دکھایا جو پانڈے موہن لال کے خاندان سے ہیں۔ انہیں سے  
 معلوم ہوا کہ زیادہ قرینہ ہے کہ اردو کلام ضائع ہو گیا لیکن ممکن ہے  
 کہ دوسرے قرابت مندوں کے پاس کچھ محفوظ رہ گیا ہو۔

ان کا سنہ ولادت ۱۸۷۷ء جو مذکور ہوا وہ صحیح نہیں معلوم ہوتا



اسلئے کہ لارڈ ہسٹنگس <sup>۱۸۱۸ء</sup> میں گورنر جنرل ہو کر آئے اور پانچ برس سے کچھ زیادہ یہاں رہے اس وقت پانڈے موہن لال کی عمر پندرہ سال کے قریب ہوگی اور اس عمر میں گورنر جنرل کا منشی مقرر ہونا صحیح نہیں ہو سکتا۔

(۳۱) محنتی۔ منشی میرزا ناکھہ باشندہ عظیم آباد تحفہ انجمن رحمتی یعنی رحمتی کے مشاعرہ <sup>۱۲۲۵ھ</sup> کے گلدستہ میں ان کو "از کمین تلاندہ جناب پیارے لال صاحب آفتی" لکھا ہے۔ تاریخ شعرائے بہار میں بھی ان کا ذکر ہے۔ آفتی کے انتقال کے بعد یہ میر وزیر علی بھرتی سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں کہتے تھے۔ مشاعرہ موسم و چہارم کے گلدستوں سے ان کا کلام اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

### غزل فارسی

تو بامن کردگار من چہ کردی	چنین بد روزگار من چہ کردی
چساں لا تقصیر اگر دیقینم	بجائتم از چہ کار من چہ کردی
حذر کردم بہ نام شروع و ممنوع	دئے آمرزگار من چہ کردی
قوی می داشتم امید الفت	ز بوں حال نزار من چہ کردی
چو کردم اعتراف از جرم و توبہ	عطاے خویش دکار من چہ کردی
دل و دیں باختتم در عشق لیکن	نہ گفتی دلفکار من چہ کردی
نداشتم کہ چندی بیوفائی	سخن با غیر یار من چہ کردی
رخت بینم گل روی تو چہ نیم	دگر بیچ از تو یار من چہ کردی
ہدف کردی مرا از تیر مژگان	چہ مشت بر شکار من چہ کردی
نباشد محنتی را جز تو یارے	بکن رحمے نکار من چہ کردی



## اردو

کب تک رہوں خستہ تن ہمیشہ  
 بیٹی کے فراق میں بعد آہ  
 شیریں نے کیا کبھی نہ کچھ رحم  
 یوسف کی تلاش میں تو یعقوب  
 کیا سود پڑھوں لکھوں جنوں میں  
 اے چرخ مری مسافرت میں  
 ایام شباب میں روا ہے  
 استاد کی تربیت سے محکو  
 یارب جلیل رحمتی کا  
 اب عشق میں محنتی کو شیدا  
 درجنو نم چوسہ ہر تباہم دادند  
 تا مرا عشق بت سرور چاہم دادند  
 عشوہ و غمزہ او نوک سناہم دادند  
 در ہوایش جو مرا شور و فغاں گشت فرو  
 زالتش بجز مرا سوز و گداز است وے  
 ہر چہ رفت از توستم نیست مرا شکوہ نہ  
 گفتم از ساقی کو شرکہ بدہ آب نہ لال  
 مغموم بلا سخن ہمیشہ  
 مجنوں رہا نعرہ زن ہمیشہ  
 محزون رہا کو بہن ہمیشہ  
 سونگھا کیا پیرہن ہمیشہ  
 افسانہ نل و من ہمیشہ  
 کیوں ہوتا ہے رازن ہمیشہ  
 سب رندی و بانگین ہمیشہ  
 ہے مشق و کمال فن ہمیشہ  
 سر سبز رہے چمن ہمیشہ  
 سب کہتے ہیں مرد و زن ہمیشہ  
 طیش خاطر و صد درد نہاںم دادند  
 قاتلش از تہ شمشاد نشاںم دادند  
 ابرو و آد مرا تیر و کمانم دادند  
 کاکل و زلف دوتا بند گیانم دادند  
 وعدہ وصل تو ام تاب تو انم دادند  
 حیف بہ حکم قضا انچہ نہ انم دادند  
 بادہ پوشش با محبت کا انم دادند

محنتی ہرزہ مپو باد یہ عشق بلاست

کو چہ یار مرا جائے اماںم دادند



(۳۲) دھرم منشی دھرم لال ساکن دانا پور پٹنہ ۸۸ء کے قریب مشق  
سخن کرتے تھے گلدستہ بہار مرتبہ عطا بہاری و عطاء صی بہاری نے ان کی یہ  
غزل شایع ہوئی تھی۔

چلا چل کو چہ جانائیں اے دل شاداں ہو کر  
تم اپنے کشتہ کو صاحب ذرا آکر جلاؤ تو  
نہ تمسا خوبرو میں نے کہیں پایا زمانہ میں  
تمہارے حسن نور فزائے کیں آنکھیں می وشن  
گلتاں جہاں میں بوجہ لغت کی نہیں پاتی  
تیاں ہوں صورت بسمل خدا کے واسطے قاتل  
گل و بسمل کے نظارہ سے کب وہ شاد ہوتے ہیں  
مجھے دعت حنائی پار کا جب یاد آتا ہے  
دھرم کا آرزو یہ ہے کہ تیرے باغ سے گل

(۳۳) فقیر۔ لالہ لو کنا تھ سہائے ساکن موضع بچونا پرگنہ نور ہٹ ضلع گیا۔  
۸۸ء کے ملک بھگ مشق سخن کرتے تھے گلدستہ بہار میں ان کی غزل  
شایع ہوئی تھی۔

گیا ہے سیرتشن کو جو وہ خندہ ہاں ہو کر  
مجھے دردِ عالم میں چھوڑ کر غیروں سے ملنے کو  
سنا جاتا ہے کل پھر کلبدن جائیگا گلشن میں  
ہمیشہ آپ کو ہم جان کا مونس سمجھتے ہیں  
یہ دل کھلا رہا ہو مثل غنچہ بے زباں ہو کر  
جلا ہے ادول راحت طلب کیا شاداں ہو کر  
بھلا ہے باغ میں پہلے سے رہنا باغباں ہو کر  
نہیں لازم ستم کرنا ندیم دشمنان ہو کر  
نگہباں رہ رہا شب میر گھر میں پاسباں ہو کر  
خیال زلف میں اس کے رہا میں شام سے بے خود



نہ پرسان بے کوئی حسن کا اے یوسف ثانی  
 ہو ابا زار ازراں کا پہلے گراں ہو کر  
 رسائی غیر ممکن ہو فقیر اس شاہ کے گھر میں  
 اگر ہے شوق ملنے کا تو جا تا بدن ہو کر  
 (۳۴) وکیل۔ لالہ کھچی نراین۔ محلہ دھوپورہ میں کچھ عرصہ تک مقیم تھے  
 اور عدالت میں وکالت کرتے تھے۔ زیادہ حال معلوم نہ ہو سکا۔ آپ کی ایک  
 مزاحیہ غزل ایک بیاض میں جو فی الحال پٹنہ یونیورسٹی کی ملک ہے پائی وہ اس  
 نقل کی جاتی ہے۔

ہر قطرہ سرشک کو گوہر بنا دیا  
 آنکھوں نے اپنی ہم کو دھتر بنا دیا  
 اب تم مجھے ستاتے ہو اے جان کس لئے  
 کپڑے تمہیں بنا دے زیور بنا دیا  
 ہوتا مجھے بھی قرب وہ محمل نشین کا  
 اللہ نے نہ کیوں مجھے اختر بنا دیا  
 آتے ہیں جھوم جھوم کے اس دریا پر غم  
 آنکھوں نے میری ہتھکڑیاں بکھتر بنا دیا  
 فیصل ہوا نہ رخ و الم کا مقدمہ  
 گو دل کو میں نے ڈھکی کلکٹر بنا دیا  
 کم ظل بوم سے نہیں پر تو وکیل کا  
 جس باغ پر پڑا اسے کھنڈر بنا دیا  
 (۳۵) پرشن۔ منشی پرشن لال ساکن موضع پچونا پرگنہ نہٹ ضلع گیا  
 ۱۱۷۷ء کے قریب مشن سخی کرتے اور ان کا کلام گلدستہ بہار میں جس  
 شاہ عطا حسین صاحب عطا بہاری اور شیخ محمد خیرات حسین صاحب عاھی  
 نے قصبہ بہار سے جاری کیا تھا شایع ہوا تھا اس گلدستہ کا ایک پرچہ نمبر ۶۶۹  
 کتب خانہ مشرقی۔ پٹنہ میں اب تک محفوظ ہے۔ نوٹہ کلام یہ ہے۔

جنواب بہر استقبال اس بت تم اے پرشن  
 سنا ہے وہ چلا آتا میرا میہاں ہو کر  
 (۳۶) اختر۔ لالہ درشن لال صاحب۔ منشی پرشن لال پرشن کے بھائی تھے  
 اور انہیں کے کلام کے ساتھ ان کی غزل بھی شایع ہوئی تھی ایک غزل یہ ہے۔



لکھا ہے ایک خط اس نے مجھے بھی دیا ہو کر  
 یہ ساحت تھی بہت آسن جو قاصد کے خط آیا  
 لگاتے ہی تھے خط کو منور ہو گئیں آنکھیں  
 مے گھر میں ہوا مہمان جو وہ غیرت گلشن  
 کیا اختر کو جیسا شاد لے دیا اسی عنوان  
 کیا تحریر احوال اس میں اپنا مہرباں ہو کر  
 پڑھا میں نے دل و جاں اسے کیا شاداں ہو کر  
 مباد خط نے بخشا نور محبو نور جاں ہو کر  
 کھلا میرا دل پڑ مردہ مثل بوستاں ہو کر  
 کرو آنکھیں منور عاشقوں کی نور جاں ہو کر

(۳۷) فطرت - منشی بہاری لال ولد بابو جے کشن لال بن منشی من ہری  
 لال بن منشی مہر وپ سنگھ قوم کا بیٹھ مہری باصو ساکون و زمیندار قصبہ  
 درجہ نگا وکیل عدالت منصفی صرف و نحو غربی مولوی امیر علی الہ آبادی سے  
 اور کچھ دن مولانا امام شاہ اور مولانا بہرام شاہ سے پڑھی تعلیمی اور فارسی  
 میں طغرا و بینا بازار و پنج رقعہ و وقایع نعمت خان عالی و تصاید بدر  
 چاچ و دیوان غنی و تصانیف ابوالفضل و کلیات خاقانی و دیوان انوری  
 و نامہ غلی کا درس بھی مولوی امیر علی ہی سے لیا تھا اردو شاعری میں مولوی  
 مرشد حسن کامل مظفر پوری کے شاگرد رشید تھے ۱۸۵۸ء میں وکالت کا امتحان  
 دیکر منصب وکالت درجہ دوم حاصل کیا ۱۸۷۶ء میں آنرری مجسٹریٹ  
 درجہ سوم مقرر ہوئے۔ دوسرے سال وکیل سرکاری کے عہدہ پر کام  
 کرنے لگے۔

۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء موافق ۱۹۳۷ء سمیت میں انہوں نے

کتاب آئینہ تربیت تالیف کی جس میں تربیت کے تاریخی واقعات کے علاوہ  
 بہترے نامور اشخاص کے حالات بھی درج کئے ہیں۔ خود ان کے حالات  
 اور نمونہ کلام اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔ غزل ملاحظہ ہو۔



روئے تاباں کو جو دیکھا بولے قادیجھے

دھوئے پھرتے ہیں اور آپ چھتے پھرتے ہیں

جوتے ہیں ہاتھ ہم تم پاؤں دکھائے نہیں

جان ہم دیتے ہیں اور تم کھیتے ہو تیغ تیز

ہر کھڑی نام خدا اس بات کو ریتی و فکر

تم نے بھی تک نہ دی اور ہم نے دل تک دیا

ہاتھ پائی جب میں تاروں کو کتا ہر طفل

ہم تو کہتے ہیں صفت اور آپ گالی دیتے ہیں

بوسہ رخسار مانگا تو یہ فرمانے لگے

آپ غیروں تو ناحق روز بختا کرتے ہیں

جانب آئینہ زانو جو دیکھا بول اٹھے

پیار کی نظروں سے تو کب دیکھتے ہیں آپ صر

شبنم۔ بابو بدری ناٹھ بابو بہاری لال فطرت کے حقیقی چھوٹے

بھائی کہتے خلیق اور سلیم الطبع کہتے۔ فارسی اور اردو میں اچھی قابلیت

رکھتے تھے۔ شاعری میں مولوی مرشد حسن کمال کے شاگرد تھے۔ اپنی

ذہانت سے ایک قسم کے حروف ایجاد کئے تھے جس میں خط و کتابت بہت

اچھی طرح ہو سکتی تھی۔ آئینہ تربیت میں ان کی کئی غزلیں مندرج ہیں

بعض اشعار اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں۔

غیروں کو تم پاس بٹھاتے ہو خوشی سے

کہتے ہیں وہ جب بوسہ رخ مانگے شبنم

آفتاب حشر تو دیکھا قیامت دیکھے

اپنی نفرت دیکھے اور میری رغبت دیکھے

اپنی نخوت دیکھے اور میری منت دیکھے

میری الفت دیکھے اپنی عدوت دیکھے

چولی کنگھی کیجئے اور اپنی صورت دیکھیے

میری ہمت دیکھیے اور اپنی ہمت دیکھیے

میری طاقت دیکھیے اور اپنی طاقت دیکھیے

میری عاد دیکھیے اور اپنی عادت دیکھیے

جا کے منہ دھوئے اور اپنی دیت دیکھیے

اپنی عزت دیکھیے اور ان کی عزت دیکھیے

مثل آئینہ کہیں ہوئے نہ حیرت دیکھیے

چوتوں سے قہری کے ہوئے فطرت دیکھیے

یہ رنج تو بندہ سے اٹھایا نہیں جاتا

یہ وہ ہے خزانہ جو ٹھایا نہیں جاتا

یہ رنج تو بندہ سے اٹھایا نہیں جاتا

یہ وہ ہے خزانہ جو ٹھایا نہیں جاتا

یہ رنج تو بندہ سے اٹھایا نہیں جاتا

یہ وہ ہے خزانہ جو ٹھایا نہیں جاتا



جو سوز دل زار لکھنے لگے قلم بن گیا۔ چھڑی ہاتھ میں  
تصور ہے شبہم جو مضمون کا قلم رہتا ہے ہر گھڑی ہاتھ میں  
(۳۹) فقیر۔ منشی کیولا پر شاد ساکن مظفر پور۔ بڑے ذی علم  
شاعر و ادیب اور خوش نویس تھے۔ عربی، فارسی، سنسکرت اور اردو  
میں پوری دستگاہ رکھتے تھے اور خوشنویسی میں خورشید رقعی مشہور  
تھے صوفیوں سے خاص شغف اور عقیدت رکھتے تھے چنانچہ حضرت سید  
شاہ علیم الدین بلخی قدس سرہ سجادہ نشین خانقاہ فردوسیہ قتیہ  
سے مخلصانہ اور عقیدت مندانہ مراسلت رکھتے تھے۔ موجودہ سجادہ نشین  
عزیزی حکیم شہید تھی حسن بلخی سلمہ اللہ تعالیٰ کے کتب خانہ میں فقیر کا  
کچھ کلام اور دست خاص کی لکھی ہوئی وصلیوں میں فقیر کے طبع زاد  
اشعار اور فقیر کا ایک خط موجود ہے ان کی نقلیں آئندہ سطور میں ترجیح  
کی جائیگی۔ گزشتہ سال اردو نمائش میں ان کے دیوان کا ایک قلمی نسخہ اور  
اس کے ساتھ ایک مثنوی جس میں انہوں نے اپنی سرگزشت لکھی ہے پیش  
کی گئی تھی اس کے اشعار سے معلوم ہوا کہ راجا رام نرائن موزوں اور  
ان کے بھائی راجا وادھیرج نرائن ان کے بزرگوں میں تھے بعض اشعار یہ ہیں  
میں احوال اپنا لکھوں مختصر نہیں کذب کا اس میں کچھ ہے اثر  
کہ تھے از بزرگماں من رنگ لال دو فرزند ان کو لکھوں ان کا حال

(دو فرزندوں سے رام نرائن اور دھیرج نرائن مراد ہیں)  
دویم وارث از روئے شہینگی؟ ولے بخت سے محکوم شدہ مندی؟  
نہیں ہے معاش و نہیں ملکیت مگر اک وجہ رزق زب کی کیفیت



ہوئے جبکہ ناکلم ہمارا ج خود  
 کہ از حاکمان سلف سبق برو  
 ہوئے تھے ہمارا ج معزول جب  
 ہوا ضبط جاگیر بھی اس سبب  
 مشاہرہ مقرر ہوا کچھ قلیل  
 کہ گزرا برس دو برس اس سبب  
 ہوئے جب ہمارا ج بکینٹہ باسن  
 ہوا قبضے میں جملہ ان کا معاش  
 کہ تھے وارث از روئے شہینگی  
 ریاست سے گزری بفرخندگی  
 کہ اسم ان کا تقارے بنواری لال  
 نہ تھی کچھ کمی ان کو دولت و مال  
 آگے چل کر انہوں نے لکھا ہے کہ یہ بنواری لال کے وارث  
 تھے لیکن ان کی وفات کے وقت کم سن ہونے کے سبب مخالفت نے  
 جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ فقیر کے دیوان کا کاتب اپنا نام شتاب رائے  
 ساکن لودیکٹرہ پٹنہ بتاتا ہے کہ کتابت ۱۲۶۷ھ فصلی کی ہے۔ اس دیوان  
 میں ایک رباعی دیا بہادر بخشی کی بھی ہے جس کی آخر بیت یہ ہے۔  
 یہودہ نہ کر تو فکر دنیا بخشی کر عیش جہاں میں زندگانی جہنگ  
 معلوم نہیں دیا بہادر بخشی کون تھے۔

کتب خانہ خاندانہ فتوحہ سے جو کلام اور وصلیاں دستیاب  
 ہوئی ہیں ان میں فقیر کی تصنیف سے ہفت بند نعت شریف ہے  
 جس کے صفحہ اول پر یہ عبارت ہے۔

"بغایت الہی ہفت بند نعت شریف فقیر غامی کیولا پرشاد  
 خورشید رقی طبع زاد خود بقصبہ مظفر پور قلعی نمود۔ ۱۲۸۶ھ ہجری  
 اس کا اول بند یہ ہے۔"



## بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام اے فریق ذات با دنیا و دین  
 اسلام اے مقصد تنہا قرآن میں  
 اسلام اے بارگاہ ہمت بارگاہ کبریا  
 اسلام اے بادشاہ انبیاء اولیا  
 اسلام اے شوکت تاج و علم لوح و قلم  
 نام تو تسبیح باشد ہر ملک را ہر ملک  
 سرور را ہر دوسرا از رحمت امیدوار  
 از طفیل خیر تو معدوم شد شر از جہان  
 در دوار و ہر نفس شتایا فقیر بے تو ا

اسلام اے ذات پاکت رحمۃ للعالمین  
 اسلام اے وصف شائستہ طاوہا و یاسین  
 اسلام اے آستان مہبط روح الامین  
 اسلام اے عقبہ ات بالا تر از عرش برین  
 اسلام اے جلوۂ تو نور خالق بالیقین  
 رشتہ آن ربکہ اسلام با جہل مستین  
 رحمت للعالمینت گفت رب العالمین  
 تو خدا فرمود در شان تو خیر المرسلین  
 یا محمد مصطفیٰ و یا علی مرتضیٰ

آخری بند یعنی بند ہفتم کے بعد جلی حروف میں فقیر کی یہ رباعی  
 ہے ان کے دستخط کے ساتھ ہے۔

ہے نقل ہفت بند و ظیفہ فقیر کا  
 مولانے وہ عروج دیا اس فقیر کو  
 منشی ہوں پاے تخت جناب امیر کا  
 چکرار ہا ہے ہوش فلک پر دبیر کا  
 (از فکر فقیر کا تبالحروف)

اس کے بعد دوسرے صفحہ پر ان کے ہاتھ کی لکھی ایک رباعی اس قدر  
 خوبصورت نستعلیق میں لکھی ہوئی ہے کہ اگر یا قوت المستعین زندہ ہوتا تو  
 اس کی پوری داد مل سکتی تھی۔ دیکھنے والوں کا اس صفحہ سے نظر ہٹانے کو جی  
 نہیں چاہتا ہے۔ بہر کیف اس کی نقل یہ ہے۔



## بعنایت الہی

اے کشتور عیش زیر فرمان تو باد بر خلق و جہاں ہمیشہ احسان تو باد  
ذات تو مقدس است و مقبول خدا این عبد و نیر العبد قربان تو باد  
رہنہ عقیدت نہاد کیو لا پر شاد خورشید رنجی

نقل خط (بنام سید شاہ علیم الدین بلخی قدس سرہ)  
محضور معدن النور جناب قبضہ دنیا و دین و کعبہ صداقت پیشگان و اتقایی  
دام کتبہ و کرامتہ۔

آداب و تسلیم فدویانہ و عقیدت مندانه بجا آورده عرض میرساند کہ بافتن  
الہی باقبال جناب عالی مقرون خیریت بوده بدعاے دولت مصروف  
مستعدیت پس از مدت مدید بورد و ہربانے یا رشفیق سراپا دانش و تمیز  
یعنی منشی عبدالعزیز صاحب خیر و عافیت مزاج مبارک دریافتہ شکر خداوند کرم  
بجا آورد و بافضال بندگان حضور کمترین از عیواری حق لاحقہ شفاے طلیفت  
و آداب شکرانہ ی رساند قبول خدمت بندگان عالی باد و زمانی مولوی فضل  
حق صاحب شنبہ بود کہ دایرہ دولت بندگان حضور جلوہ پیرایے  
این دیار خواهد بود حقا کہ کمال آرزو داشت مگر شومی طایع محروم ساخت  
باز معلوم شد کہ بعد ایام بر شنگال قدم فیض لزوم رونق افزایے ابن سواد  
خواہد بود دیدہ باید کہ آن روز کدام روز کدام روز خواهد بود کہ گردنعلین شریف  
سر نہ چشم خواهد نمود و امیدوار کہ بندہ عقیدت نہاد حضور فیض پر نور  
از عنایت کریمانہ محروم نہ ماند زیادہ عداوب۔

آرزو دارم کہ خاک آن قدم طویلاے چشم سازم و مبدم



عرضی فندی نیاز عاصی کیولا پر شاد خورشید رقی ۱۲۴۲ھ

از قصبہ مظفر پور۔

عرفی مکرر اینکہ از کلمت اکثر خطوط تلف شدہ است بنا بر بلا کلمت

بیرنگ ارسال داشت۔

سایا عی (بعنایت الہی)

فرض ہے مومن کو مرنا ماتم حسنین میں اس سے بہتر مرگ کی صورت نہیں کوئی نہیں

یا علی یہ بندہ عاجز فقیر بیوا ہونا احسنین پر عشرہ کے شور و شین میں

(از فکر فقیر کاتب الحروف کیولا پر شاد خورشید رقی)

ول

کہتے ہیں عزا کو کہ صانع کرتے ہیں مجبور ہیں ہم سن کے قنع کرتے ہیں

ایمان ہے فقیر بس عزائے حسنین کافر ہیں وہ جو اس سے منع کرتے ہیں

(از فکر فقیر کیولا پر شاد خورشید رقی متخلص بفقیر)

فقیر کی وصلیوں کے علاوہ ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہفت بند کاشی

کی ایک نقل بھی نظر سے گزری۔

(۳۰) جنگ بہادر۔ متخلص باسم خود۔ رائے کالکا مہارے رئیس اعظم

موضع بھکر اضلع مظفر پور۔ کے بیٹے تھے۔ عربی، فارسی اور اردو میں تصنیف

و تصانیف کا ذوق رکھتے تھے ان کا خاندان تربت میں بہت ممتاز تھا۔ ان کے

اجداد و عہد سلاطین تیموریہ میں علاقہ تربت کے صدر قانون گو تھے خود رائے

جنگ بہادر انگریزوں کے عہد میں آئری میجر رٹ کے عہدہ پر ممتاز تھے۔

تاریخ ولادت تخمیناً ۱۳۳۲ء دریاقت ہو گیا ہے۔ ان کی تصانیف سے



کئی کتابیں تھیں جو اب نایاب معلوم ہوتی ہیں کلام بھی نایاب ہے۔ بڑی تلاش کے بعد ان کے دست خاص کا لکھا ہوا ایک قصیدہ نظر سے گزرا جو فی الحال پٹنہ یونیورسٹی میں موجود ہے وہی اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔ یہ قصیدہ ۱۸۶۵ء میں مظفر پور میں نمائش کے موقع پر گورنر جنرل اور حکام ضلع کی مدح میں کہا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ان کی تصنیف سے ایک رسالہ عربی میں موسوم بہ سرور المحزونین مورخہ ۱۲۸۵ھ بھی راقم نے پٹنہ یونیورسٹی کے شعبہ مخطوطات میں محفوظ کر دیا ہے اس سے ان کی عربی دانی اور علم تصوف سے شغف کا پتا ملتا ہے۔

قصیدہ در ذکر مدح جناب لاٹ صاحب گورنر جنرل بہادر و محامد حاکمان ضلع دارباب کمیٹی نمائش گاہ مقام مظفر پور ضلع تربت چکبہ خامہ بندہ جنگ بہادر۔

پیدا کیا جو داور دوار نے جہاں	کتم عدم سے جلوہ خلقت کیا عیاں
علم و ہنر سخاوت و اقبال و مردی	بخشنا خدا نے عالم انساں کو بیگیاں
پر و ہمت ہر کسی کی نہیں یک لفظ یہی	بیشک کمی و بیشی ہر فرد میں عیاں
جس پر کہ لطف حضرت پروردگار ہی	عنصر میں اس کے پانچوں مرکب میں بیگیاں
شام و عراق و روم و خراسان ملک ہیں	تاتار اور ختن و خطا اور سیستان
تا وسیع دھونڈا عقل نے عنقا سے علم کو	پایانہ غیر خطہ یورپ میں کچھ نشان
لاریب وہ زمین ہے گنجینہ علوم	ہر علم و ہر ہنر میں ہر سبقت سچوں کو داں
مینو سواد اس کو جو کہئے تو ہے بجا	یا غیرت اہم کہوں یا روکش جہاں
شہر اس کے ہیں نفیس کہ رضاں بھی کھکر	قطرات ساسنیل میں خجالت ہو نہاں



شادابی اور شگفتگی نہ بہت فزایہ  
جنت کا کیوں گماں نہ ہوا تار خلد کے  
نہیں ہیں سلسبیل و مکانات قصر خلد  
اشجار و اداں کے ہمسر طوبی ہیں لطف میں  
ہے خاک ایسی مشک جسے کچھ بوسا  
نسرین نشتر چنبیلی ہیں جن کے نام  
ابر بہار کا تو سدا و اداں قیام ہے  
بادِ سحر میں لطف یہ ظاہر ہے بر ملا  
آب و ہوا و اداں کی نہایت کردل پذیر  
پوچھے جو کوئی دیکھا ہے تم نے کبھی ملک  
کہنے کو بس جواب یہ کافی و ختم ہے  
علم و ہنر کا ذکر گروں اداں کے کیا مجال  
حکمائے ماسبق کی دہی دیں گاہ  
نام ہنر سے پہلے کسی کو نہ علم تھا  
قربوں میں اور مصروں میں اضلاع میں کام  
گو آنکھ والے... پشتِ فلک یہ دس  
شاہان ماسبق کا جو کچھ اختراع ہے  
گردوں سے اس کے درگاہِ عالی کے گویں  
نایاب مستند ہوا اس جہان سے  
عنقا اب اس دیار میں وہ مستند ہے

جس کی نسیم سے ہے معطر مشامِ جاں  
ظاہر تو ہے بدیدہ انصاف ہمگناں  
دوشیزگانِ حور ہیں علماں کو دکاں  
سر سبز عیادوں کی سبزہ خمدار دلیراں  
ہو زرد و در مقابلہ میں جس کے زعفران  
کہتے ہیں سبزہ اے مزاہل اسے وہاں  
آیا کبھی نہیں ہے وہاں موسمِ خزاں  
ہوتا ہے خونِ مشک نہ نافِ آہواں  
ہوتے ہیں سببِ حسین دطرحدِ اردماں  
جو اس طرح پہنکتے ہوں ترانیاں  
فردوسِ تم نے دیکھا ہے بتلاؤ نشان  
بقراط و جالینوس اداں کے ہیں جاہلاں  
علم و ہنر کا جس میں ہوا نام اور نشان  
اہلِ فرنگ سے ملا فرنگ کا نشان  
ذرا رواجِ علم نے پایا بہرِ مسکاں  
ہے غارِ مساک یہ اندھوں کا دیدباں  
اس سے اندوں کے ناکِ ہمیشہ ہے و اداں  
ہر روز اس کے جو دے اس کی ہیں دیاں  
دولت سے بہرہ و رہو اہر فرداں  
گردن پھر کے دیکھو جو قاروں کو یکے ملاں



## فی التکلیف ممدوح

تکلیف کو اس کے عدل نے تو لا جو کو ہے  
از لکہ وہ خفیف ہوا یہ ہوا اگر اس  
ہے رائے میں مشتاب کا اس مرتبہ غلو  
قطب فلک ہے جس کے مدارج کا یکنش  
محیر کے خط کو راست منجم کہا کئے  
کجر الی اس کی رائے سے الی ہوئی عیاں  
لہو ان نور عقل کا تاباں ہو اس قدر  
نخلت کا داغ ماہ کے چہرے پہ عیاں

## فی الانتظام نمائش کاہ

قانون عدل و داد کا عالم میں شور ہو  
اینگ جس کے درس کا رکھتے ہیں اور ان  
پرابت تک عوام کو اس سے خبر نہ تھی  
عدل پدر کو ظلم سمجھتے ہیں کو دکاں  
آمین ... رموز کا عقدہ ہوا عیاں  
بالفعل جو ہوا ہے نمائش کا استہام  
ہو جنس و فصل و نوع کا جبہ نگاہاں  
اس روز غرض عام کی ہو خاصیت عجیب  
کیا خوب ہو وہ روز کہ جس روز میں تمام  
اشیائے نادر آد غرایب جہان کے  
روئے زمین کو زیب ہو جس چیز سے تمام  
باغ ارم ہونچا ہے نمائش کی جاہگاہ  
اس روز کو جو دار جزا کہئے ہے بجا  
روئے زمین کی سیر تو کرنا محال ہے  
پر جس کو شوق دید صنایع کا حق کی ہو  
صنعت کی دید حق ہے کہ صنایع کی دید ہو

## در مدح ارباب کمیٹی

گو بزم میں نمود ہیں سب نیک اختراں  
ہیں ماہ حور ہر انہیں الوا لغرم حاکماں



کیا شان ساجی کی جیسے برآشکار کیا نور عدل و داد کا صورت سے رخیاں  
 اقبال سائباں ہے دولت ہے زیر پا میں مجمع علوم و نیا بیج جو دے  
 بال بیا کا چتر ہے ادج فلک سکاں دریا نمط میں دست کرم سے گزشتاں  
 رشک چمن ہمیشہ رہا گرچہ یہ دید تو صیف مبروں کی اگر کچھ تم کروں  
 مہدم سے سروروں کے ہوا اب کیکشاں قمر طاسی سر نرازی سے ہو چکے آسماں  
 بستان عدل ہے تو یہ ہیں کباریاں حکام میں محیط تو یہ جو سبار ہیں  
 در خاتمہ

طاقت میں تو تو جنگ بھادریچ ہے بس فکر دل پریر تر ی و بر فاجواں  
 میدان مدح کا تو اگر شہسوار ہے شہر تیر خامہ کی اب دیکھ لے خدا  
 خواہی جو جوابے محیط سخن کا تو بیشک جناب لاش میں اس در کے قدواں  
 ابابہ تیرے شاہوں کا دایم سلوک تھا تاج الملوک لاش بھی تھوڑے ہو مہرباں  
 انعام عام سے یہ تعجب کہاں کر وہ اس چھوٹے پنا میں کو دیں شجہ سرور مہراں  
 پروردگار عالم و خلاقا کائنات اس خمد و سلطنت کا ہو مہرم نگاہاں  
 تیغ ظفر ہدام لازم ہو تخت کی سکھ رہے ہمیشہ بڑے نہیں رواں  
 (۴۱) قدوسی۔ لالہ سیوک رام دیکھ عدالت دیوانی مہر عینہ سخن شہور میں  
 ان کے یہ صرف دو شعر ملے۔

جی کو نہ چین ہوئے نہ آرام پائے دل پھر کس امید پر کوئی تم سے لگائے دل  
 اور ہکا رہانی دوپٹہ بھی اچھی آؤ کبھی ایک دن تو کشت امید غریباں سبز جو  
 رائے بچا تھ پر شاد غنیمت کے مشاعرہ کی بیاض لکھ ۲۷ میں ان کا کلام  
 مع نام و نشان بہت کافی مقدار میں پایا گیا وہ بجز اس جگہ درج کیا جاتا ہے۔



نے خواہش انسان نہ پر یاد کریں گے جی کو نہ غم بھر میں برباد کریں گے  
گل گشت نباتات سے دل شاد کریں گے گلزار میں نظارہ شمشاد کریں گے  
یاد اب نہ کسی کا قدم آزاد کریں گے

روحانی عالم کا اگر تجھ کو نہیں ڈر او ظالم بے رحم ذرا خوف خدا کر  
اس دل کے ستارے کی سزا ہو گی مقرر دنیا میں نہیں زور تو محشر میں ستمگر  
اللہ کے آگے تری فریاد کریں گے

محبت میں ہی لطف حاصل ہے مری جاں کرنے پہ بھی جانے کے نہیں دل سے یہ ارماں  
اس دپ کے ممد ترے اس صفت کے قرباں توروں میں کہاں زوا و اصوات انسان  
جنت میں بھی دنیا کے مرنے یاد کریں گے

رہتی نہیں انسان کی صدا ایک سی حالت نہماں میں و دن کے یہ سامان مسرت  
یہ لطف نہ پھر ہو گا نہ ہو نیکی یہ صحبت ساقی نہ ر کے دور یہ موسم ہے غنیمت  
پیری میں جوانی کے مرنے یاد کریں گے

غیروں کے لئے ہم سے نکر غمزہ بجا غصہ دل غم دیدہ عاشق کو نہ دلوا  
دیکھ اوستم ایجاد جفا پیشہ خدا را ہم خاک نشینوں کا ستانا نہیں اچھا  
ہل جائیں گے افلاک جو فریاد کریں گے

آئینہ صفت صفحہ دل کر کے مصفا رکھتے ہیں جو بے مد نظر صورت زیبا  
فدوی بھی رکھتے ہیں مگر دل میں تمنا لکھیں گے سراپا شر اس لعبت چیں کا  
کار تلم مانی و بہزاد کریں گے



## غزل طرچ

جان جاوے یہ نہ ہو خواہش جانان پیدا  
 اس طرف جانے کے مرنے لگے سماں پیدا  
 خواب میں کر کے تے گیسو شکو کا خیال  
 تھے یہ انداز نہ بلی کے نہ شیریں کے طور  
 وصل کی شب ہی سحر کو بھی خداوند کریم  
 آئے وہ ماہ تو ہو رونق مہتاب و چند  
 راہ چلتے کبھی ہو جایا کرے یاد اللہ  
 روٹھ کر تم سے ملے جا کے جو تم غیروں کے  
 تجھ پس چل نہیں سکتا ہی و گرنہ اودوست  
 یاد آئے جو شب وصل میں یام فراق  
 رات آغوش میں تھایا و قابل مہتاب  
 اٹھ گیا سلسلہ ہر دو فنا عالم سے  
 تو وہ محبوب صنم ہے کہ جہاں میں تجھ سے  
 عرش سے تابہ زمین تجھ پہ سمجھی مایل ہیں  
 گرمی محبت اغیار ابھی ٹھنڈی بنو  
 کوئی شیریں کوئی بلی کوئی کتا و دمن  
 دل بیتاب نہ رہنے نہ دیا ہم کو کہیں  
 بے وفا تو ہے پر یزاد مقرر ورنہ  
 ایک دن بھی رخ روشن نہ دکھایا تم نے

سہرے یا نہ لہے جو نہ یہ سماں پیدا  
 توشہ راہ عدم گردن نالان پیدا  
 روز کرتے ہیں حریف شب بھراں پیدا  
 کچھ نہ دھنگ کے تم نے مری جاں پیدا  
 بد نے خورشید کے جوسے بہ تاباں پیدا  
 چاند لی رات میں ہو مہر درخشاں پیدا  
 ربط اتنا تو کرو ہم سے مری جاں پیدا  
 رنج تھا اور ہوا رشک رقیباں پیدا  
 بیل پر یوں بھی کہتے ہیں انساں پیدا  
 دل نے کیا کیا نہ کئے حسرت اراں پیدا  
 نشہ مئے نے کیا لطف و چندان پیدا  
 دوست سے مرنے لگی دشمنی جاں پیدا  
 نہ پر یزاد ہوا کوئی نہ انساں پیدا  
 نام خویوں میں کیا تم نے مری جاں پیدا  
 مہر دستوں سے کریں ہم چوستاں پیدا  
 نام کیا کیا نہ کئے تم نے مری جاں پیدا  
 سیکڑوں شکر مئے لاکھوں بیاباں پیدا  
 اس قریب کے تو مچتے نہیں انساں پیدا  
 روز کرتا ہے سحر مہر درخشاں پیدا



غم فرقت کی نہیں تاب ہیں اے ندوی  
یا خدا جلد جواب ملے گا سماں پیدا

زروئی رنگت سے ہیں بھی بچا زور ہو گیا  
دیدہ لڑنے لڑنے آنسو کا سہارا ہو گیا  
دل تصور کرتے کرتے عین دہر ہو گیا  
عشق نے آخر کو رنگ حسن دکھلایا گھٹے  
کیا تغافل کی کھٹی یہ بھی نہ پوچھا کون ہو  
ماشتاق و مشتوق میں جوتے ہیں کیا کیا احتیاط  
کھائیں غم آنسو پین باتیں سنیں اخبار کی  
دشت و جنت میں بونی عین کی جگہ بزم  
صاف میرا عکس ہو اس میں نہیں کسرا  
رہو دل کہتے ہیں اس کو دیکھا رقصاں  
حقا غنیمت کا وقت وہ پہلو سے صدمہ اٹھ گیا  
ایک جنا ہوتا نہیں تب آپ کو دم بھرتار  
مل گیا دل سے ہیں دلدار کا اپنے سراغ  
غواب میں بھی ہم تو کچھ ہیں حیانوں کا حال  
جھک کے ہم ان سے لے اختیار غیرت کے  
اس سراپا ناز کے قدموں پہ سر ہمدرد کیا  
وصل کی شب گر نہیں گستاخیاں تم سے تو ہیں  
کیوں خفا ندوی تمہارا تم سے دہر ہو گیا

کھا کد پر خشت کی دولت تو نگر ہو گیا  
دل ہمارا صبر کرتے کرتے چھوڑ ہو گیا  
ذہ ربط نور سے ہر منور ہو گیا  
غرض سمجھتے تھے جسے وہ عین ہو ہو گیا  
میں کئی دن آپ کے گھر بندہ پر ہو گیا  
چھو لیا دامن کو کپڑاں جا رہے ہر ہو گیا  
یہ تری سرکار سے ہم کو مقرر ہو گیا  
ہر کچھ لانا بھد کی وادی میں رہ رہ ہو گیا  
آئینہ کو دیکھ کر کیوں تو مکر ہو گیا  
پاؤں گھرانے لگے اور سر کو چکر ہو گیا  
چلتے ہی چلتے نیا سماں محشر ہو گیا  
کس طرح غیروں کے دل میں ابکا گھر ہو گیا  
طالب پنا آپ تھا میں شوق رہ رہ ہو گیا  
قصہ یوسف زینب نقش دل پر ہو گیا  
قامت پر خم ہمارا ان کو خنجر ہو گیا  
قرض یہ ہم سے ادا اٹھ اکبر ہو گیا



(۴۲) مختار ملار خوب لال عظیم آبادی عدالت میں مختار کا پیشہ کرتے  
تھے اور اسی رعایت سے مختار نخلص کیا تھا۔ رائے بھنٹہ پور شاد غنیمت کے  
مشاعرہ ۱۲۷۷ھ کی روداد میں ان کا ذکر اور یہ غزل پائی گئی۔

گر کہ در نظر میں عصف رخ جاناں پیدا  
مطلع نور سے ہو مطلع دیواں پیدا  
سرو قد تو ہے دہن غنیمت عارف گل ہے  
تو نے اے شوخ کیا حسن گستاں پیدا  
قد موزوں سے ترے اس کو بھلا کیا نسبت  
یہ نزاکت کو کرے سرو گستاں پیدا  
جاتے ہی فصل بہار کی خزاں کے باعث  
تختہ گل میں ہوئے خار منیلاں پیدا  
جوش پر آئے ہمارا جو یہ سیلاب سرشک  
کشتی نوح سے ہوئے ابھی طوفان پیدا  
نہیٹ پر خند کیا موز دروں کو لیکن  
دیدہ تر نے کیا یہ غم پنہاں پیدا  
قد مختار کی لازم ہے سخن دانوں کو  
پھر نہ ہو گا کبھی ایسا بھی سخن داں پیدا

(۴۳) شاد۔ بابو گنگا پرشاد عظیم آبادی۔ رائے بھنٹہ پور شاد غنیمت کے  
مشاعروں کی روداد ۱۲۷۷ھ میں ان کی یہ غزلیں میں زیادہ حالات  
معلوم نہیں۔

جلوہ گر جس گھر میں تو اے ماہ انور ہو گیا  
ماہ ہر روزن ہوا ہر ذرہ اختر ہو گیا  
کس طرح آئے جواب نامہ خود دید ہو  
بہل شیدا گل رخ کا کیو تر ہو گیا  
فصل گل میں کیوں نہیں ملتا ہر گل کا داغ  
بھٹنے سے گل پہ کیا سرخاب پر ہو گیا  
تو خداے حسن ہو ملتا ترامعراج ہے  
پامں تیرے جو گیا بیشک پیمر ہو گیا  
آتے ہی فصل بہاری کے ملا جام شراب  
گل کی گلیوں سے بٹھے کو بھی کیا ہو گیا  
خیر سے تو ملتفت ہو ملو حسرت دہی  
جس کو تم ناچیز سمجھے تھے وہ عمر ہو گیا  
سن کے میرے شعر کو کہنے لگے اہل سخن  
شاد بھی اس عمر میں کیا ہی سخن ہو گیا



(۴۴) عاجز۔ لا کہ کلام پر شاد و غلیم آبادی شاگرد مستی بہر لال شکیب

تاریخ شعر اے بہار میں ان کا ایک شعر یا گیا۔ ان کی تین غزلیں رحمتی کے  
تکدستہ سوم و چہارم (۱۲۹۵ھ) میں موجود ہیں وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔

لشکر ہے اپنے ساتھ غم و رنج و آہ کا  
یہ ابر ہے کہ عکس ہے بخت سیاہ کا  
گر ہے یہی طریق تری رسم و راہ کا  
نے سوز دل ہے اب تو نہ شعلہ و آہ کا  
اس چشم سر نگیں پہ نہ کس کس کا دل لسا  
یوں ہی رقیب ناز اٹھائیں گے آپ کے  
خستہ کیا خراب کیا محکوت سپہ بھی  
میری تو راہ عشق میں کی کچھ نہ رہی  
سینہ میں اپنے طائر سبمل سا ہر طیاں  
ابر و کے بوسہ پر میں سزاوار قتل ہوں  
ہر روز گھر رقیبوں کے جایا نہ کھئے  
اک عمر رشاک یوسف کفان کی تلاش  
پہلو سے مرے چھید کے دل کو کل گیا  
رنج شب فراق میں اندھیرا رہے  
پہلو تھی کر یگا یہ دل ہم سے ایک دن  
ملک عدم میں اپنا ہو چنا محال ہے  
منہ دیکھنے کی ان کے تو صورت نہیں ہی

اندوہ و یاس ہے کہ رسالہ سیاہ کا  
یا چھا گیا فلک پہ دھواں میری آہ کا  
اٹھ جائیگا رواج زمانے سے چاہ کا  
بگھتا ہوا چراغ ہوں میں صبح گاہ کا  
کشتہ نہیں ہو کون خدنگ نگاہ کا  
معلوم ہو گا حال مرے بعد چاہ کا  
اب تک نہ جی بھر فلک کینہ خواہ کا  
کیا خضر ساتھ دیو بس گے گم کردہ راہ کا  
یہ دل بد ف ہوا کسی تیر نگاہ کا  
خود اعتراف محکوت ہے اپنے گناہ کا  
کچھ بھی تو کہنا مانئے اس خیر خواہ کا  
کشتے کنوئیں جھکاے براہے چاہ کا  
اللہ رے توڑ آپ کے تیر نگاہ کا  
آنا یہ گھیر گھیر کے ابر سیاہ کا  
کرنا یہ بے سبب نہیں اک آہ کا  
منزل ہو دور سر پہ ہو بوجھا گناہ کا  
پردہ اساطیر گیا ہے ہجوم نگاہ کا



اس آسماں نے خاک میں گولا دیا  
 کہتے ہیں ایر تر جسے وہ اپنا اشک ہو  
 احساں سے موت کے مجھے تو نے بچا لیا  
 گر کر کنویں میں جان میں بدوں کا بدن  
 آئے عدم سے ہستی میں تھے خالی ہاتھ ہم  
 دونوں میں اس کے روئے مصفا کا نور ہو  
 واعظ چھڑایا چاہتا ہے شغل عشق تو  
 گشتگی و بخت کا اپنے یہ ہے اثر  
 دو گز کفن سوا تو نہ کچھ ساتھ لے گیا  
 خاک بحد سے رنگیں شہلا ہوئی نمود  
 ہے دل کے آئینہ میں تری شکل جلوہ گر  
 عاتزیہ وہ غزل ہو کہ فیض شکیب سے

دیگر

نمکن نہیں ہم سے کہ کبھی ترک فدا ہو  
 لے جذب محبت تری تاثیر سے کیا ہو  
 انسان ہو چمن میں تم سب کے جدا ہو  
 لے زلف معنبر تری کیا ہم سے شام ہو  
 اچھا نہیں ہوتا مرغن عشق کا بیمار  
 کیا جرم و گنہ کیا میری تقصیر خطا ہے  
 کیا حسن خدا داد ہے لے بت ترا داد

باقی نشاں گدا کا ہے نے بادشاہ کا  
 بجلی ہو جس کا نام وہ شعلہ ہے آہ کا  
 قاتل بھلا ہو اس تری تیغ نکلاہ کا  
 یوں ہی رہا جو جو شترنخداں کی چاہ کا  
 اوریاں سے لے چلے ہیں ذخیرہ گناہ کا  
 کیا رتبہ اس کے سامنے خورشید و ماہ کا  
 یہ مشغلہ جو ہے مجھے شام و پگاہ کا  
 پھر نامری نظر سے تمہاری نگاہ کا  
 اک شور تھا جہاں میں سکندری کی بجاہ کا  
 کشتہ جو تھا کسی کی میں چشم سیاہ کا  
 کسو اسطے اٹھاؤں میں احساں نگاہ کا  
 بزم سخن میں شور ہوا داد و اہ کا

ہر خند دل اپنا ہدف تیر جفا ہو  
 خود آ کے میں وہ جو مرا بخت رسا ہو  
 حوروں سے ہو بہتر کہیں پر یوں کے صوا ہو  
 تشبیہ دیں گر مشک خن سے تو خطا ہو  
 وہ درد ہے جس کی نہ عیسیٰ سے دوا ہو  
 کچھ کھل کے کہو کس لئے تم مجھ سے خفا ہو  
 دیکھے جو فرشتہ بھی تو سو جان سے فدا ہو



بے وجہ نہیں اس فلک پر کو گردش  
 منظور نظر ہوئے تو لے جاؤ اڑا کر  
 شک ہے دل گم گشتہ پہ اپنے تو یہی ہے  
 چلتے تو ہو انگھیلیوں کی پیال مری جاں  
 سینے سے بیٹ جاؤ جو لے کاں ملاحت  
 ہر بات پہ شہر کرتے ہو ہر دم ہو اٹھتے  
 کیا جانتے تھے لے کے مگر جا میں کے دل  
 کر بیٹھے یوں ہی عشق بتاں سمجھے نہ بوجھے  
 ہم عشق بتاں چھوڑ تو دیں حضرت ناصح  
 لالی نہ کبھی نکھت کیسوئے معبر  
 تم وہ ہو کہ تم پر ہیں ندایم سے ہزاروں  
 کیونکر کف افسوس نہ حسرت سے ملے وہ  
 عاجز نہ رکھو چشم و قدامہ رخوں سے  
 بغیر دیدار وے جاناں تھے رہا کریں گے  
 یہ سن والے کسی پہ لے دل کبھی نہ مہر و وفا کرینگے  
 کئے جو اس بت مڑے زندہ لگے سب پس میں کہنے  
 درد پہلو کی اتنا شدت بہت بولے ہماری حالت  
 بتوں سمجھے تھے بھوکے دہر پہ نکلے یہ اتنا سخت پھر  
 بھری دل میں بخار کلفت تب حدائی کی و حرا  
 نہ بک تو بہودہ ناصح اتنا دماغ میرا عبت نہ تو

عاشق یہ جوانی پہ کسی کی نہ ہو اہو  
 حاضر ہے یہ دل دیکھتے کیا سوچتے کیا ہو  
 اس زلف مسلسل میں الجھ کر نہ رہا ہو  
 غمناں کی آواز سے محشر نہ پیا ہو  
 پھر کیوں نہ یہ زخم دل صد چاک ہوا ہو  
 کہ نہ بیٹھیں جو کچھ ہم بھی تو کیا جانے کیا ہو  
 کس طرح تھلے جی میں کسی کے جو دغا ہو  
 اب تر پو پو پرے حضرت دل اور کرا ہو  
 پر غم بسر ہونے کی صورت کہو کیا ہو  
 چل دور ہو لے باد صبا یاں سے ہوا ہو  
 بغیرت کی جگہ یہ ہے کہ تم خیر کو چاہو  
 دل جس کا تری اکھٹی جوانی یہ پسنا ہو  
 جب تک کہ بنے تم سے محبت کو بنا ہو  
 اجل تو تھک کر اچکا دے اپنا فراق میں چلا کرینگے  
 دغا کرینگے دغا کرینگے دغا کرینگے دغا کرینگے  
 دی ہیں یہ جن معجزہ سے ہمیشہ مڑے جیا کرینگے  
 اجل تو آجا کہ ہوئے صحت کہاں تک دکھ سہا کرینگے  
 نہ جانتے تھے کہ دل کو لیکر ہم سے ایسی دغا کرینگے  
 اگر سو زردوں سلا دھو میں ہی سے اٹھا کرینگے  
 چھوین گے ہم تنوں کے لٹا غم و الم سب ہا کرینگے



کرو جو جو رُجھا سو کم جو نہی کچھ اس کا بھی علم ہو  
کیا دل نہیں تم صدمے غریز کچھ بھی کھانا تم سے  
میں عشاق خاک میں پھر رہا دوانے کو کبوا  
جلن کر کہیں میں نہ ادا بھی سے جاتے ہیں نگین سے  
یہ جوش پر آشوب کا جو جیوں ہو گئے عرق کوہ وادوں  
یہی میں گردے جنوں کے تو پھر کے دامن میں شکر ہے  
جنوں کے ہاتھوں تک آئے بہارِ بیا بی ٹانے نے  
نہ کر تو عاجز ہوں الفت یہ کھلائی کی بھولی صورت

قسم جو جب کہ دم میں مگر کھنی ترک واکرنگے  
رہی تو اک جان تن میں یکے اسے بھی اک ذرا کرنگے  
جو یوں ہی اچان و زو اور شب گئے گئے نہا کرنگے  
تو ان نام خدا جو ہو گئے تو اک قیامت بہا کرنگے  
ہے کا شکل جناب گردوں یوں ہی طو نا اٹھا کرنگے  
پھر یہ ہر اک طرف لڑے سہ سے درپے ہو کرنگے  
رفو مگر طرح زخم دل کے یہ چاک کننگ سیا کرنگے  
کریں گے کب تجھ سے یہ محبت ہمیشہ جو جفا کرنگے

(۲۵)

نسیم۔ بابو ہر ہر چرن عظیم آبادی زیادہ حال معلوم نہیں۔  
راے۔ بیجا تھ پر شاد سنگ کے مشاعرہ ۱۲۷۷ھ کی بیاض میں ان کی یہ غزلیں پائی گئیں۔

دست زکام کا ترے محک جو سودا ہو جائے  
نہ کسی چشم کو کھل اس کے جو دکھوں میں کہیں  
اس کی فرت میں ان آنکھوں کو روا رکھتا ہوں  
یہ میرے معلوم ہوں یہ سرو سہی باغ میں سب  
چشم جادو کے اشارے سے جسے میں مرے  
نہی نظروں کو پھر کر بھی دیکھے قاتل  
دل بیمار تب بھر کو کہتے ہیں طبع  
گر تیری چشم یہ مست کو دیکھے باقی  
شوخی غیج بہت دیکھ رہا ہوں میں نسیم  
دل میں بے غلجس خم زلف پریشاں پیدا  
کیوں شہادت کے لئے لوگ تمنا نہ کریں

یہ بیٹھا کچھ برا باہر یا ہو جائے  
خارا آنکھوں کے تلے نہ گس شہلا ہو جائے  
کوئی جاناں کہیں سیل سے دریا ہو جائے  
گر تصور میں کہیں وہ قد بالا ہو جائے  
منفعل دیکھ کے کیوں نہ مسخا ہو جائے  
طرفہ العین میں عالم تہ و بالا ہو جائے  
شہرت وصل یاد و اکھی اچھا ہو جائے  
جاگ صہبا کا مقرر اسے دھو کا ہو جائے  
باغ میں ہنس کے وہ بوئے تو یہ سوا ہو جائے  
بال امینہ میں لڑے بت ناداں پیدا  
زخم بھی مٹتے ہیں اس تیغ کے خنداں پیدا



گل داغ اس نے ہزاروں ہی دے میں محلو  
کیا میں تشبیہوں لعل لباناں سے  
کیوں لاتے ہو بس آجاؤ گئے لگ جاؤ  
غشقیہ ترکان شکر کے جو موت آئی لھتی  
ہے پر بڑا دوں سے اب ہم کو ہمیشہ صحت  
ٹیرھی ٹوپی جو ہر ہر پر تو کمر میں تو چھری  
اس کی رفتار سے تشبیہ سراپا ہے غلط  
آنکھ دکھائی ہے کیا اس نے جن میں جا کر  
اے تصویر تری اتنی تو عنایات رہے  
مر رہا ہوں غم فرقت میں تجھے یہ گریز  
خواب دیکھا جو زبیا کی طرح میں نے نسیم

دمندرجہ ذیل غزل اول ورق غائب ہونے سے ناتمام ہے

خال و خط کی اس کتابی رخ کے محلو  
کیا کہوں سوزت پیراں کی گری لاناں  
جب کہا ہم نے کہ محلو غار صہ دے کا  
اے جنوں سودا ہی کس محبوب سیم اندام کا  
نامہ بر کی کچھ نہیں حاجت ہی محلو اوپری  
سہرے کے مصرعہ کو کائیکامقور باغیاں  
بن ترے او گل بدن بکھے جو ہم کل کشت کو  
سوز غم مکتوب ہی نامہ میں میرے قاصد

شکر ہے دل میں ہوا ایک گلستاں پیدا  
ایسی زنگت تو کرے لعل بدعشاں پیدا  
کر چکے تم تو بہت فتنے مری جاں پیدا  
مرے مدمن سے ہوئے فارغیلاں پیدا  
ہم بھی دنیا میں ہوئے رشک سلیمان پیدا  
خوب اک وضع یہ کی تم نے مری جاں پیدا  
یہ جھلائے تو کرے کبک خراماں پیدا  
زگسین ہوتی ہیں کیوں باغ میں حیراں پیدا  
جب خیال آئے تو ہو جلوہ جاناں پیدا  
اوپری کچھ بھی تو کرا لفت انساں پیدا  
میری نظروں میں ہو جلوہ جاناں پیدا  
دمندرجہ ذیل غائب ہونے سے ناتمام ہے

پارہ پارہ کیا مجھے قرآن ازبر ہو گیا  
آبدل کا مہر ایک انگر ہو گیا  
ہنس کے بولے وہ اچی تھکو یہ کیوں نہ ہو گیا  
حلقہ زنجیر ان پاؤں میں زیور ہو گیا  
عشق سے نامہ ہمارا خود کبوتر ہو گیا  
گر تمہارے قد موزوں کے برابر ہو گیا  
خارا نکھوں میں ہماری ہر گل تر ہو گیا  
مرغ نامہ بر چارہ اک سمندر ہو گیا



یاد میں میں اُس کتابی رخ کے ایسا کھل گیا  
 استخوان ہر ایک میرا تار بستر ہو گیا  
 کیا کہوں وہ غبارِ خاطر نالانِ نسیم  
 آج کل وہ تند خو ہم سے مکدر ہو گیا  
 (۴۶) غنیمت۔ رائے بھٹا کھ پر شادِ خلفِ رائے کو سل سنگہ رئیسِ عظیم آباد  
 اردو شعر و شاعری سے خاص شغف رکھتے تھے۔

انہوں نے اپنے مکان پر ۱۲۰۰ فٹ میں بڑے دھوم دھام سے شاعر  
 کئے تھے۔ دو شاعروں کی غزلیں تاریخِ مشاعرہ اور شعرا کے نام و تخلص کے ساتھ  
 ایک بیاض میں راقم کی نظر سے گزریں ان شاعروں میں عظیم آباد کے اکثر مشاہیر  
 شعرا شریک ہوئے تھے غنیمت کی غزلیں اسی بیاض سے نقل کی جاتی ہیں۔  
 نوئے گلِ کانٹوں پر صورت جو ذرا دکھلا دو  
 چاکِ اماں کسے غنیم جو قباد دکھلا دو  
 گرمی آتشِ بے دردِ حنا دکھلا دو  
 جا کے گلشن میں نکلوں کو کفِ پیاد دکھلا دو  
 رات بھر غنیم نہیں آئی ہے بیتابی سے  
 اب تو منہ چاند سالے ماہِ نقاد دکھلا دو  
 سینہ کر چاک دکھاؤں تمہیں دل میں لے گیا  
 ہنس کے بولا کہ بہت خوب ذرا دکھلا دو  
 منہ کی خوبانِ پریرہ کو دکھلا دو صاحب  
 آج چل کر کوئی اندازِ نیا دکھلا دو  
 بند ناقوس کی آواز ہوئی نالوں سے  
 اب صنم جلوہ دیدار ذرا دکھلا دو  
 گر تمہیں دام میں لانا ہو کسی وحشی کو  
 زلف پر پیچ جو ہے دامِ بلا دکھلا دو  
 چال میں کدے تیری چال سے جی اٹھتے ہیں  
 ہو بیا حشر جو ٹھوکر کی ادا دکھلا دو  
 زلف بکھراؤ ذرا چہرہ نورانی پر  
 اس غنیمت کو کہیں ملک خطا دکھلا دو  
 صاف ہر ذرہ میں ہو صورتِ جاناں پیدا  
 نور کچھ بھی تو کرے دیدہ حیراں پیدا  
 تیرے دانتوں کے تصور میں جو میں دیا ہوں  
 مری آنکھوں سے ہوئے ہیں درغلطاں پیدا  
 کیا انہیں گر یہ شبنم پہ ہنسی آتی ہے  
 کیوں صبا، باغ میں گل ہوتے ہیں خنداں پیدا



گل بھی دیوانے ہوئے کیا ترے اے شک چمن  
 دیدہ دل سے اے دیکھوں تمنا ہے یہی  
 کیا میں شبیہ وں سلاکے زنداں کرتے  
 فرقت یار میں و تا ہوں غنیمت دن رات  
 جب مرے دل کو خیال ماہ پیکر ہو گیا  
 وہ رے تاثیر جذب نارہ شبگیر کی  
 کیا ہی طوفاں خیز ہو اے حشر لوح آستین  
 اس قدر صدمے اٹھائے تیری فرقت کے صدم  
 بے کلی محکوش ہجر اں رہی اے شک گل  
 کس پر یہ پیکر کا سودا ہوئی خوش خوش  
 اے غنیمت اب بقول آتش رنگیں بیاں  
 (۴۷) شاد۔ بابو سیٹاپت عظیم آبادی ان کا زیادہ حال معلوم نہ ہوا۔  
 ان کی غزلیں مع نام و تخلص بیاض مشاعرہ ۱۲۷۱ھ طرپانی گئیں وہ اس  
 جگہ بحسنہ نقل کی جاتی ہیں۔

بعد مدت یہ ہوئی صحبت یاراں پیدا  
 عرض ہے جو ہر عارض کا ترے چہرہ تور  
 گر نکھیں نعل گہر بار ترے دریا میں  
 سبزہ خط کی رخ یار پہ ہے تازہ بہار  
 باغ میں دست حنا بستہ جو تو دکھلاے  
 پر تو رخ سے ہر اک ذرہ ہوا مہر منیر

پھاڑنے کے لئے کرتے ہیں گریباں پیدا  
 خانہ چشتم میں ہو جلوہ جاناں پیدا  
 آبداری تو کرے گو ہر غلطاں پیدا  
 بچے میں رونے کو بس دیدہ گریاں پیدا  
 آہ آتش بار کا ہر شعلہ اختر ہو گیا  
 آج میرے گھر میں سو سو بار دہر ہو گیا  
 دامن دریا بھی اب تو اشک سے تر ہو گیا  
 دل ہمارا چوٹ کھاتے کھاتے پتھر ہو گیا  
 خار جالے قمر بن گل ہر تار بستر ہو گیا  
 خانہ زنداں مرے رہنے کو کیا گھر ہو گیا  
 دل ہمارا عبیر کرتے کرتے پتھر ہو گیا  
 (۴۸) شاد۔ بابو سیٹاپت عظیم آبادی ان کا زیادہ حال معلوم نہ ہوا۔  
 ان کی غزلیں مع نام و تخلص بیاض مشاعرہ ۱۲۷۱ھ طرپانی گئیں وہ اس  
 جگہ بحسنہ نقل کی جاتی ہیں۔

تازہ مضمون کر اے شاد سخن داں پیدا  
 تیرے کوچہ سے ہوا روضہ ضواں پیدا  
 رنگ پا قوت کرے گو ہر غلطاں پیدا  
 فصل گل الی ہوا باغ میں ریحاں پیدا  
 سرو کی شاخ سے ہو پنچہ مرجاں پیدا  
 ہرستے سے قمر کرتی ہو افشاں پیدا



شاد دل شاد ہو آتی ہے چلی فصل بہار  
 جیسا کہ اکمل کے جس جا میں گلستاں میں  
 ممکن تھا کہ ہوتا ایک عالم تابع فرماں  
 کوئی ساقی سے کدے کے گلشن میں بار آتی  
 خدائی میں ہو کدنام کا فر لوگ کہتے ہیں  
 غزالوں کی تری آنکھوں کی نسبت ترنا سب سے  
 بیکار کچھ گئے آنکھوں میں آماں شبِ صلت  
 سخنِ سخن کا ہم بھی ادعا ہے شاد لکھتے ہیں

(۴۸)

فرد - بابو کالی پت عظیم آبادی خالبا باؤسیتا پت شاد کے قرابت مند  
 تھے ان کی غزلیں مع نام و تخلص اسے جتنا ہند پر شاد سنگ کے مشاعرہ  
 (۱۷۷۷ء) کی یاد میں ہیں پائی گئیں جو اس جگہ بجنسہ درج کی جاتی ہیں۔

طافی ابرو سے ہوا کعبہ ایماں پیدا  
 ٹھو کریں کھانے ہوں پامال ہر کسٹھی وشت  
 مہندی ملو ا کے قیہوں سے جلایا بکو  
 حسن کا پوسٹ کنڈاں کے فقط شہرہ کھا  
 علی اس شوخ سمن بونے جو مہندی تو کھلا  
 عکس اس ہر جہیں کا جو پڑا پانی میں  
 نظم پیرانی جو منظر رہے تم کو لے فرد  
 کوئی دشت زدہ مجھ ستانہ ہو گا دور دور میں  
 سمجھ کر آئیاں بس لگانا شاخ پر گل کی

گریہ ابرو سے ہو کا گل خنداں پیدا  
 خدائے گل رخاں میں جتنے ہیں کسے حیدر میں  
 کھلا تھا نام ہیرا لے پری ہر سلیمان میں  
 سے گنگا پنا لطف دینا ہو گلستاں میں  
 تھے عاشق جیسے بت تو آیا فرق پا میں  
 کز مطلق اور مطلق کا ہو فرق انسان حیوان میں  
 گل و بلبل کو دیکھا ہم نے جیہ ہم گلستاں میں  
 ملا دیتے ہیں اپنی انظم کو ہم نظم سجاں میں  
 (۱۷۷۷ء) خالبا باؤسیتا پت شاد کے قرابت مند  
 تھے ان کی غزلیں مع نام و تخلص اسے جتنا ہند پر شاد سنگ کے مشاعرہ  
 (۱۷۷۷ء) کی یاد میں ہیں پائی گئیں جو اس جگہ بجنسہ درج کی جاتی ہیں۔  
 بدلتے زمزم کے ہوا چاہ نہ نخی اپنا  
 چاں تیری جو کرے کبک خراں پیدا  
 یہ نیارنگ کیا تم نے مری جاں پیدا  
 تیرا نامی نہ ہو پار کوئی جاناں پیدا  
 شاخ نسری سے ہوا پھر سر جاں پیدا  
 برج آبی سے ہوا ہر درخشاں پیدا  
 ابتدا ہی سے کرو طرز سخن خنداں پیدا  
 نہ اکدم چین ہو گھر میں نہ آسائیں بیاباں پیدا  
 لگے میں جا بجا پھندے رگ گل کے گلستاں میں



کلی بیلے کی پتوں میں پھپھالے شرم منہ کو  
 دل زار میں رہتی ہے خدا کے حسن کی صورت  
 نہ دیکھا ویدہ انصاف نے تجھسا کوئی دلبر  
 تمہارے دست رنگیں کی نزاکت کچھ کر جانی  
 نہیں، فرد کو کچھ غم جو تو نظروں سے غائب ہے  
 تھی شکل آئینہ و پھری چشم حیراں میں  
 تمہارے دانت گھل جائیں اگر گھیرستاں میں  
 تصویر یوں ہی اک بت کا ہر میر و بیجاں میں  
 برنگ شمع کو جلتا رہا بزم حبناں میں  
 نہ کیوں مرجاں پھپھالے منہ کھنکھارے  
 تری شکل آئینہ و پھری چشم حیراں میں

(۸۹) حشمتی۔

بچے عرصہ تک مظفر پور میں منصفی کے عہدہ پر فائز رہے اور ۱۸۹۶ء میں  
 گیا میں صدر اعلیٰ تھے۔ اردو و فارسی دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے۔  
 میر و زیر علی عبرتی سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ خاں بہادر مولوی سید خیرات محمد  
 صاحب محب بی اے۔ بی اے ساکن پالی ورہیں گیا سے بہت ربط رکھتے تھے چنانچہ  
 انہوں نے اپنی تصنیف خمسہ کاملہ میں لکھا ہے کہ راے ماتا دین محرم کی غلبوں  
 میں شریک ہوا کرتے ہیں اور انہیں کی سعی سے میر ہادی و حمید صاحب ۱۸۹۷ء  
 میں گیا تشریف لائے اور سال بسال آیا کہے راے صاحب آئمہ اطہار سے خاص  
 عقیدت رکھتے تھے چنانچہ خمسہ کاملہ میں ان کی یہ رباعی بھی درج کی ہے۔

خوشادہ لوگ جو آئے ہیں بزم ماتم میں خوشادہ ہاتھ جو پیٹے حسین کے غم میں  
 وہ دل ہو خاک ہو جس میں اہل بیت کا غم وہ آنکھ پھوٹے جو۔ دلیانہ ہو محرم میں  
 مذکرہ سخن شعرا میں ان کا ذکر اور یہ شعر پایا جاتا ہے۔

دیکھیں گے حسن جو رتو پھسلے گا دل ضرور جنت میں بھی یقیناً نہ آرام پائے دل  
 راے بچنا تھ پر شاد غنیمت کے مشاعروں کی بیاض (۱۲۷۱ھ) میں انکی

یہ غزلیں ملیں۔



ہم نعل اگر جو وہ خورشید پیکر ہو گیا  
 کیا قیامت ہو پڑا زعفرانی آپ کا  
 جتنا روتا ہوں ہری ہوتی ہر اس کشت غم  
 اس نے وہ آنکھیں اٹلی چوٹیاں ل پر لگی  
 ایک گل جب بار دوشس باد صحر ہو گیا  
 تیرے دیوانے میں نازک گل سے بھی لے ناز میں  
 تو نہیں آتا کسی صورت سے یہ ملتا نہیں  
 اڑتی پڑتی یہ خبر یک صبا نے دی مجھے  
 زندگی کا لطف محکو جان دینے میں ملا  
 بے ترے لے بحر خوبی جب نہانے میں گیا  
 یاد میں اک بادہ کشت کی دل فنا ہونے لگا  
 سخت جانی نے مری اس کو پشیمان کر دیا  
 بزم میں دیکھا جو محکو اس آنکھیں پھیریں  
 آگ پانی میں لگاتا ہے ہمارا سوز دل  
 حسرتیں جو دل کی بھتیں سب دل میں رہ گئیں  
 تیغ قاتل کی بدولت اپنا پردہ رہ گیا  
 خلق کے طعنے سنے سوا اچھے درد لکھے  
 دشت میں مجھ نا تو ان کو خوب سرگرداں کیا

داغ تھا جو اپنے سینے میں وہ اختر ہو گیا  
 جس نے دیکھا آپ کو جامہ سے باہر ہو گیا  
 دامن ابرہامی دیدہ تر ہو گیا  
 غیر کی آنکھوں کا دھمیلہ محکو پھر ہو گیا  
 بیاباں کے ہوش اڑنے کے لئے پر ہو گیا  
 سوچ بے گل کا جھونکا محکو پھر ہو گیا  
 کیا غم جہاں مجھے چھاتی کا پتھر ہو گیا  
 خط کے ٹارے اڑ گئے پرے کو تر ہو گیا  
 اب جواں محکو قاتل اب خنجر ہو گیا  
 حلقہ گرداب دریا محکو خنجر ہو گیا  
 دور جام مے مری نظروں میں خنجر ہو گیا  
 ہاتھ میں قاتل کے پانی پانی خنجر ہو گیا  
 ہائے کیا برگشتہ آج اپنا مقدر ہو گیا  
 اشک کا قطرہ جو نکلا صاف اٹکا ہو گیا  
 وہ نہ آئے اور مراد وعدہ برابر ہو گیا  
 زخم دامن دار بھتے بھتے چادر ہو گیا  
 جو نہ ہونا تھا وہ سب لے بندہ پرور ہو گیا  
 دور جام مے ایاغ سر کو چکر ہو گیا

سینہ تو مدت ہے ماتم سرا اے شہمتی  
 ایک دل باقی تھا وہ بھی درد کا گھر ہو گیا



مے گل پرین کی جب ہوئی آنگستاں میں  
 مے میں ہر کھاکر یا درنگ سہر جاناں میں  
 یہ کس دشت زدہ کی خاک ہے مرنے پر سزا  
 جہاں جو رنگ دیا... لطف دیتا ہے  
 سبک سیرن جانے کی مناسبت ہی کون کرتا ہے  
 شکر خوروں کو دیتا ہے شکر امڈاے زاہد  
 سنگھار کئے زلف غنیریں ان کو ہار دے  
 نظر بازی کا لپکا قید میں بھی محکوم رہتا ہے  
 نہ دیکھا جیتے جی صیاد گلشن کی اگر خصلت  
 صبا کیوں کہ میری طرح اوارہ پھرتی ہے  
 تری زلفوں سے کیا تشبیہوں یہ کب مقابل میں  
 تصورات دن رہتا ہے خوش چشموں کا آنکھوں کو  
 تجھے کہتے نہ تھے ہم زمزمہ سخی نہ کر بیس  
 مریضان محبت ہوں داکے کس لئے طالب  
 کیا ہوشمندی زخمی مجھے تیغ تبسم نے  
 عشمی روتے ہو کیوں ہیں ماہ پیکر سیکڑوں  
 گندی رنگ ان کا کیا ہی اک بلبلے جان ہے  
 شکل میری بچہ کے کہنے لگے وہ ناز سے  
 کرو یا ضبط قنات جا بجا سینہ کو چاک  
 آپ کی ڈیوڑھی بھی کیا کوئی زیارت گاہ ہے

ارادنگ چمن خجوں منہ ڈالا گریباں میں  
 بنایا جامے دفن ہمارا کشت ہرقاں میں  
 گولانکے اڑتی پھرتی ہر دشت بیاباں میں  
 گولادشت میں جو جھلے نکلتا گلستاں میں  
 نسیم صبح کا مانع نہیں کوئی گلستاں میں  
 شراب پاک و رندوں کا حصہ مرغ رضواں میں  
 ترے یوانوں کو غش غش آتے ہیں ندان میں  
 جڑی میں پی آنکھیں وزن دیوارہ اندامیں  
 موعے پر خاک بسلا رکے پونچے کی گلستاں میں  
 مگر اس کا بھی دل الجھا کسی کی زلف چاں میں  
 نہ ایسے خم ہیں چاں میں یہ بوشق چاں میں  
 ہوا و آسماں مرغ نظر کا نرگستاں میں  
 تری آواز پر صیاد پھر ہو پنا گلستاں میں  
 میسا جو مزا ہے درد میں ہ کبے درماں میں  
 گل خنداں کا عالم ہے ہمارے خم خنداں میں  
 دل سلا ہے تول جائیں گے دلبر سیکڑوں  
 آسیائے عشق میں رتے ہیں پس کر سیکڑوں  
 ایسے دیوانے پڑے پھرتے ہیں رد سیکڑوں  
 ہو گئے دل کی نظر بازی کو اب رہ سیکڑوں  
 جب نہ تب دیکھو کھڑے رہتے ہیں رہ سیکڑوں



دست رس پائے نگارین نگ نہیں تانا نصیب  
 حشمتی باز آؤ اس سے جی لگاؤ اور سے  
 خندہ گل سے ہر مزدل نالاں پیدا  
 دہن غنچہ نگل سے یہی آتی ہے صدا  
 مردم دیدہ نہ اس پر وہ نشیں کو گھوڑیں  
 جان آئے تن بے جاں میں جو آئے بہار  
 کشتہ ناوکِ مژگانِ ستمگرہوں میں  
 مرے دم تک بچتے کھل پچیاں کا یہ بل  
 رفتہ رفتہ غمِ فرقت میں ہوا اپنا وصال  
 مار رکھا تو حسینوں کی اداسوں نے مجھے  
 صدے کچھ کم تو نہ تھے گور کی اندھیری کے  
 آدمی ہو تو سماجت پہ مری رحم کرو  
 پر تو حسن رخ یار کا یہ سب ہے طلسم  
 تھا ازل سے جو میں اس حسنِ قداد کا نحو  
 دیکھ کر شعلہ رخسار کو دل خاک ہوا  
 کیسی ساعت میں لگایا تھا یہ نخلِ امید  
 لیکے باز ارحسیناں میں اسے خوب پھرے  
 قسمیں کھائی تھیں وہ لکھے تھے مچلکے کیسے  
 لے پری چہرہ سراپا جو ترانہ نظم کروں  
 جب ہوئی فکر سخن تیری ہم آغوشی میں

مر گئے مثل جناح شاق پس کر سیکڑوں  
 حوروش لاکھوں ٹپے میں ماہ پیکر سیکڑوں  
 خاکِ بیل سے ہوا ہے یہ گلستاں پیدا  
 چاک کرنے کو ہوا ہے یہ گریباں پیدا  
 چادر اشک کر اور دیدہ گریباں پیدا  
 ہو رگ بر بہاری سے رگِ جاں پیدا  
 کیا عجب خاک سے مری ہو نیستاں پیدا  
 پھر نہ ہو سیکا کوئی سلسلہ جنباں پیدا  
 بڑھ کے کی درد نے خاصیت دے جاں پیدا  
 روز ہوتے ہیں نئے جان کے خواہاں پیدا  
 کیوں ہوئی پھر یہ بلائے شبِ ہجراں پیدا  
 گر پری ہو تو کریں ہم بھی پری خواں پیدا  
 وہ نہ ہوتا تو نہ ہوتے یہ گلستاں پیدا  
 صورتِ آئینہ آنکھیں ہوئیں حیراں پیدا  
 گرمی حسن نے کی آلتش پنہاں پیدا  
 نہ ہوا کھیل کوئی جز حسرت و حیراں پیدا  
 جنسوں کا نہ ہوا ایک بھی خواہاں پیدا  
 پھر کیا ربطِ رقیبوں سے مری جاں پیدا  
 مصرعہ قامت موزوں کہو دیواں پیدا  
 سارے مضمون ہو دست گریباں پیدا



حشمتی برعصتی ہی جاتی ہے یہ بیماری ل کوئی اس روکا ہوتا نہیں رہاں پیدا

(۵۰) بدر۔ راجا گنگا پرشاد شاگرد گل محمد خاں ناطق کمرانی زیادہ حال معلوم نہ ہوا پیشتر فارسی کہتے تھے ان کی دو غزلیں فارسی میں چتر حشمتی کے مشاعرہ چہارم کے گلدستہ میں نظر سے گزریں وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہیں۔ تاریخ شعر ہے بہار میں ان کا صرف ایک ہی شعر مندرج ہے۔

### غزل

اول از بارگہ عشق شامم دادند  
ناخدا ترس بتانند کہ از سنگدلی  
آستینے نفشانند بچشم نمناک  
دلے بیرحمی و فریاد از بی بیداوی  
دل بدادند مگر صاعقہ کردار طپاں  
دو چشم از بار فراقش نہ سبک شد تا زلیت  
گردش چرخ بیک چشم زدن پس انگند  
لے دل فاختہ خوبند لب آہ کشا  
شکوہ نیست بجز شکر و صبوحی لے بدر  
تا کہ سوداے سر زلف بتانم دادند  
طاقتم طاق مرصفاے فراقش کردند  
چشم بد دور کہ از سناغ چشم بدست  
چہ زخم گام بہ میدان فراغ عشرت  
از منے صاف محبت چو حقم بشمرند

بعد ازین منصب فریاد و فغانم دادند  
شیشہ دل بشکستند و ہجامم دادند  
بدم مرگ کفن ز آب روانم دادند  
دل ر بوندند بشادی غم جانم دادند  
چشم دادند و لے اشک فشانم دادند  
بعد مردن بہ کہ این خرقہ ندانم دادند  
پیش ازین آنکہ ہمہ شوکت شامم دادند  
مژدہ ز امداد سرور و انم دادند  
گرچہ صد داغ بدل ماہ رخانم دادند  
پالے زخم زنجیر گروانم دادند  
قوت صفت سراپا بہ توانم دادند  
بادہ ہوش را با منجی گانم دادند  
در کف طالع پالنگ عنانم دادند  
جرعہ چند دادم بہ ہانم دادند



لہذا الحمد کہ بالاف زنی کا اے نیست  
 خدمت دشت نور دی چو پیا یاں آمد  
 صفت عاجزی و ضبط چنانم دادند  
 رہزناں صغیر منزکاں بسہ منزل وصل  
 از پے آہ زنی حکم روانم دادند  
 ہمہ تاراج متاع دل و جانم دادند  
 جہل با جاہل اہل نتواں کردہ خوش  
 تو بد اں بدر کہ گویا نہ نہ بانم دادند

(۵) شاد۔ راے درگا پرشاد عظیم آبادی راجا رام زاین موزوں  
 کے ورثا میں تھے مردان علی خاں رعنا کے شاگرد و رشید اور خود صاحب دیوان  
 تھے ان کا دیوان اور ان کی تصنیف سے ایک مثنوی موسوم شکوہ و محبت  
 کے قلمی نسخے گزشتہ سال پٹنہ کی اردو نمائش میں پیش کئے گئے تھے مثنوی غالباً  
 طبع بھی ہوئی تھی لیکن اب مطبوعہ نسخہ نایاب ہے۔ تاریخ شاعرے بہار میں  
 ان کا مختصر ذکر اور ایک شعر پایا جاتا ہے۔

دن کو جو شغل گریہ تو شب کو آہ کا پوچھو نہ حال کچھ مرے حال تباہ کا  
 کمزور سکھراج بہادر رحمتی کے مشاعروں میں ۱۲۹۵ھ میں انہوں نے  
 غزلیں پڑھی تھیں۔ قین کلمہ ستوں میں ان کا کلام نظر سے گزرا جو اس جگہ  
 نقل کیا جاتا ہے۔

سر سبز ہو یہ چمن ہمیشہ  
 ہوں بھر میں خستہ تن ہمیشہ  
 قائم رہے انجمن ہمیشہ  
 پابند غنم و نحن ہمیشہ  
 افسردہ چمن میں دیکھ مجھ کو  
 لے جان جہاں تمہیں ہے زیبا  
 یہ تازہ باغچین ہمیشہ  
 پہنے ہی رہو کفن ہمیشہ  
 آخر کو یہی لباس ہوگا  
 مرقہ میں یاد رفتگان سے  
 خلوت میں ہے انجمن ہمیشہ



بس دیکھ کے تیری شوخ چشتی  
 و حشت میں پھر ہر ن ہمیشہ  
 ثابت نہ ہوا دہن تمہارا  
 باتوں میں رہا سخن ہمیشہ  
 تیغ ابرو کی یاد میں آہ  
 رہتا ہوں میں خستہ تن ہمیشہ  
 یہ مشک ہوا نہ دور چہیں سے  
 زلفوں میں رہی شکن ہمیشہ  
 لے دل تو اگر ہے مایل عشق  
 پڑھ قصہ نل و من ہمیشہ  
 زنا رکھے میں عشق کا ہے  
 اور من بت کا ہوں ہمیں ہمیشہ  
 پھر خط نہ ہو تکل کے غائب  
 عاشق پائے وصال معشوق  
 زلف مشکیں کی نکھتوں سے  
 بلیبل کو ملے چمن ہمیشہ  
 اللہ رے جو سن قلزم فکر  
 ہلکے چمن و ختن ہمیشہ  
 مجھ سے دم بھر کی گرم جوشی  
 مضمون ہے موج زن ہمیشہ  
 شیریں نے کبھی نہ بات پوچھی  
 غیروں سے ہے یہ چلن ہمیشہ  
 گردن میں مری بندھی تازیت  
 مرتا رہا کوہ کن ہمیشہ  
 مجنوں ایک لیلیٰ کا بنا ہوں  
 ان گیسوؤں کی رسن ہمیشہ  
 سو یا جو لپٹ کے رات و کل  
 اس سے بھاتا ہے بن ہمیشہ  
 بس دیکھ کے میرے زخم سینہ  
 ہے طبع رواں میں جوش مضمون  
 دل کے دینے کا یہ مزا ہے  
 بوسہ کی طلب پہ وا قسمت  
 اک رات کے وصل کی حد پر  
 دھمکن کو رہی جلن ہمیشہ



ہے باخت فرحت دل و جاں

سو عذر کئے کبھی نہ آئے

پھولوں میں نہ جام میں سماؤں

سن سن کے مرا کلام اور شاد

دن کو جو شغل گریہ ہے تو شب کو آہ کا

رکھنا نہ دیر کا نہ مجھے خالق کا

دشمن بنا دیا مجھے اک رشک ماہ کا

اچھا نتیجہ محکو دکھایا ہے جاہ کا

دکھلائے پیچ کا کل شہزنگ کے مجھے

راتوں کا ترپنے میں ان کو خبر نہیں

رہتا ہے کچھ بھی باقی نہ مرقد میں اختیار

ہم سے ہو احتیاط رقیبوں سے احتیاط

آئے اگر جفا یہ وہ سفاک کینہ جو

قاتل ہو لائیکا یہ ظلم حشر میں

بے وجہ ہو کبھی سے قیامت کی بے رحمی

مڑکاں کی صفت کھڑی ہو براجمی ہوئی

مانو نہ مانو تم کو ہے ہر طرح اختیار

موسیقی لگا میں سرمہ طور اپنی آنکھ میں

اے شاد محکو کچھ نہیں روز جزا کا غم

ہمارا یار گر ہم سے جدا ہو

یہی ہے آرزو اپنی خدا سے

شغل شہر و سخن ہمیشہ

اچھا نہیں مکرو فن ہمیشہ

بر میں جو ہو کلبدن ہمیشہ

دل شاد ہیں اہل فن ہمیشہ

پوچھو نہ حال کچھ میرے حال تباہ کا

یار ب برا ہو اختر بخت سیاہ کا

یار ب برا ہو اختر بخت سیاہ کا

یار ب برا ہو اختر بخت سیاہ کا

کیونکر نہ مشکوہ میں کروں بخت سیاہ کا

شاید اثر بھی جاتا رہا اپنی چاہ کا

ہے ایک حال اس میں گداور شاہ کا

ظالم نے خوب مصنگ نکالا ہے چاہ کا

دنیا میں پھر محل نہیں کوئی پناہ کا

ناحق تو خون کرتا ہے مجھ بے گناہ کا

کیونکر کھلا خیال ہو تم سے بناہ کا

مشکل ہوا ہو چننا بھی تیرنگاہ کا

احوال سن تو لو مرگہ حال تباہ کا

محکو ہو نور عین عبا را اس کی راہ کا

رکھتا ہوں میں وسیلہ حبیب الہ کا

خدا جانے ہمارا حال کیا ہو

کہ اس بت سے برآر مدعا ہو

دیگر



ہوا کھنڈی ہے بجلی کو نارتی ہے  
 ہوا دل نادرک مرگاں سے گھایل  
 ہمارے ان کے ہوگا فیصلہ جب  
 طیبوں نے کیا ہر چند دار  
 رہے اب شاد کبتک زار و نالان  
 یہ الفت نے مجھے وحشت عطا کی  
 چھوٹی جب زلف مشکیں دلربا کی  
 کیا ایفانہ تم نے وعدہ وصل  
 فقط تقریر چھوٹی کھٹی زبانی  
 خیال قدموزوں سے پس از مرگ  
 جو مانگا بوسہ زلف مغیر  
 کئی دن سے ہے بدلا رنگ گلشن  
 یہ آتی ہو صدا تربت سے ہر دم  
 مجھے سودا ہے زلف مشکبو کا  
 یقین ہے منزل مقصود ہی ایک  
 نہ پایا بت کو گو پھکا بہت سر  
 بہت دریائے الفت میں ہے غرق  
 کبھی چلا کے میں رویا نہیں ہوں  
 چٹنا صبح دم غنچوں کا گچیں  
 مراد نیا کا جنت میں کہاں ہے

ستم ہے وہ اگر ہم سے جدا ہو  
 اب اس سے اور کیا جور و جفا ہو  
 ادھر وہ ہوا ادھر میری قضا ہو  
 مری عشق ہوں کیونکر تنفا ہو  
 تری خاطر میں کیونکر یہ روا ہو  
 جنوں نے آکے میرے دل میں جا کی  
 کہا دل نے سراسر یہ خطا کی  
 وفا کی شرط گو میں نے ادا کی  
 نہ دولت وصل کی اک دن عطا کی  
 قیامت قبر میں دل نے بیا کی  
 یہ فرمایا کہ باتیں ہیں خطا کی  
 مگر آمد ہے اس گلگوں قبا کی  
 جفا کی تو نے اے ظالم جفا کی  
 خطا کی آپ نے میری دوا کی  
 مقام عشق میں شاہ و گدا کی  
 خدائی دیکھ لی ہم نے خدا کی  
 نہ دیکھی ہم نے صورت آشنا کی  
 محبت ہے یہ چشم سرمہ سا کی  
 سلامی ہے مگر باد صبا کی  
 نہیں خو خور میں ناز و ادا کی



وہ جس دم مسکرائے قتل پر شاد ہوئی امید محلو خوں بہا کی  
 (۵۲) طاہر۔ بابو پنجاب رائے خلف منشی چھان لال صبا زبیدار  
 ضلع تربت متوطن موضع گھٹون پر گنہ سرسپا طاہر راجا درگا پر شاد  
 شاد رحن کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے) کی سرکار میں دیوان تھے۔  
 بیشتر عظیم آباد میں قیام رکھتے تھے منشی بہاری لال فطرت نے اپنی  
 کتاب آئینہ تربت صفحہ ۲۰۱ میں ان کو اپنا برا اور غموی لکھا ہے۔  
 ۱۸۷۸ء میں لکھنؤ میں ایک مشاعرہ منعقد ہوا تھا جس کا  
 کلدستہ مطبع منشی نول کشور کے اہتمام سے شایع ہوا تھا۔ طاہر نے  
 مندرجہ ذیل غزل اس کلدستہ کے لئے لکھی تھی وہ اس جگہ نقل کی  
 جاتی ہے۔

ما شاد اللہ ہے کیا تیرا معطر گیسو	نافہ مشک ختن سے بھی بہتر گیسو
کیا کروں صدف کہ کیا ہے ترا دل گیسو	سنبلستان ارم یا کہ معنہ گیسو
لب سے آنکھوں سے زرخدان سے رخساروں سے	سب سے خوبی میں بڑھائی ترا نیر گیسو
سورج گرہن کا گماں ہے منجم کو ابھی	رخ خور تاب سے مل جائیں جو دم گیسو
عکس تاج مرتع کے یہ ہوتا ہے کہاں	دشت طلحات میں ہی معین گو گیسو
آج کیا ہے کہ پریشانی ہے چہرہ سے غیاں	کیوں سر اسر یہ نظر آتے ہیں اتھر گیسو
کیوں ادا سی ہے یہ چہرہ پیکر حیاں و کیا	رخ کے نق رنگ میں کیوں اور ہے اتھر گیسو
دست رس کیسے ہوئی ارض و سما کی دوری	آپ بادوں تو ہیں آج فلک پر گیسو
یہ خطا اپنی ہی خود کردہ رایا چہ علاج	خود پشیاں ہوں چڑھا کر تجھے سر پر گیسو
بال کھولے لب بام تم آؤ ہرگز	کہیں بن جائیں نہ اڑ جانے کو شہپر گیسو



کیا الٹ پھری کیا شانِ خدا و طاہر  
 شانہ گیسو پہ کبھی شانے کے اوپر گیسو  
 (۵۳) شایق منشی للتا پر شاد ابائی وطن فرخ آباد تھا عظیم آباد میں مستقل  
 سکونت اختیار کی اور یہیں کے ہو گئے۔ تاریخ شعرے بہار میں ان کا  
 ذکر ہے اور رحمتی کے مشاعرہ چہارم کے گلدستہ میں ان کی یہ غزل ہے۔

نیرنگ دیکھ دیکھ کے اس کا رنگاں کا  
 واقع نہیں کہ صدیقی قریبوں کو مجھ گیا  
 کان ان کے بھر گئے ہیں قیدیوں کی بات  
 کیا کیا خوشیوں وہ دکھاتا رات دن  
 خنجر عبت دکھاتا ہے قاتل تو دم بدم  
 کیوں مرغ دل کے واسطے پھندے کی ہڈیاں  
 خوابِ سہر خط کی جدائی سے ہمدرد  
 بے شرمی سے اگر رخ روشن کے ہوجھو  
 تریاق وصل ہے مری عیسیٰ نفسِ روا  
 وعدے کئے تھے آپ جو جو شبِصال  
 ڈوبے گا ایک دن تو بحرِصال میں

(۵۴) شمس - منشی پریشہ سہائے ساکن عظیم آباد۔ تاریخ شعرے  
 بہار میں بھی ان کا ذکر ہے انجمن رحمتی کے مشاعرہ ۱۲۹۵ھ کے ایک  
 گلدستہ میں ان کی یہ غزل مندرج ہے۔

ہاں یہ مانا کہ جو نکلے بھی تو مر کر نکلے  
 پر یہ حیرت ہے کہ اس کو چہ کیوں کر نکلے  
 دیکھ کے حسنِ بیاں منہ نکلتا ہر درود  
 پھول بن کر مری نظروں میں ہر پتھر نکلے



کیوں نہ مٹ جاؤں میں یاد دل کہ فرماتے ہیں  
 آؤں گھر میں تھے میں غیر جو باہر نکلے  
 شمع کی طرح ہجوم آج ہے پروانوں کا  
 کیا وہ رکھتے ہوئے سر پر کلمہ نہ نکلے  
 شمس مے نوش نے لکھی غزل فرقت میں  
 شعر جو نکلے وہ دامن کی طرح نہ نکلے  
 (۵۵) قاصر۔ لالہ جکت بہاری لال باشندہ عظیم آباد کوچہ چوالال متصل  
 گزری صغیر بلگرامی کے شاگردوں میں تھے اور میر رضا حسین صاحب  
 رئیس محلہ مذکور کے مدارالمہام تھے۔ تاریخ شعر بہار میں ان کے یہ شعر  
 پائے جاتے ہیں۔

ہوتے ہیں وصل یار کے سماں نئے نئے  
 پھر دل میں جمع ہوتے ہیں ریاں نئے نئے  
 آتا ہے آج سیر کو وہ غیرت بہار  
 بدے گا اب تو رنگ گلستاں نئے نئے  
 (۵۶) گیسو۔ بابونہ کستور سنگ عظیم آبادی۔ تاریخ شعر بہار میں ان کا  
 ایک مقطع پایا جاتا ہے پوری غزل کلدستہ انجمن رحمتی دشاعرہ چہارم میں  
 موجود ہے وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

کیا کیا ستم ہوا فلک کینہ خواہ کا  
 دیکھلاؤں گراثر دل نالاں کی آہ کا  
 مانگے جو مجھ سے جان بھی بیدوں بھی اسے  
 ہمتاب میں جو داغ نمایاں ہی کیا سبب  
 قاتل نہ کر تو عاشقوں کو قتل بے خطا  
 ہر روز آپ غیر دس رہتے ہیں عیش میں  
 کب یہ حسین تجھ سے نباہیں گے دوستی  
 ہمراہی مجھ کو چھوڑ کے تنہا چلے گئے  
 لیکن نہ مٹا مٹنے سے کبھی نام آہ کا  
 پرزہ اڑا پھرے فلک کینہ خواہ کا  
 حالانکہ میں فقیر ہوں پر دل ہی شاہ کا  
 سایہ پڑا ہے کیا مرے بخت سیاہ کا  
 گردن پہ اپنی خون نہ لے بے گناہ کا  
 خوش کیجئے ایک دن تو دل اس خیر خواہ کا  
 لے دل خیال رکھتا ہے کس سے نباہ کا  
 مشفق نہ حال پوچھتے گم کردہ راہ کا



لخت دل اپنا کھایا ہے خون جگر پیا  
 بد رہنیر گھٹتا ہے ہر روز کس لئے  
 اس ہستی دور روزہ پڑودن کے واسطے  
 زوروں پہ وحشت لئے تو جرے کھاڑ دیا  
 الزام تجھ کو کیا دوں تری کچھ خطا نہیں  
 یوں زار ہو کے تیری گلی میں پڑا ہوں میں  
 گیسو نہ فکر کیجئے عقیقی کی دل میں آپ  
 دھوئیں گئے رو کے اشک سے دفتر گناہ کا

(۵۷) جمیل۔ لالہ امر چند ساکن آ رہ تلمیذ صفیر بلگرامی۔ ان کا کلام  
 ان کے درشا کے پاس تھا راقم کو پتا نہ ملا۔ صفیر کے دیوان اول موسوم بہ  
 صفیر بلبل میں جمیل کا کہا ہوا قطعہ تاریخ طبع ہے وہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

میر فرزند احمد عالی ہمم یعنی صفیر  
 سال تاریخ ان دیوان کا جمیل خوشنوا  
 ہیں وہی اس لرئیں و مرجع ہر ناو پیر  
 از سر زور طبیعت لکھ کلام نے نظر

(۵۸) خیر۔ بابو بلدیو پرشاد اگر دال باشندہ آ رہ تلمیذ صفیر بلگرامی۔  
 اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے۔ ان کا کلام  
 بہت تھا لیکن دستیاب نہ ہوا۔ شاہ قمر الدین حیدر قمر آبادی کی مثنوی  
 سراج دولت میں ان کا یہ قطعہ تاریخی فارسی میں طبع ہوا تھا۔

قطعہ

قمر صاحب طبع روشن بدہر  
 بن عیسوی وقت اتمام طبع  
 عیاں کردہ چوں حسن طبع نگو  
 شدہ، نظم تر شد ز کلکم شنو  
 صفیر بلگرامی نے جلوہ خضر میں ان کا ذکر کیا ہے۔



(۵۹) **نظر۔** بابو باسدیو داس رئیس آره تلمیذ حکیم مید شاہ قمر الدین حیدر قمر آروی عروت شاہ قمر۔ اردو اور فارسی دونوں زبانوں میں ان کا کلام موجود تھا لیکن اب نایاب ہے اپنے استاد قمر کی مثنوی سراج دولت کی انہوں نے بھی تاریخ طبع کی تھی وہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

نظم رنگیں قمر در عالم بہت عزت وہ گلزار بہشت  
 سن طبعش نظر از فکر رسا محنت شاقہ نظم نوشت  
 (۶۰) **افسر۔** راجا پدماند سنگھ بہادر۔ راج بنیلی و کھر کپور ضلع پورنیہ و بھاکپور کے مالک تھے۔ ۱۸۵۷ء میں انیس سال کی عمر میں اپنے والد ہماراجہ لیلاند سنگھ کی جگہ پر مسند نشین ہوئے اردو فارسی انگریزی اور ہنگلہ ہر چار زبان میں کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ گاہ گاہ اشعار بھی کہتے تھے۔ ختم خانہ جاوید میں بھی ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

دل میں حسرت نہ رہے آج اگر تم چاہو لب بلب سینہ بسینہ ہو آج کی رات  
 بل بے شوخی کہ مجھے آپ تو بھیجنا جواب خط نہ لکھنے کا گلہ اس پہ والٹاے شوخ  
 چاہنے والے کی ہوتی نہیں چاہت برباد شمع جل کر ہوئی پروانہ کی صورت برباد  
 قدرداں ہم ہیں ہمیں آکے شگھا و صاحب مفت کیوں کرتے ہو تم زلف کی نکبت برباد  
 جو آرزوئیں ل میں تھیں سب خاک ہو گئیں تیغ اجل نے کاٹ دئے دست پائے جس  
 (۶۱) **عاجز۔** منشی میوالال متوطن ضلع کیا۔ محکمہ پولس میں سب انسپکٹر تھے ۱۸۵۷ء میں در بھنگا میں اپنے عہدہ پر کام کرتے تھے اس زمانہ



میں ان کے یہ اشعار نگلدستہ پیام یار (بابت ماہ نومبر ۱۹۸۷ء) میں شائع ہوئے تھے۔

منتب ہجراں ہمارے نالہ و آہ عجب کیا ہے ہلا دیں آسماں تک  
دل ناداں سمجھتا ہی نہیں کچھ بھلا اس کو میں سمجھاؤں کہاں تک  
پیشن یافتہ ہونے کے بعد انہوں نے اپنے کلام کا ایک مختصر مجموعہ موسوم  
کلید گنجینہ توحید، ۱۹۸۷ء میں شائع کیا تھا یہ مختصر مجموعہ سورہ صفحوں کا  
ان کا کلام سو فیضانہ رنگ کا ہے۔ پھر ۱۹۸۸ء میں دوسرا مجموعہ موسوم بہ سر توحید شائع کیا۔  
عالم غیب سے عاجز ہی آتی و صدا کچھ نہیں ہے کہیں تجھ داغ مطلق کے سوا  
جلوہ ذات خداوند تعالیٰ میں ہوں علم توحید و تصوف کا تجل میں ہوں  
خود ہی جا ہوں میں خود میں مطلوب اپنا خود ہی معشوق ہوں عاشق شد میں ہوں  
خدا کی کہتا ہوں جس کو علم سوہ لکھی اک خیال میرا بدلنا صورت نیراز حب سے ہر ایک دم میں عال میرا  
کہیں سوچ کہیں ہوں کہیں دیر کہیں قطرہ دنور کثرت سے اپنی جگہ ہوا ہی علما حال میرا  
اس کے بعد ایک مستزاد، اٹھارہ رباعیاں اور چند غزلیں میں اول  
رباعی یہ ہے۔

دنیا ہے حقیقت میں خار ہستی ہن خاک یہ سب نقش و نگار ہستی  
جانانہ صفائی پہ جہاں کی عاجز مٹی میں ملائے گا غبار ہستی  
(۶۲) صادق۔ بابو پر کھو نرائن۔ گیا کے اطراف میں کسی دیہات  
کے رہنے والے تھے اور رانچی میں عدالت کے نختار تھے۔ رسالہ پیام  
یار لکھنؤ بابت ستمبر ۱۹۸۷ء میں ان کی غزل شائع ہوئی تھی جس کا ایک شعر یہ ہے۔  
عجب کچھ نہیں جل جائے گر عرسن پو پختے ہیں یہ نالے لامکاں تک



(۶۳) ستم۔ منشی درگاہ پر شاد خلع منشی ہیرالال قوم کا سیٹھ ساکن گیا۔  
 ۱۸۴۷ء کے قریب پیدا ہوئے۔ شاعری میں کیفی کیا وہی سے اصلاح  
 لیتے تھے پھر سلیمان خاں جادو ساکن کو اٹھ ضلع آ رہا کہ کو بھی اپنا کلام  
 دکھاتے تھے ۱۸۶۷ء میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

صدا آئینہ نہ ہو تو وہ صورت نہ ہو      صورت نہ ہو تو وہ صدا آئینہ نہ ہو  
 رگڑ رگڑ کے جبیں سنگ آستانہ یار      مٹا دیا ہنو بجکو تو میرا نام نہیں  
 ہر شے کے پھر پھر آنا یہی تماشا ہوا کریں گے      ہوا رنگی خلاف جنگ تو الٹ دیا ہوا کریں گے  
 (۶۴) بیتاب۔ لاکشن ٹرائن متوطن بھاگلپور ۱۸۹۷ء میں فوت ہوئے  
 ان کا ایک دیوان شایع ہوا تھا مگر راقم کو دستیاب نہ ہوا۔ ان کے دو شعر ایک  
 صاحب کو یاد تھے وہ اس جگہ نقل کئے جلتے ہیں۔

ہوئے سیرگدشتاں میں یوں میں سرگرداں      پھرے گا ساتھ ہمارے کہاں صیاد  
 ترے کوچہ کے لاکھوں راستے ہیں      بھلا کیونکر نہ دھوکا کھائے عاشق  
 (۶۵) الفت۔ لالہ اننت رام عظیم آبادی فارسی اور اردو دونوں بانوں  
 میں کہتے تھے ان کا ذکر تاریخ شعراے بہار میں بھی پایا جاتا ہے خم غانہ جاوید  
 کے مطابق ۱۸۷۷ء میں حیات تھے۔

رحمتی کے مشاعروں کے تین گلدستوں میں ان کا کلام راقم کی نظر سے  
 گذرا جو اس جگہ نقل کیا جاتا ہے ظاہر ہے کہ ۱۸۹۵ء تک یقیناً زندہ تھے۔

رباعی مندرجہ گلدستہ سوم

گذرے ایام نوجوانی افسوس      وہ رنگ شباب رنجوانی افسوس  
 پیری آئی کہ کوئی قاصد آیا      لایا ہے جواب زندگانی افسوس



وہ عیش وہ سناہے جوانی افسوس دیگر  
وہ وصل کی شب وہ شادمانی افسوس  
کیا حال کہوں جو تیری صحبت چھوٹی  
تنہائی کو دہے زبانی افسوس  
غزل

دیکھی تری انجمن ہمیشہ  
زخموں سے ہے زیب تن ہمیشہ  
ممکن نہیں وصل ہو میسر  
تھا دل کا لگاؤ ابروؤں سے  
کرتا رہا ہم سے آسماں چال  
نا تو میں غبت بتوں کے آگے  
اثبات دہن میں گفتگو کیا  
جاتا نہیں مے کشی کا لپکا  
کنا تیغ سے باڑھ پر تمہاری  
زرگس کی نظر کہیں نہ لگ جائے  
اللہ رہے اشک کی روانی  
چوٹی کا بندھانہ ہم سے مضمون  
ساتی سے ہے دار بست ہکو  
مترکوں کی خلش گئی نہ دل سے  
کوچہ ہے بتوں کا دل سے ہشیار  
کس بت نے سنی صدائے تکبیر  
غربت میں بھی ہم بھٹے فارع البال  
تھا پیش نظر چمن ہمیشہ  
گلتا رہے پیرہن ہمیشہ  
اغیار ہیں رختہ زن ہمیشہ  
دیکھا کئے بانگین ہمیشہ  
کچ اس کا رہا چلن ہمیشہ  
پھونکا کئے برہن ہمیشہ  
غیر دں سے جو ہو سخن ہمیشہ  
ستانہ رہا چلن ہمیشہ  
جو ہر سے ہے موج زن ہمیشہ  
جایا نہ کرو چمن ہمیشہ  
چشمے ہیں یہ موج زن ہمیشہ  
انجھا ہی رہا سخن ہمیشہ  
میں نہ رہا وطن ہمیشہ  
پہلو میں ہے نیش زن ہمیشہ  
ہیں گھات میں راہزن ہمیشہ  
زائد رہے نعرہ زن ہمیشہ  
تھا پیش نظر وطن ہمیشہ



کیونکر نہ ہو عشق دشمنِ جاں  
ہم مست ہیں پھول لے رہے ہیں  
تھی دل کو جو کمر کی الفت  
داغوں سے ہوا یہ لطف حاصل  
مرتے رہے جیتے جی بھی تم پر  
گیسو کا ہے تیرے گرم بازار  
عقدہ یہ کھلا ترے دہن کا  
کیا زور ہے اضطرابِ دل کا  
ہے دل میں ہجومِ درد و غم کا  
ساتی وہ مئے دوا آتش دے  
وصف رخ گلِ رخاں سے الفت  
دیگر گلدستہ چارم

ہے باعثِ صد محن ہمیشہ  
ہے بدِ نظر چمن ہمیشہ  
بڑھتا رہا ضعفِ تن ہمیشہ  
پہلو میں رہا چمن ہمیشہ  
تھا جامہ تن کفن ہمیشہ  
سودا کا رہا چلن ہمیشہ  
مربستہ رہا سخن ہمیشہ  
اک برق ہے شعلہ زدن ہمیشہ  
دن رات ہے انجمن ہمیشہ  
جو دل میں ہو شعلہ زدن ہمیشہ  
رنگیں ہے مرا سخن ہمیشہ

تھا دل کو عشق سرمہ چشم سیاہ کا  
حالی خدا ہے آج بتو داد خواہ کا  
تو وہ بنا چکے جو مجھے گردِ راہ کا  
دنبالہ ہے یہ سرمہ چشم سیاہ کا  
دیوانہ ہوں میں آپکی تر تھی لکھاہ کا  
سودا ہوا ہے یار کی زلف سیاہ کا  
کا داد کھا دو آج سمتِ نگاہ کا  
کچھ غم نہیں فراق کے روز سیاہ کا  
ہاتھوں میں ان کے شوخی رنگِ حنا نہیں  
ہوتے ہیں قتلِ جنسِ ابرو سے سیکڑوں

نعرہ بلند ہو نہ سکا اپنی آہ کا  
جھنڈا کر اے سرِ عرشِ معلیٰ یہ آہ کا  
تو پھر بد ف بھی کچھے تیرنگاہ کا  
یا ہے نشانِ میل پرستاں کی آہ کا  
ڈھیلا مجھے لکائے چشم سیاہ کا  
پھر سلسلہ بڑھا ہے مے دلی آہ کا  
باندھا ہے گھر جو حلقہ زلف سیاہ کا  
ہے دل میں عشق ایک بتِ رشک ماہ کا  
سمتے چڑھا ہے خون کسی بے گناہ کا  
پھر ذکر کیا ہے آپکی تیغِ نگاہ کا

جواہرِ عشق کے تذکرہ میں ان کا مختصر ذکر اور دو شعر درج ہیں



جب ہو سکا حساب نہ جرم گناہ کا  
انداز کچھ نیا ہے تمہاری نگاہ کا  
قائل ہوا ہے ہم سے منجم نگاہ کا  
دیکھیں تو کیا بیان وہاں ہو گواہ کا  
نکھدیں مگر حضور مچکا نساہ کا  
پانی ہوا ہے گھل کے دم ابرسیاہ کا  
چمکا جو سر پہ ان کے ستارہ کلاہ کا  
انداز اڑا لیا ہے تمہاری نگاہ کا  
قصہ نہیں سنا ہے فرشتوں کی چاہ کا  
ساتی ادھر بھی دور کرم کی نگاہ کا  
حافظ خدا ہے بندہ بے دستگاہ کا  
قصہ کا گھر ہے شور مرے دل کی آہ کا  
دو دن فقط بلند ہے گوشہ کلاہ کا  
تم کو خیال کچھ بھی نہیں زادِ راہ کا  
دیگر (گلدستہ پنجم)

پھاڑا ملائکہ نے مرا نامہ عمل  
عشاق مرے ہیں لگا وٹا پہ جھل  
افشاں کولن کی ہم نے کہا نجمِ فرداں  
کر لیں گے بخت و ادر محشر کے سامنے  
دل پیشکش ہے نذر ہے یہ جان زار بھی  
جب ہو گیا ہے دیدہ گریاں گساٹا  
کیا شب کو کٹ گیا مہ کا مل بھی دیکھ کر  
کیا چل رہی ہو تیغ لگا وٹ کی چالِ آہ  
دل ہاتھ سے سمجھ کے حسینوں کو دیجئے  
بیت تجھے بھی مشربِ پیرمغاں میں ہو  
کعبہ کشتِ شیخ برہمن سے کام کیا  
آخر پکار اٹھیں گے فرشتے بھی لا ماں  
کچھ بھی حقیضِ گور کا اے منمو خیال  
الفت سفر ہے دور کا منزل بھی ہو کر

داغِ دل عاشقِ یدِ بیضا سے سوا ہو  
دیوانے کو لازم ہے کہ زنجیرِ بیا ہو  
کب دیکھے گلشن میں یہ تاثیر ہوا ہو  
عالم تہ و بالا ہو خدا جانے کہ کیا ہو  
پھر قللِ مینا کی بلند آج صدا ہو

اعجازِ نما عشقِ بتِ مہرِ لقا ہو  
شورِ یدہ سری میں سرِ گیسو رسا ہو  
کب خندہ گل گریہ بلبل کی صدا ہو  
نالہ جو کروں شورِ قیامت سے سوا ہو  
آباد یہ میکش رہیں ساتی کا بھلا ہو



پھر زخم مرے دل کا کہیں آج ہر ہو  
 اے جان جو ہے وعدہ وصل آج وفا ہو  
 مدت سے جواب خط جاناں نہیں آیا  
 کس کس کو مری طرح کیا عشق میں باد  
 کیوں صبح سے پھر آج بھی آشفۃ سہی  
 اتنا نہ ستم ڈھائیے انجام برا ہے  
 جب ہم نہ سزاوار ہے لطف و کرم کے  
 لازم نہیں یوں غیر سے تفریح کی باتیں  
 ہم وصل سے باز آئے جو ہی آب کو انکار  
 بستر یہ مری جان بچھایا نہ کرو پھول  
 کہتی کھتی حدی خواں سے یہی نجد میں لپٹی  
 صیاد یہ کیا طرفہ ہے انصاف چمن میں  
 انداز سے باہر ہیں قدم دیکھ کے چلے  
 اے شوق مجھ کو رہ الفت میں اٹھے پاؤں  
 لاڈھونڈ کے مضمون نے غیب سے کوئی  
 تھا خط کے سوا اور بھی پیغام نہ بانی  
 قاصد جو وہ مجھ زار کو پوچھے تو یہ کہنا  
 الفت جو وہ بت ہو گیا ہے غیر کا مانو  
 شاق گلگشت چمن ہی بلبل ناشاد پر  
 حسن آرائش نے آمادہ کیا بیداد پر

قاتل دم شمشیر دم باد صبا ہو  
 کس کو خبر گل کی خدا جانے کہ کیا ہو  
 کیا جانے کچھ غیر کا نقشہ نہ جما ہو  
 اس الفت کافر کا بھی البتہ بھلا ہو  
 لائی نہ صبا کو چہ گیسو کی ہوا ہو  
 یوں جان کسی کی جو گل جائے تو کیا ہو  
 پھر کس کو بھلا آپ سے امید وفا ہو  
 بڑھ جائے ہنسی میں جو کوئی بات تو کیا ہو  
 بوسے کے جو اقرار کھتے فرمائے کیا ہو  
 نازک ہو رگ گل کہیں چھ جائے تو کیا ہو  
 دیکھو پس ناقہ نہ کوئی ابلہ پا ہو  
 گل چیں کا ستم گل پہ بولبل کی سزا ہو  
 ٹھوکر سے مری جان قیامت نہ بپا ہو  
 یہ راہ وہ ہے خضر کو بھی لغزش پا ہو  
 پیدا تو نئی بات کوئی فکر رسا ہو  
 ڈر ہے کہ نہ کچھ حال رقیبوں نے سنا ہو  
 مہان تھا دم بھر کا رہا ہو نہ رہا ہو  
 جانے دو اسے تم بھی کسی اور کو چاہو  
 فصل گل ہے کھول دے بہر خدا صیاد پر



بچکیاں آتی ہیں پیہم آج کس کی یاد پر  
 مایل حسن پر رویاں ہوا تھا جب سے دل  
 ضعت میں اندیشہ صیاد ہم کہتے نہیں  
 کیوں رہا کرتے ہیں قاتل زخم دل خندا دم  
 موبہ حسن صفا سے شکل جو سر ہو گیا  
 حشر کے دن کیا ہمارے خون کا محضر ہو گیا  
 آج موج جنبش رفتار ناز یار سے  
 درو سر عشق لب شیریں میں کم تو نہیں  
 بیکسی میں اہلے غمخواری طفل رشک  
 بعد مدت کس تناسل برآئی ہے مراد  
 وحشت افزا آمد فصل بہاری پھر پوئی  
 یہ تری خاطر ہی بخش و طبیعت خلاف  
 اپنی مکتا لی کے قابل آج خود ہی وہ ہوئے  
 یہ خدا کی شان و پایاوتوں نے بھی فروغ  
 ہے عاید اور محشر سے الفت کی مدام

فارسی

امشب مئے گلزمگ مغاں بر سر خوش است  
 در کوچه الفت گذر افتاد صبارا  
 از آتش تر ساقی کلفام بر افروز  
 افشان جبین جلوہ ز پر تو دگر افروز

گوشت کس گل پیر میں کاہی مری فریاد پر  
 کھتا پریشانی کا شک مجموعہ اصداد پر  
 آستان اپنا ہے موج نکمت برباد پر  
 زعفرانی تاب ہے کیا خنجر فولاد پر  
 آئینہ کا ہے گماں اب قد آدم زاد پر  
 پر گئے دھبے جو خوں کے دامن جلا د پر  
 کیا لب جو چل گیا ارہ سر شمشاد پر  
 اب چڑھائیں چل کے تیشہ تربت قہر د پر  
 آنکھ کے رستے سے دور گئے مری فریاد پر  
 ہے جنازہ اپنا دوش بانی بیداد پر  
 نالہ دل کچھ اثر دکھلا دل صیاد پر  
 خیرے لیتے ہیں مئے ساقی کسی کی یاد پر  
 ہو گیا سکتے کا عالم حیرت بہزاد پر  
 ہو گئے عاشق فرشتے حسن آدم زاد پر  
 حشر میں سایہ ہو رحمت کا مئے استاد پر

بانالہ قلقل بطمئے کوس بگوش است  
 امروز نسیم سحری عطر فروشن است  
 این شعلہ فریاد کہ بے کیف خوش است  
 مہر است اگر شیشہ پری بادل پوش است



نہ نمود گراں جانی من تا اثر آخر  
 از موہم گل مژدہ سر خار مغیلاں  
 بے کیف مغان شیشہ خالی ست دماغم  
 چون بلبل شیر از غزل خوانی الفت  
 ترک من شست از پے صید کبوتر بستہ  
 جو زلف مشکبویے متوخی بر سر بستہ  
 تاج شبنم بر سر افشاں چیدہ لطف میدہد  
 کیست این طفل پر ز ادھیں بالادوش  
 تا کشیدی در نفس صیاد در حے بایدت  
 شیرم صیاد از پرواز زنگیخ بس است  
 الفت از موج رشک خویش طوفان خوانی

(۶۶) بسمل۔ منشی مولانا متوطن عظیم آباد قوم کالیستہ ماتھر۔ انجمن  
 رحمتی کے تین گلدستوں ۱۲۹۵ھ میں ان کی غزلیں طبع ہوئی تھیں وہ  
 ذیل میں درج کی جاتی ہیں ۱۲۹۵ھ کے بعد انتقال کیا۔

سنتے تو رہے سخن ہمیشہ  
 یوسف نہ ملا تو پیر کنتاں  
 وہ چشم سیہ جو کھتی نظر میں  
 بلبل کی ادعا کے دل یہی ہے  
 پروانہ صفت کسی کی لو میں  
 بلبل جو کرے ثنا کسی کی  
 آیا نہ نظر دہن ہمیشہ  
 سونچھا کئے پیر میں ہمیشہ  
 دیکھے کالے ہرن ہمیشہ  
 شاداب رہے چمن ہمیشہ  
 جلتا ہی رہا بدن ہمیشہ  
 سگر نہ رہے دہن ہمیشہ



پروانوں کے داغ دل سے ہر شب

مہتاب سے ہر سے زیادہ

ہاتھوں سے جنوں کے قبر میں بھی

برائے امید وصل کیونکر

اے چرخ یہ کیسی کج روی

اس تیغ دودم کی آرزو میں

حالت پہ ہماری بے خودی کی

سینہ میں حرارت تپ دل

دلچسپ ہے گو مقام غربت

کس تر چھی بنگاہ کا ہوں سبیل

فرش سے تا بہ لامکاں بکھا

بوئے گل کی طرح ہر اک شے میں

قصہ شیخ و برہمن کچھ ہو

اس کی قدرت کا اور صنعت کا

ہر صنم کے جمال صورت میں

اب تو پوڑھے ہوئے لڑکپن سے

رہنے والو ریاض عالم کے

ایک ہے تو ہی جلوہ گر ہے تمام

چرخ کا دورِ تفرقہ پرداز

غرش تھرایا ایک نالے میں

روشن رہے انجمن ہمیشہ

چمکا کیا وہ بدن ہمیشہ

صد چاک رہا کفن ہمیشہ

افلاک میں رخنہ زن ہمیشہ

اک جا نہ رہیں دو تن ہمیشہ

پہنے ہی رہے کفن ہمیشہ

رہتے ہیں وہ خندہ زن ہمیشہ

یارب رہے شعلہ زن ہمیشہ

پر یاد رہا وطن ہمیشہ

بھایا کیا بانگین ہمیشہ

وہی آیا نظر جہاں دیکھا

کہیں ظاہر کہیں نہاں دیکھا

اپنے دل کو ترا مکاں دیکھا

مرد قد کو ترے نشاں دیکھا

اپنے معشوق کو نہاں دیکھا

ان کو جب دیکھا نوجواں دیکھا

تم میں سے کس نے باغباں دیکھا

خاک سے تا بہ آسماں دیکھا

اپنے اور ان کے درمیاں دیکھا

آسماں آہ کا دھواں دیکھا



فرشتے سے عرش تک گیا بسمل  
 کچھ بھی اثر دکھاؤں گراپنی آہ کا  
 پہونچا ہے شعلہ تابفلک میری آہ کا  
 اے دل نہ پڑ تو کاکل مشکیں کچ میں  
 کہہ دیجو پیام زبانی یہ نامہ بر  
 دیکھا کبھی نہ بھر نظر اس خوف سے کہ نہیں  
 دنیا فریب دیتی ہے ہر ہر قدم کیوں  
 مقتل میں تیغ یار کی اس ناز سے چلی  
 لیل نہار ساتھ خیاں ہر یکا لطف ہی  
 اچائے کہ جان کے جانے کا وقت ہے  
 دل آئینہ سے صاف زیادہ دکھاؤں گا  
 جلسہ مشاعرہ کا عجب جائے لطف ہے  
 دھوکا اندھیری رات کا ہر روز کار کو  
 وہ چال چلو جس سے بھلا ہو کہ برا ہو  
 جو عشق میں ثابت قدمی سے نہ ہلا ہو  
 دل آپکے ہم پر کبھی آجائے تو کیا ہو  
 اس قالب عنصر سے نکل جاؤں تو کیا ہو  
 اس گرد و شبنم دوراں سے نکل جاؤں تو کیا ہو  
 بنیاد ابھی قطع کروں خواہش دل کی  
 وصال کا مزا ہجر کے صدموں سے ملا ہو

آہ کو تیری بے گماں دیکھا  
 دل پانی ہو کے بہ چلے ابرسیاہ کا  
 پر جلتے ہیں فرشتوں کے غل ہر پناہ کا  
 کاٹا کوئی بچا نہیں مارسیاہ کا  
 ہر سانس میں شرارہ نکلتا ہی آہ کا  
 دھبہ لگے نہ گوئے بدن پر نگاہ کا  
 بھولا ہے چلنے والا کوئی سیدھی آہ کا  
 کھا ہر دہان زخم سے غل آہ واہ کا  
 کیسو ہی گوئے کال پہ لٹکا جو شاہ کا  
 دم منتظر ہی آنکھوں میں پس کنگاہ کا  
 سر کے تو آئینہ ترے پیش نگاہ کا  
 غل بچ رہا ہی ہر طرف اک آہ واہ کا  
 پھیلا دھواں جہاں میں جو سبیل کی آہ کا  
 کچھ فرض یہی ہے کہ قیامت ہی بپا ہو  
 کیا معنی پس مرگ خدا سے نہ ملا ہو  
 ہم ہوئیں فنا آپ کی صورت کو بقا ہو  
 مٹی تو بنے آگ ہو آب و ہوا ہو  
 نے ہم ہوں تم ہو نہ زمیں ہو نہ سما ہو  
 ناراض ہوں اپنے سے اگر اس کی ضیا ہو  
 معشوق کا عاشق کی زباں پر جو کلام ہو



افلاک کی آشفتنہ سری سے عریہ پیدا  
کھینچ جائے اگر زوروں پہ اپنی کشش عشق  
ہبتاب جیاد میں گر جائے زمیں میں  
بے قائدہ اس فکر ترود کا بکھیرا  
انجھاؤ میں نیک کے پھنسا تھا دل بسمل  
کیونکر کہوں اللہ سے وصل وہ ہوا ہو

(۶۷) مشہور۔ حکیم ٹھپپی پر شاہ عظیم آبادی۔ طبابت کے پیشہ  
کے ساتھ شاعری کا مشغلہ بھی جاری رکھتے تھے اکثر مزاحیہ اشعار  
کہتے تھے۔ تاریخ شعراے بہار میں بھی ان کا ذکر ہے اور رحمتی کے مشاعروں  
کے دو گلدستوں میں ان کا کلام پایا جاتا ہے۔ اشعار ذیل بطور نمونہ  
کلام درج کئے جاتے ہیں۔

مے الفت نہ خم میں نہ شیشہ میں سائیں  
نہ پایا مادہ اس کا حکیموں نے بہت دیکھا  
کہو مشہور تم نے سیکڑوں پھرے کئے کیوں  
مشتاق ہو اگر تو ہو عاشق پناہ کا  
اب بادوں سے کوچہ جاناں تو بس گیا  
میرے کلام عشق بھرب ہیں نسخہ جات  
کہنا گئے ہیں ل سب اس جنگ گاہ میں  
اب دل میں بغض بیٹھ گیا ذکر اٹھ گیا  
دربار حسن میں ہے برابر مقدمہ  
مشہور ہو کہاں کہو اب کس کا ساتھ ہی

مگر اس... کے مینا میں تل میں کنڑ میں  
کفایہ میں قرا بادیں میں بکرا الجواہر میں  
گلی میں استے میں آہ میں بازار میں گھر میں  
امید وار ہو تو اسی بارگاہ کا  
احوال سے خراب ہر اک خانقاہ کا  
لیوے لڈا کھلو جسے صنعت باہ کا  
شیو شلو کا، گاڈ گاڈ کا اور لا لا کا  
الفت کا دوستی کا محبت کا چاہ کا  
مفلس کا بیوا کا تو انگر کا شاہ کا  
ہر وقت کا ہمیشہ کا شام و چکاہ کا



(۶۸) رونق۔ لاشوں کا تھ سہائے ولد منشی کشتن دیال صاحب  
ساکن پکری براواں ضلع گیا حضرت اکبر دانا پوری کے شاگرد تھے۔  
اردو کے علاوہ فارسی میں بھی کافی دستگاہ رکھتے تھے۔ لکھنؤ اور بریلی  
کے رسالوں میں آپ کا کلام اکثر شایع ہوتا تھا۔ خم خانہ جاوید میں بھی ان کا  
ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

خوش خرامی میں بھی حب کی توجہ چاہئے      دیکھئے دل خاکساروں کے غلظن زریا  
وہ دل سے ایسا ہی سمجھتی لطف ہو رہی      لکھا جو عاشق شیدا خطاب کیا ہو گا  
پاؤں میں چھالے جگر متی دل میں درد      میں فراق غم کا پتلا ہو گیا  
کس قدر پروردگار رونق زبان عذیب      کوشش اڑ جاتے ہیں سن سن کر بیان عذیب  
بود و نابود انسان کے لئے مثل حباب      ہستی و نیستی ہے اپنی خبر کے مانند

(۶۹) رحمتی۔ کنور سکھراج بہادر خلف کنور ہیرالال صنمیر عظیم آبادی  
عظیم آباد کے مشاہیر شعرا میں تھے۔ ۱۲۹۵ھ ہجری میں انہوں نے برٹش  
دھوکم دھام سے پانچ مشاعرے کئے تھے جس میں صوبہ بہار کے اکثر  
نامی شعرا شریک ہوئے تھے۔ چار مشاعروں کے نکلے (مطبوعہ)  
راقم کی نظر سے گزرے ہیں۔

اپنے جد بزرگوار راجا پیارے لال لفظی کا دیوان انہیں نے  
۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۴ء میں طبع کرایا تھا۔ اردو اور فارسی دونوں  
زبانوں میں ان کا کلام بہت کافی مقدار میں پایا جاتا ہے بعض منتخب  
اشعار یہ ہیں۔



## قطعہ بند

بھولا رہے یہ چین ہمیشہ لب پر ہے یہی سخن ہمیشہ  
اللہ کرے رہے یہ سرسبز حافظ رہے پختن ہمیشہ

مطلع

قائم رہے ضعف تن ہمیشہ کوچہ ہو ترا وطن ہمیشہ

فارسی

دلا صبر و قرار من چہ کردی ز دستم اختیار من چہ کردی  
یہ ہجرش گشتہ رشک چین ہا دل صد داغدار من چہ کردی  
چہ کم بود است کوہ فرقت او تو اے سنگ مزار من چہ کردی  
پریشانی جو کھتی لکھی ہوئی اپنے مقدس نہوتی کس طرح سوداے گیسو کی جگہ سر میں  
ہمیں تک دوستی اہل زمانہ کی ہو چکے ہیں کوئی صورت بھی پھر اپنی نہ پہچانے گا محشر میں  
دکھا کر دکھائے ہیں جب اپنی زلف شبکوں اندھیرا سا نظر آتا ہے محلو ہر طرف گھر میں  
یہ کلدستہ ہمارا چھپ گیا ہو رجمتی اب تو رہے گایا دکھارا پنا پس مردن بھی ہر گھر میں  
کیوں متہ تکوں نہ دیدہ حیرت چاہ کا آئینہ رے یار بنا ہے نکاہ کا  
جب آپ ہی کو پاس نہیں سم دراہ کا کیا فائدہ جو ہو بھی ارادہ نباہ کا  
سوز دروں کے جل کے ہے سوز جو میری خاک آنکھ ان بتوں کی محلو ہے گوشہ پناہ کا  
یوں بے حجاب بام پہ آیا نہ کھجے قابو میں لے ہے گانہ اک اہل راہ کا  
تکلیف دست و تیغ اٹھانے سے فائدہ کافی ہے میرے قتل کو خنجر بنگاہ کا  
یوں جستجوے یار میں ہے بقیرار دل بھولا ہوا پھرے کوئی جس طرح راہ کا  
بیگانہ بنکے پوچھتے ہیں حال رجمتی تا جس میں ہوا ارادہ نہ ظاہر نباہ کا



دل از دست ر بوندند و فغانم دادند      لذت جور و جفا ہا کہ نہ انہم دادند  
چوں من رحتی آبلہ پارا پرسید      کوہ و صحرا کہ وطن بود نشانم دادند

اردو

جب سلسلہ جفایاں یہ تری زلف رسا ہو      عاشق ترا کس طرح نہ زنجیر یہ پا ہو  
اوروں کو تو آپ آنکھ لڑاتے ہیں ہمیشہ      میری بھی طرف اب نظر لطف ذرا ہو  
وہ دختر زکی نہ رہے تاک میں کہو نہ کر      اس مست سے اے رحتی دل جس کا لگا ہو

دیگر

شعلہ در آتش حسرت چو شراب است امروز      مرغ نظارہ بر لیش جو کیا با است امروز  
رحتی نالہ زار تو قیامت بنمود      کز صد الیش جگر سنگ چو آب است امروز  
نگہ از چشم مخورش چہ سماں مستانہ می گردد      فرنگی زادہ سرست از میخانہ می گردد  
ز شوق شعلہ ویاں رحتی سوزد جگر مشب      جگر دسینہ و سینہ چو آتش خانہ می گردد

اردو

تری ان مست آنکھوں کا کوئی دیوانہ بنتا ہی      تو بعد از مرگ اس کی خاک کا پیمانہ بنتا ہی  
توئے دسترس غیروں کا زیب لطف محبوباں      ہماری ہڈیوں سے اسلئے اب شانہ بنتا ہی  
خوشی لبائے کھنار رحتی سکھراج بہتر ہے      خوشی کی بدولت دل خدا کا خانہ بنتا ہی  
دکھا کر وہ گئے ہیں جب اپنی زلف شبنگوں کو      بلا میں آ رہی ہیں مے سر پر دکھتے جاؤ  
کسی کی مست آنکھوں پر مرا ہی رحتی شاید      کہ بنتا خاک سے اس کی ہی سانہ دکھتے جاؤ  
(۷۰) حسرتی۔ لالہ ستیدار شاد ابن لالہ مہراج سنگہ ساکن عظیم آباد  
دکین عدالت دیوانی۔ حسرتی محکمہ صدراعلائی میں ڈگری نویس تھے۔



بیشتر فارسی کہتے تھے اور ناظر وزیر علی خیرتی سے اصلاح لیتے تھے۔ تاریخ  
شعراے بہار میں ان کا ذکر ہے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

یار بے عرق آلودہ رخ یار من است این      یا قطرہ شبنم بنگل یا سمن است این  
اے حسرتی از حرف ہمہ سوز تو دلہ خست      پر کار آتش کر زبان ردہن است این  
(۷۱) حامد۔ منشی گھنڈی لال باشندہ مونگیر شاگرد حافظ ضیغم۔

تاریخ شعراے بہار میں ان کا یہ شعر ملا۔

نامہ شوق رقم کرتا ہوں اسکو حامد      کیوں نہ دودل مشتاق کبوتر بجائے  
(۷۲) فرد۔ منشی پیارے لال عظیم آبادی۔ زیادہ حال معلوم نہ ہو سکا۔  
ان کی ایک غزل گلدستہ عشرتی نمبر ۷۷۱۳ کا کہ کتب خانہ مشرقی پٹنہ میں  
نظر سے گزری یہ غزل انہوں نے "مشاعرہ ۲۳ ماہ سوال مطابق ۱۶  
ماہ جولائی شب یکشنبہ مقام کمرہ باؤلی مکان نواب لطف علی خاں بہادر  
سی آئی اے میں پڑھی تھی۔ گلدستہ میں سہ مذکور نہیں ہے صرف دن  
اور تاریخیں درج ہیں۔

دام میں اس کے نہ آئیگا جو دانا ہوگا      دل ہمارا نہ کبھی مائل دنیا ہوگا  
لایق سیر نہیں ہے یہ طلسم ہستی      اسکو سمجھے گا وہی جو کوئی بنیا ہوگا  
حق شناسی نہیں حصہ میں ہر اک کے یارو      سو میں و ایک کا آئینہ سا سینا ہوگا  
لاکھ تکلیف پہ تکلیف ہو خالق کے سوا      کبھی بندہ تو نہیں طالب دنیا ہوگا  
فخر کی ان سے نہوگی جو خدا والے ہیں      وہ برا سمجھے گا اپنے کو جو اچھا ہوگا  
جو خدا ہو اسکو سمجھو کہ خدا اس کا ہے      خلق میں پھر نہ وہ محتاج کسی کا ہوگا  
زادہ گلشن فردوس وہی ہے مجھکو      کو چہ یار میں مر کر جو ٹھکانا ہوگا



تہر سکن ترا مثل کہاں سے لاؤں نہ کوئی تھا نہ کوئی ہو نہ اب ایسا ہوگا  
 شعر گوئی کا رہا شوق تجھے گراؤ فرد ہے یقین خلق میں تو شاعر مکتا ہوگا  
 (۷۳) حیرت - بابو جگیشتر لال رئیس گیا۔ گیا لٹری کے کلب کے خاص ممبروں  
 میں تھے اور کلب کے مشاعروں میں اکثر شریک رہتے تھے۔ شمس العلماء  
 سید امداد امام اثر سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ ۱۹۱۷ء کے قریب انتقال  
 کیا ان کی غزل جو مساعروں و ائح ۱۸۹۸ء کے گذشتہ میں شایع ہوئی  
 بطور نمونہ کلام درج کی جاتی ہے۔ یہ گذشتہ ۶۶۶۴ مملو کہ کتب خانہ  
 مشرقی ٹپنہ میں موجود ہے۔

یار ب کہیں وہ تن سے مرا سر جدا کرے کب تک یہ بار دوش پہ میسے رہا کرے  
 چاہے جفا کرے وہ حسین یا وفا کرے اب تو دیا دل اسکو جو چاہے خدا کرے  
 کب تک کوئی فراق کے صدمے سہا کرے گھر کے مرنے جاے جو انساں تو کیا کرے  
 موجود ہیں ہدف کو دل و دیدہ و جگر تیر نگاہ یار جہاں چاہے جا کرے  
 وہ شمع رو بھی بزم میں ہی اور شمع بھی پروانہ دیکھیں جان کو کس پر خدا کرے  
 ہر سبزہ کی زبان سے ہی حمد کبریا غافل چمن میں گوش نصیحت جو دا کرے  
 آپ بقا ہوا نہ سکندر کو دستیاں تقدیر ہی رسا نہیں تدبیر کیا کرے  
 رخصت گلوں سے ہوتے کہ جاتی ہر فصل گل صیاد بے وفا جو قفس سے رہا کرے  
 اس وقت اپنے چاہنے والے کی قدر ہو تم کو بھی جب کسی کا خدا مبتدا کرے  
 بندہ کو غدر کیا ہے جو مالک کی پوٹا راضی ہیں ہم اسی میں جو چاہے خدا کرے  
 گشتگی بخت کے شکوے کہاں تلک تقدیر ہے بگاڑ پہ تدبیر کیا کرے  
 حیرت خدا گواہ ہر ان بھی جو لب آئے جو ظلم چاہے وہ بت نا آشنا کرے



(۷۲) ہندو۔ منشی بھولانا تھ ساکن گیا تلمیذ سلیمان خاں جادو

ساکن کو اٹھ صنلے آرہے سن ولادت معلوم نہیں ۱۹۰۲ء میں انتقال کیا  
ان کی غزل گیا لٹری کلب کے گلدستہ ۱۲۸۹ء میں شائع ہوئی تھی  
وہ نقل کی جاتی ہے یہ گلدستہ نمبر ۶۶۶ خدا بخش لائبریری پٹنہ کی ملک ہے۔

باہر نقاب سے کہیں وہ رخ ذرا کرے  
سوار آب گنگ سے منہ دھولیا کرے  
تعریف تیرے دندان کی اے گل کیا کرے  
گر حال پرے تو کرم سا قیا کرے  
بیٹھے ہیں اس کچھوچھ میں اب جو خدا کرے  
کھینچنا تھا جو کھچا ترا نقشہ اے سیم تن  
پیغام وصل سنکے یہ کہنے لگا وہ شوخ  
برگام پر جو گھنگر و بچا و گے اے صنم  
اس بات کا دیکھنے کہیں پائے جمال تو  
اے شمع رو تو آمری حالت زبون ہے  
صورت ہی بدلی ابر کی گھنگور ہے گھٹا  
بے عشق وہ صنم نہیں ملنے کا زہدا  
تار گریں میں یہ وہیں ٹوٹ ٹوٹ کر  
ہر طرح کا کمال ترے بانگین میں ہے

ہندو جناب حضرت جادو کے فیض سے

یہ رنگ شاعری تراپوں ہی جما کرے



(۷۵) مسرت۔ بابونزد کشور لال بی اے ال ال بی رئیس گیا۔  
 خلف منشی جواہر لال لیجلیٹو کا نسل کے ممبر بھی تھے فارسی اور  
 انگریزی میں فارغ التحصیل تھے اردو شاعری میں حضرت اکبر علیہ الرحمۃ  
 دانا پوری سے تلمذ تھا اشعار اچھے کہتے تھے پچھن سال کی عمر میں ۱۹۰۵ء  
 کے بعد انتقال کیا۔ خواجہ خشت لکھنوی نے تذکرہ ہندو شعرا میں ان کا  
 ذکر کیا ہے۔ لٹری کلب گیا کے اراکین میں تھے اور سیاسی اور ادبی  
 تحریکوں سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ کلب کے مشاعرہ ۱۹۰۵ء کے  
 گلدستہ (نمبر ۶۶۶۲ کتب خانہ مشرقی، پٹنہ) میں ان کی یہ غزل شائع  
 ہوئی تھی۔

پھر حوصلہ دعا کو ہوا ہی وفا کرے  
 رفتوں صد نگاہ تمنا ہے دل مرا  
 عدد گو نہ حد صبر سے افزون شوقِ دل  
 پھر دیدہ و جگر میں یا ہم چشم بکس  
 پھر تیغ نازد ٹھونڈتی ہی سینہ و جگر  
 پھر جیکے ہوس ہی کہ ہو یوں ہمارا  
 پھر گرم آہ شعلہ فشاں ہو دلِ خرب  
 ان روزوں جوش پر ہی پھر شک و ایل  
 پھر عشق چاہتا ہے ترے آستانہ پر  
 میرے خبار کو ہے خیال عروج پھر  
 پھر امتحان جذبہ دل کو چلی ہی پاس  
 ظالم حفا سے باز نہ آئے خدا کرے  
 اس کو کہاں تلک کوئی ضرر وفا کرے  
 کیا عمر خضر کو کوئی صرف دعا کرے  
 تیرنگا و یار کہاں دیکھیں کیا کرے  
 تیرنگہ کو دھن ہی کہ پھر دل میں جا کرے  
 ممنوں بخیہ گر نہ طبیعت ہوا کرے  
 پھر گر یہ چاہتا ہے کہ طوفا بیا کرے  
 پھر ہے جنوں کا حکم کہ محشر بیا کرے  
 بامدّت و نیاز مجھے جبتہ سا کرے  
 نازیر بار منت دوش صبا کرے  
 تاہر باں ہو وہ بت کافر خدا کرے



پھر یہ سر پہ کھیل رہی تھی اہل مری شمشیر ناز تن سے مرا سر جدا کمرے

کیا پھر ہے مئے کشتی کا تہیا جناب مست

زاد سے کہہ دابر کی اسدم دعا کمرے

مست کا ایک "قطعہ تاریخ مراجعت از ملک انگلستان سید

ہادی حسن بیرسٹرایٹ لاکہ تاریخ دہم جنوری ۱۸۹۹ء اور یونگ

پارٹی بطور ایڈرس خواندہ شد" بہت مقبول ہوا تھا اور اس کو

خاں بہادر مولوی سید خیرات احمد صاحب رئیس گیانے اپنی تصنیف

خمسہ کا ملہ میں شایع کیا تھا اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

ہی سرور افزائے دلہا چل بزم سخن

ساقی کلفام دے جام شراب رغواں

ابر رحمت شامیانہ ناچ گھر سخن چمن

رقص میں طاووس گلشن نغمہ زن مرغاباغ

خاتم تعلیم میں ہو جیسے جڑے درعدن

قطرہ شبنم ہیں یوں دراق گل پر جا بجا

جامے سے باہر ہوئے جاتے ہیں نسریں سخن

لوٹتی پھرتی ہی بادہ صبح فرشت سبزہ پر

پر گردوں نے بھی بدلا آج اپنا پیرہن

چرخ پرکتا مست خیز ہے رنگ شفق

لو لگا جس میں تھے مدت سے یاران وطن

کیوں نہ ہو یہ روز ہی کیسا سعادت انما

کو نسلی ہو کر ہوئے اب وقت افزہ وطن

سید ہادی حسن از فضل رب لم یزل

یہ سپر با جاہ و حشمت اے محب بواحسن

مولوی خیرات احمد ہو مبارک آپ کو

خوش کلام و خوش بیا شیریں باشیریں سخن

واہ خالق نے دیا کیا آپ کو نور نظر

نوجواں ہمت میں وراثت نشینی میں پیر کہن

زیر کدانش پناہ و خوش سیر مرد عزیز

نام بردار پیر نام آور سرانجمن

نیک اندیشہ محبت پیشہ پاکیزہ خیال

پاک دونوں کی طبیعت نیک دونوں کا چلن

باپ پیارا قوم کا بیٹا ہے پیارا ملک کا



یاد تھی سب دلوں میں آپ کی مسکن پذیر  
 ہو زیادہ عمر و دولت جاہ و اتہال و شہم  
 آپ کی تقریر میں ہو برکات و رشرون کا زور  
 بار سے کر کے ترقی آپ جا میں بخ پر  
 ہو مطیع حکم یہ گردون گردان آپ کا  
 آپ کے آنے کا کیا اچھا مناسبت ہے  
 جاتم الفت آپ کا پی کر دعا کرتا ہر مست  
 دور تھے ظاہر میں ہم سے آپ کا ہادی حسن  
 سب ادیں آپ کی برائے رب ذوالجلل  
 آنکی تحریر میں ہو لطف مثل ایدین  
 چیف جسٹس کی عبا ہو آپ کے زیب بدن  
 آپ کے حامی علی ہوں آپ کے ہادی حسن  
 اب رفتہ باز اندر جوئے آمد در تمن  
 نرم میں ہر اک کہے میں رب و المن  
 اشعار متفرقات

فرقت میں اک تجھی سے بہلتا ہی تجی مرا  
 اٹھا بخار دل سے تو آنسو ٹپک پڑے  
 (۷۶) جا پر۔ بابو جیکل کستور بی لائے بی۔ ال دکیل عدالت خلف  
 نبشی مادھو چرن قوم کا بیٹھ ساکن محلہ رمنہ شہر گیا شاعری میں حشر  
 بیٹھوی سے اصلاح لیتے تھے ۱۹۱۱ء میں انتقال کیا نمونہ کلام یہ ہے۔  
 رٹا دینا آپس میں ہے کار دنیا جو سر ہے کسی کا تو پتھر کسی کا  
 (۷۷) صید۔ لالہ برہم دیو سہاے ساکن نجابت پور۔ سب ڈویرن  
 جہانا باد ضلع گیا۔ سین ولادت ۱۸۷۸ء گیا میں عدالت کے مختار تھے۔  
 شاعری کے علاوہ موسیقی، مصوری اور باغبانی کا شوق تھا۔ خواجہ  
 عشرت لکھنوی سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ رسالہ تاج، گیا میں ان کا  
 کلام شایع ہوا کرتا تھا اور انکی تصویر بھی شایع ہوئی تھی کچھ دن ستم  
 گیا دی اور خلس گیا دی سے بھی مشورہ سخن کیا تھا۔ کلام کا نمونہ یہ ہے۔  
 یسلی پہ دل ہر صدقہ محمل کو ڈھونڈتے ہیں  
 گم گشتہ کارواں ہیں منزل کو ڈھونڈتے ہیں



ان کی ہکا بکاہ دلکش پہلو سے لے گئی ہو  
دونوں طرف ہر یکساں یوں جذبہ محبت  
صنعت پر یکب ہیں شیوہ کرم و جن کا  
شوق شہادت ایسا دل میں سما گیا ہو  
کیا کوئی ظلم تازہ آیا ہے یا دان کو  
نفرت محاز سے ہو صادق ہو عشق ہم کو  
نہ نظر ہے جلنا ہم شکل شمع ہم کو

لے قید کم ہوا تو اچھا ہوا مگر ہم  
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اسی انتظار میں  
جاوہ انگن ہو ہی دونوں جگہ اناصح  
سزا کس کو ملی تھا جرم کس کا  
بل حل کے رہیں جو ہر و شمشیر کی صورت

عارف - شیوہ نرائن چو دھری خلف بابو لالہ چو دھری ساکن

محله حاجی گنج عظیم آباد سنہ ولادت ۱۲۸۵ء اردو سے خاص شغف  
رکھتے تھے اور تصوف کی کتابوں کے مطالعہ کا بھی شوق تھا۔ چند سال  
ہوئے انتقال کیا۔ شاہ عظیم آبادی کے شاگرد تھے ان کا کلام بہت پاکیزہ  
ہوتا تھا نمونہ یہ ہے۔

ازل سے لائے جو مستی تھے اسکی خونہ گئی  
بہ طہنہ کہتی ہے پھولوں سے کھل کھلا گئی  
تو خال و خط کے محاسن کو چھو اصل کو دیکھ

کیوں حاضرین جلسہ بیل کو دھوٹتے ہیں  
قاتل ہیں تو ہم بھی قاتل کو دھوٹتے ہیں  
گھر سے سخی نکلی کر سائل کو دھوٹتے ہیں  
مقتل کو دھوٹتے ہیں قاتل کو دھوٹتے ہیں  
مقتل میں آکے اپنے نسبیل کو دھوٹتے ہیں  
خارج کو چھوڑتے ہیں داخل کو دھوٹتے ہیں  
جوان کرے نہ منہ سے اس دل کو دھوٹتے ہیں  
جس نے لیا ہو دل اس دل کو دھوٹتے ہیں

آئیں گے حور بن کے فرشتے مزار میں  
مرتبہ کم نہیں کعبہ سے ہے بت خانے کا  
لڑی ان سے نظر دلیر لگی چوٹ  
سیماب ہو دل میرا آئینہ اگر آپ  
عارف - شیوہ نرائن چو دھری خلف بابو لالہ چو دھری ساکن

محله حاجی گنج عظیم آباد سنہ ولادت ۱۲۸۵ء اردو سے خاص شغف  
رکھتے تھے اور تصوف کی کتابوں کے مطالعہ کا بھی شوق تھا۔ چند سال  
ہوئے انتقال کیا۔ شاہ عظیم آبادی کے شاگرد تھے ان کا کلام بہت پاکیزہ  
ہوتا تھا نمونہ یہ ہے۔

جو کھتی خمیر کے اندر وہ رنگ بونہ گئی  
تمہارا رنگ نہ بدلا ہماری خونہ گئی  
مکیں کی زینت رونق مکان کو چھو نہ گئی



میں رو کے اشکوں سے خود اپنے بولیا طار  
وہ نخل تازہ و تر تھا خیال اے عارف  
حریم دل میں تری یاد بے وضو نہ گئی  
کہ سوکھ جانے پہ بھی طاقت نہ گئی  
(۷۹) عاشق - بابو جگر ناتھ پر شاد غزنو جو خلف منشی رادھا کشن  
قوم کھتری سرین ساکن محلہ چھوٹی پن دیبا پٹنہ ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوئے  
تھے اردو کے علاوہ کھوڑی فارسی بھی جانتے تھے۔ خلیق اور منکسر مزاج  
تھے۔ ۲۲ سال کی عمر میں شاد عظیم آبادی کے شاگرد ہوئے ۱۸۹۲ء میں  
بعارضہ سل انتقال کیا۔ ایک دیوان موسوم بہ کارنامہ عاشق ۱۸۹۵ء  
میں طبع ہوا تھا۔ ان کا کلام بہت پسندیدہ ہوتا تھا۔ نمونہ یہ ہے۔

رہا نہ ہوش ترے عشق میں بجا اپنا  
بتوں کو سجدہ کیا جانکر خدا اپنا  
کوئی کہتا ہے سماں کوئی آزاد مجھے  
قدر داں خوب ملے ہیں یہ خدا داد مجھے  
ہر فرق صرف نام کا پر ذات ایک ہی  
تم رام بارجم کہو بات ایک ہے  
(۸۰) آزاد - بابو بھوانی پر شاد ساکن محلہ کالی استھان پٹنہ رائے  
اسری پر شاد عطا کے حقیقی بھتیجے تھے ۱۸۷۵ء میں پیدا ہوئے۔ شاد  
عظیم آبادی سے اصلاح سخن لیتے تھے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا  
۱۹۱۳ء میں انتقال کیا نمونہ کلام یہ ہے۔

نہ اس سرا کا کبھی بند کار خانہ ہوا  
کوئی سحر تو کوئی شام کو روانہ ہوا  
تراجمال دکھانا ہمارا مر جانا  
کچھ ایسی بات نہ تھی جس کا اک نہانہ ہوا  
تعلقات نے پاؤں میں بیریا ڈالیں  
گھرا نیا آپ کے حق میں قید خانہ ہوا  
ہزار شکریہ حضرت کا ہم نے منہ دیکھا  
امید و وصل سے پہلے ہی دم روانہ ہوا  
منار ہی وہی روح گھٹ کے اے آزاد  
وطن سے آئے ہوئے ہم کو اک زمانہ ہوا



جو تیرے ظلم و ستم کا و فور ہو جاتا      قصور وار تر اے قصور ہو جاتا  
 نہ کرتی موج حوادث اگر در اندازی      تو بحر غم سے ہمارا عبور ہو جاتا  
 ناراض مجھ سے کیوں بت مغرور ہو گیا      تجھ سے گناہ کیا دلِ رنجور ہو گیا  
 آزاد شکر ہے کہ بھلے دن اب آگئے      بد قسمتی کا داغ جو تھا دور ہو گیا  
 (۸۱) شاد۔ بابو بدری نامہ خلف منشی ہرنبس رائے ساکن چندری پور  
 ضلع گیا۔ حضرت بسمل گیاروی کے شاگرد تھے پھر حشر بیھوی اور خلش  
 گیاروی کو اپنا کلام دکھایا۔ ان کا ایک شعر سنا گیا تھا وہ یہ ہے۔  
 جوش و خروش میں مرا چاک گریباں دیکھ کر      لوگ کی لیتا ہے بر خار مغیلاں دیکھ کر



## متاخرین ہندو شعرا

(۸۲) عطا۔ رائے ایسری پرشاد رئیس عظیم آباد محلہ کالی اسٹھان۔  
خلف رائے ٹچھی پرشاد۔ اردو زبان اور شاعری سے خاص شغف رکھتے  
تھے۔ الوالعزم اور علم دوست تھے۔ ایک رسالہ علم غرض میں ان کی تصنیف  
سے یادگار ہے آخر عمر میں درویشانہ وضع اختیار کی تھی۔ ۱۳ جنوری ۱۹۲۵ء  
کو تقریباً ستر سال کی عمر پا کر انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔  
ذکر میری دفا کا سن کے کہا کیسی بے مثل یہ کہانی ہے  
۱۹۲۲ء کے مشاعرہ واقع محلہ لودی کٹرہ بمکان شاہ اقبال صاحب  
مرتوم انہوں نے مندرجہ ذیل غزلیں پڑھی تھیں جو رسالہ تاج ماہ دسمبر میں  
بھی شائع ہوئی تھیں۔

آنکھ کے پردے کے باعث یہ غفلت میری	دیکھنے دیتی نہیں مجھ کو حقیقت میری
آنکھ کے پردوں نے مخلوق بنا رکھا ہے	دیکھنے دیتی نہیں مجھ کو یہ صورت میری
جز صنم اور دکھائی نہ مجھے دیتا ہے	پر میکیش سے ہوئی جب کہ بیت میری
چین سے سویا پڑا ہوں نہ اٹھاؤ مجھ کو	دیکھو دیکھو کہیں ٹھکراؤ نہ تربت میری
اب کوثر سے ذرا آنکھ تو دھو لے زاہد	تب نظر آئے گی جو کچھ کہ ہر حرمت میری
ذر کی خواہش نہیں لفت نہ خلائق کی ہر	رند ہوں صبر قناعت ہی ہر دولت میری



میں کسی شے کو بھی اپنے سے علیحدہ سمجھوں  
کوئی گریبی بکا ہوں سے جو دیکھے دیکھے  
کس پیرسی کے زمانہ میں خدا یاد آیا  
مجداہ کرنے ہی نے گمراہ کیا تھا مجھ کو  
میں عطارند ہوں اور طرز سخن ہی لیتا  
لگا کے سرمہ کہ جادو جگا کے بیٹھے ہیں  
سنے گا کون کہانی مہری یہاں صبا  
انہوں نے سیکھا ہی آنکھوں کی اوٹ ہو رہنا  
نہ سمجھے نا کوئی مہری وفا نے کھینچا ہے  
انہوں نے مجھ کو کہیں کا بھی اب نہیں کہا  
کوئی زمانہ تھا صحرانوردی کرتے تھے  
کہیں نہ آپ کے دیدار سے تڑپ جائے  
یہ خوب حیلہ ملا ہے انہیں نہ آنے کا  
نہ اب خدا ہی سے مطلب نہ کچھ توں سے ہے  
نہ پائے کوئی کسی ڈھب سے تا نشان ان کا  
کیا جو کرنا تھا ہوتا جو تھا ہوا سب کچھ  
صبا تو لائی گئی نہت کہیں سے اس گل کی

یہ روار کھتی ہو ہرگز نہیں نیت میری  
یار کی آنکھوں میں لاریک وقت میری  
آخر سن کام مرے آئی یہ غربت میری  
آگئی اب تو سمجھ میں مہری غفلت میری  
مل نہیں سکتی کسی سے کبھی زنگت میری  
عجیب زنگ دلوں پر جما کے بیٹھے ہیں  
غضب ہو عرش پر آب پ جائے بیٹھے ہیں  
تو ہم بھی آنکھوں کے پردے اٹھا کے بیٹھے ہیں  
جراغ قبر کا مہری بجھا کے بیٹھے ہیں  
کہ تھبے حشر میں دامن چھڑا کے بیٹھے ہیں  
مرے وصال کے اب چک چکا کے بیٹھے ہیں  
اسی سے پہلو میں دل کو دبا کے بیٹھے ہیں  
جو آج پاؤں میں منہدی لگا کے بیٹھے ہیں  
کہ خاک اپنے صنم پر رما کے بیٹھے ہیں  
جو نقش پا بھی کہیں تھا مٹا کے بیٹھے ہیں  
اب انتظار میں ہم تو قضا کے بیٹھے ہیں  
عطا اسی سے تو رخ پر ہوا کے بیٹھے ہیں

ان کا ذخیم دیوان ان کے لڑکوں درائے میلکوم جیمیں سنھا اور  
رائے اڈون ہو رلیں سنھا کے پاس موجود تھا غالباً اب تک محفوظ ہے۔  
ماہی۔ بابو بھولانا تھا منصف مدہ پور ضلع کھانگلیو راردو تناعی



کے دلدادہ تھے، عجم کارسہ کاری کے باوجود مشتق سخن بھی جاری رکھتے  
تھے اور اکثر مشاعروں میں شریک ہوا کرتے تھے ان کی غزلیں بعض نگینوں  
میں بھی شایع ہو کر نئی تھیں ۱۹۲۰ء میں انتقال کیا ان کا کچھ کلام  
رسالہ تاج گیا ۱۹۲۰ء میں شایع ہوا تھا وہ اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔  
دل کو تباہ کیجئے پر دیکھ بھال کے یہ ٹوٹا بھوٹا گھر حرم کردگار ہے

فناں کے ساتھ لب تک مہم آنے سے کیا حاصل  
دل مضطر کو سمجھا دو کہ گھر آنے سے کیا حاصل

جو پیشانی کا لکھا ہے وہ پیش آننا ضروری ہے  
تو پھر تقدیر کی باتوں پہ غم کھانے سے کیا حاصل  
نصیحت ہم سے دیوانے کہیں سنکر سمجھتے ہیں  
کوئی ناصح کو سمجھا دے کہ سمجھانے سے کیا حاصل  
جو مرنا ہے تو ہم بھی مرشیں گے کوئے جاناں میں  
کسی جنگل میں جا کے سر کو ٹکرا بنے سے کیا حاصل  
ہماری جاں نثاری بھی کسی دن آزما دیکھو  
یہ قصے بلی و مجذوں کے پڑھوانے سے کیا حاصل  
نگاہ مست ساقی سے ہے بزم سے کی کیفیت  
ہمیں پھر ساغر و مینا و مینا نے سے کیا حاصل

تاج ماہ مارچ ۱۹۲۰ء

غم سے مراکب حال پریشاں نہیں دیکھا      کب اس دل صد چاک کو گریاں نہیں دیکھا  
تسکون مرنے کو نے کا عبث کرتے ہو یا رو      کب خم جگر کو مے خند ان نہیں دیکھا



تو نے ابھی اس گل کو خراماں نہیں دیکھا  
اس بات سا کوئی دشمن ایماں نہیں دیکھا  
کس نگ میں کس دپ میں بہاں نہیں دیکھا  
مایل سا بھی ہشیار نگہباں نہیں دیکھا

اپریل ۱۹۲۰ء مشاعرہ مدہ پورہ ضلع بھاگلپور

اترا کے نہ چل کبک در ی باغ میں اتنا  
دیکھا تو حرم میں بھی پرستش و اسی کی  
اے شمع شب فروز ترے حسن کا جلوہ  
کھو بیٹھا ہے دل جو کہ تھا گنجینہ اسرار

جو آہ منہ سے نکلی وہی شعلہ بار ہے  
سب رشتی ہیں لہری میں سب کا مزار ہے  
تار نفس بھی اب تو مرا تار تار ہے  
قابو میں اپنے کب دل بے اختیار ہے  
دو دن کی زندگی بھی تو ناپا یاد ہے  
پہلو میں بے سبب نہیں لہ بے قرار ہے  
سو دانی وہ جنوں کے سر پر سوار ہے  
یہ ٹوٹا پھوٹا گھر حرم کردگار ہے  
کچھ اور گل کھلا یہ زمیں پر بہار ہے

داغ تب فراق سے دل لالہ زار ہے  
کیا پوچھتے ہو حسرتیں میری کہاں کہیں  
دست جنوں چاک گریباں ہوا تو کیا  
باتیں تری سمجھتے ہیں ناصح یہ کیا کریں  
کس بات پر ہی پکیر خاکی تجھے گھمنہ  
پھر گل نیا کھلا دیکھا موسم بہار کا  
تلوؤں کو کیوں نہ خار مغیلاں کی ہو ہوس  
دل کو تباہ کیجئے پر دیکھ بھال کے  
مایل ترے کلام کا شائق ہے ہر کوئی

غزل مطبوعہ تاج جون ۱۹۲۰ء

جو شعر ہی ہمارا اک غم کی داستان ہے  
پھر عشق زخم دل پر میرے نمک نشاں ہے  
اس نیم قطرہ حوں میں کیا زورالاماں ہے  
تو کیا پھر اک ہم سے برگشتہ اک تھاں ہے  
آہوں کے بے لب پر ہر وقت اک ہوا ہے

یا شرح سوز دل ہی یاد رکھنا  
پھنکنا ہوں سوز غم سے سینہ میں لپٹاں  
ہو سانس یعنی مشکل دل اس قدر تپاں  
بے شمع سب کے دل میں تیری جگہ کا فر  
سوز دروں دل میں اک آگ سی لگی ہے



لو کہ چکے بہت کچھ بس بے باں سمجھا لو منہ میں مے بھی آخرے جانجاں ہاں ہے  
 وعدوں پہ تیرے اے بت امید مغفرت ہے یہاں تسکین نہ ہونا اللہ درمیاں ہے  
 مائل نے ۱۹۲۲ء میں مدہ پورہ ضلع بھاگلپور میں چھپک کے عارضہ میں  
 مبتلا ہو کر انتقال کیا۔ ان کے کلام کا کافی ذخیرہ موجود تھا معلوم نہیں  
 اب تک محفوظ ہے یا نہیں۔

(۸۴) صہبیا۔ رائے کنور بھائی رئیس کیا شاگرد حضرت اکبر دانا پوری  
 نمونہ کلام یہ ہے۔

سجدے ہم کرتے ہیں ہ پاؤں ہاں کہتے ہیں جب دعوائے خدائی یہ بتاں رکھتے ہیں  
 (۸۵) فریاد۔ منشی بدری نرائن ولد منشی درکا پرشاد قوم کاسیتھ ساکن  
 ندوہ ضلع گیا۔ کلکٹری میں نقل نویں تھے اور موضع ندوہ کی انجمن چشمہ سخن  
 کے سکریٹری تھے۔ مشتاق شاعر تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

ناز سے دیکھا تو آخر اک نظر میری طرف دل جو تم نے لے لیا اس کا کلا جاتا رہا  
 (۸۶) کشش۔ بابو گوہند پرشاد خٹ بابو گوگنکار پرشاد ساکن موضع ندوہ  
 ضلع گیا، تلمیذ حافظ عبد الاحد ساکن شیرگھالی۔ زیادہ حال معلوم  
 نہ ہو سکا ان کا ایک شعر یہ ہے۔

اپنی تو سجدہ گہہ درمے فردش پر دیر و حرم سے کام نہ کچھ خانقاہ سے  
 (۸۷) امیر۔ بابو گوہر دھن پرشاد۔ اضلاع بہار کے کسی دیہات کے  
 رہنے والے تھے محکمہ پولس میں انسپکٹر تھے ۱۹۰۳ء میں انہوں نے سیول  
 ضلع بھاگلپور سے اپنی غزلیں گلدستہ بہار بے خزاں کے لئے بریلی بھیجی تھیں  
 جو مختلف گلدستوں میں شائع ہوئی تھیں وہ اس جگہ درج کی جاتی ہیں۔



بہار بے خزاں بابت ماہ اپریل ۱۹۰۳ء

مجھ سے ہر آدمی کو نفرت ہے  
غیر بھی کرتے ہیں گلا تیرا  
مردے اٹھنے لگے مزاروں سے  
واغلو جاؤ اپنا کام کرو  
یہ ترے عشق کی بدولت ہے  
کچھ مجھی کو نہیں شکایت ہے  
ان کا آنا بھی اک قیامت ہے  
کوئے جاناں ہماری جنت ہے  
کوچہ یار تو سلامت ہے  
ایسی باتوں سے مجھ کو نفرت ہے  
یہ بھی اک آپ کی حماقت ہے  
کچھ نہیں خیر کی شکایت ہے  
بہار بے خزاں مئی ۱۹۰۳ء

جانتاں ایرے قاتل کی داہوتی ہے  
ہم کو دنیا میں نہ آرام ملا سنتے تھے  
الفت بغیر کا الزام میں دیتا ہوا نہیں  
دیکھا عاشق کا جنازہ تو شمر گئے کہا  
اس کو شمشیر بکف دیکھ کے مقتل میں امیر  
بہار بے خزاں اگست ۱۹۰۳ء

عشق مجھ کو جانب چاہ نہ خداں لے چلا  
جو چلا محفل سے تیری سبب سوزاں لے چلا  
دل بغل سے جلوہ رخسار جاناں لے چلا  
حسن کے مکتب میں ملتا ہوں کہ ہو در عشق  
خضر اسکندر کو سوے آب حواں لے چلا  
دل تپاں خاطر پریشاں چشم گریاں لے چلا  
ذرہ ناپنر کو مہر و رخشاں لے چلا  
میں سبن کو پانچواں باب گلستاں لے چلا



جوشِ حسرت لیکر آیا دلغِ حیراں لے چلا  
شمعِ عشقِ عارضی پر نورِ جاناں لے چلا  
سارباں جب ناقہ لیلیٰ جدی خواں لے چلا  
نامہ پر شوقِ جبّہ ہوئے جاناں لے چلا

رونا آتا ہے ترے عاشق کی قسمت پر کبھی  
منزلِ ملکِ عدم کی راہ کھتی تاریک میں  
مستی و حشت میں دوڑا کبھی پیچھے تھیں بھی  
پیچھے پیچھے ہوئے قاصد کو سمجھاتے امیر

ستمبر ۱۹۰۳ء

ہم کہے دیتے ہیں ایسی دلگی اچھی نہیں  
یہ شبِ فرقت مصیبت کی بھری اچھی نہیں  
حضرتِ دل یہ تمہاری بخود ہی اچھی نہیں  
دیدہ گریاں یہ سادوں کی چھری اچھی نہیں  
رونے والوں سے کسی کی ہنسی اچھی نہیں

شوقِ دل ان کو سنایا جب تو بھٹھلا کر کہا  
اے خدا کتنک لے گی راحت و زوال  
آنکھ کھولو کچھ کہو اپنی، ہماری کچھ سنو  
پھر نہ عالم میں نمایاں ہو کہیں طوفانِ نوح  
وقت گریہ گدگد اے کوئی کیوں مج کو امیر

تذکرہ ہندو شعرا مولفہ خواجہ عشرت لکھنوی (مطبوعہ ۱۹۳۱ء) میں

ان کا ذکر اور ایک شعر پایا گیا وہ یہ ہے۔

جذبہ دل کی میں تاثیر دکھاتا تم کو مرے قابو میں مری جان اگر دل ہوتا

(۸۸) جو دت۔ منشی جدو بیر سہاے خلیف منشی بنواری لال صوفی ساکن

پورمتصل کیا شاگردِ حشر بیٹھوی و کوثر خیر آبادی سنہ ۱۹۱۶ء میں سرکاری

وکیل عدالت کیا کے محررتھے سنہ ۱۹۱۲ء میں تخمیناً بچپن برس کی عمر میں انتقال کیا

ان کی غزلیں گلدستہ چمنستان سخن اکو بر سنہ ۱۹۰۱ء زیرِ ادارہ احمد حسین جوشِ عظیم آبادی

ٹالی گنج کلکتہ اور گلدستہ نسیم سحرزیرا دار شفق عماد پوری مطبوعہ گیا میں نظر سے گذری تھیں نسیم سحر

میں ان کو شاگردِ حشر مرحوم و شفق عماد پوری لکھا ہے۔ جون سنہ ۱۹۰۶ء میں انہوں نے نسیم سحر کی

اشاعت کا قطعہ تاریخی بھی لکھا تھا۔ غزل مطبوعہ چمنستان سخن بابت اکو بر سنہ ۱۹۰۱ء



کھلے بند پھرتا ہے دشمن کسی کا  
 الہی نہ ہو دوست دشمن کسی کا  
 ہوا ہے نہ ہو گا وہ پر فن کسی کا  
 نہ ہو مبتلا غم میں دشمن کسی کا  
 ہو اغم سے کیوں چاک دامن کسی کا  
 کہ ہے زمرہ ساز ارگن کسی کا  
 تو وہ پوچھ لیتے ہیں مدفن کسی کا  
 وہ سننا رہا روز شیون کسی کا  
 نہ ہو گا جو ہا گھوڑوں میں دامن کسی کا  
 نہ ہو میرے کوچہ میں مدفن کسی کا  
 مکاں بن گیا رشک گلشن کسی کا

قبا ہو نہ پیرا ہن تن کسی کا  
 مرے دل نے مج کو خرابی میں ڈالا  
 نہ کہتے تھے وہ بے مروت ہوا دل  
 مصیبت مری سن کے اتنا وہ بولے  
 کفن قطع ہونے لگا جب ہمارا  
 یہ یازیب کا گھونگر و بولتا ہے  
 جب آتے ہیں گور غریباں کی جانب  
 اسے ضبط کہتے ہیں اف کی نہ منہ سے  
 بحجم قیامت میں کیا حال ہو گا  
 پس قتل بولے وہ یہ گور کن سے  
 جو وہ غیرت گل یہاں آیا جو دت

غزل مطبوعہ نسیم سحر جون ۱۹۰۱ء

اگر سویر میں ابر دن رات پر سے  
 بکھی سے کہیں پیاس آب گہر سے  
 کوئی اکھڑ کے روتا ہی کھپلی پہر سے  
 ملا لے انہیں کوئی شمس و فہر سے  
 سنبھلتی نہیں تیغ نازک کمر سے  
 کراہا جہاں کوئی درد جگر سے  
 گہر کو صدف سے صدف کو گہر سے  
 کھلے پھول کیا کیا نسیم سحر سے

مقابل نہ ہو گا مری چشم تر سے  
 نہیں ہوتی پوری ہو میں مال زر سے  
 کوئی صبح تک خواب احت میں غافل  
 بڑھے ایک سے ایک ہیں دونوں عارض  
 میں قربان تیرا نراکت کے قاتل  
 کوئی ڈر گیا ہا کھ کانوں پہ رکھ کر  
 ہوئی آبر و مل گیا آب و دانہ  
 ملا خلعت نو عروس چین کو



شب بھر مگر ہی و تقدیر جو دت جگر دل سے آزر دہ ہی دل جگر سے

قطعہ تاریخ اجرا کے گلدستہ نسیم سحر

خدا کے فضل سے اب ہو گیا ہر شہر چھپر  
کھاں ہیں آگے ہاتھوں ہاتھ ہیں خبا گلدستہ  
ٹری ہی موتیوں کی یا مضامین مسلسل ہیں  
چمک کر خوب نکلا ہے بہ آہے تاب گلدستہ  
گل افشاں ہر مدق ہی جلوہ اشعار نگین تھے  
دکھاتا ہی بہار گلشن شاداب گلدستہ  
دشمن قلم کر کے لکھی تاریخ یوں جو دت  
ہو اشعار عجائب نادر و نایاب گلدستہ

غزل مطبوعہ نسیم سحر ستمبر ۱۹۰۶ء

گیا ہے نالہ دل آسماں تک  
اب آگے دیکھئے پونچے کہاں تک  
و فور ضبط سے راز محبت  
نہ آیا گوشہ دل سے زباں تک  
کچھ ایسی بے نشان راہ عدم ہے  
نہیں ملتا نشان رفتگاں تک  
رہی ثابت قدم سر دے کے آخر  
کٹا دی شمع نے اپنی زباں تک  
پھٹکا ہوں آتش فرقت سے ایسا  
ہوئی ہیں راکھ جل کر ہڈیاں تک  
جلایا اس طرح سوز نہاں نے  
نہیں نکلا مرے منہ سے دھواں تک  
ملا اس کا تیا دل ہی میں جو دت  
جسے ڈھونڈا زہیں سے آسماں تک

غزل مطبوعہ نسیم سحر مئی ۱۹۰۶ء

ہم دل کسی کو دینے کے قابل کہاں ہے  
وہ دردِ دین کے دل میں سہا ہے نہاں ہے  
دن رات ان کے ساتھ رہے سایہ ہاں مگر  
ٹھا ہر کھینچے ہے تو کبھی ہم نہاں رہے  
بھر کی ہوئی ہی آتش گل صحن باغ میں  
بلبل کو فکر ہے کہ کہاں آشیاں رہے  
فریادِ حشر میں نہ کروں گا مگر کہیں  
شاید مجھے نہ طاقت ضبط قفاں ہے  
پہلو کو چاک کر گئی تیغ بگاہ ناز  
جو دت تبا و تاب ل مضر کہاں ہے



## متفرقات

دید رخ سے ہو گیا درماں ل بیتاب کا  
آنکھ بھرتی ہو جوت یاد میں اس مت کی  
بحر رستی میں نہ کرا یا م پیری کا ملاں  
نشان نقش پائے فشکاں پایا نہ عام میں  
طور پر برق جو چمکی ہوئے موسیٰ بے ہوش  
کج ادائی نے تمہاری یہ اثر دکھلایا  
اضطرابِ مینہ سے ملکر مٹا سیلاب کا  
دکھتا ہوں جب بھر ساغرِ ثنائیات کا  
لوگ خوش ہوئے ہیں کشتیِ قرب ساحلِ دلِ بچکر  
اڑائی منزلوں کی خاک گرد کارواں ہو کر  
جلوہ رخ کے سوا اس میں کوئی راز نہ تھا  
رہ گئے زلفِ سیدہ فام میں خمِ آب سے آپ  
نخخانہ جاوید میں بھی ان کا مختصر ذکر ہے۔

(۸۹) ہندو۔ بابو پریاگ رام ساکن گیا۔ شاگرد مایل بھقوی ۱۹۰۱ء  
میں مشقِ سخن کرتے تھے سگدستہ نسیم سحر میں ان کا کلام شایع ہوا  
تھا۔ ایک شعر یہ ہے۔

تصور میں آنکھیں تمہیں کچھ لیں گی کہاں تک چھپو گے کسی کی نظر سے  
(۹۰) اسپر۔ اکھوری مند کثور ابن اکھوری بہاری لال زمیندار  
موضع بھرارہ ضلع گیا۔ قوم کا لیستہ۔ عدالت میں مختار تھے ۱۹۱۶ء  
میں زندہ تھے خلش گبادی سے اصلاحِ سخن لیتے تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

ہر وقت ستاتے ہو جو اربابِ فا کو کیا حشر میں تم منہ نہ دکھاؤ گے خدا کو  
کوچہ سے گئے اٹھ کے کہیں جانیں سکتا آرام ملا وہ مرے نقشِ کفِ پا کو

(۹۱) صابر۔ اکھوری سیٹل پرشاد خلف اکھوری پچھن سہاے کا لیستہ  
ساکن میگرہ ضلع گیا۔ سن شعور سے شاعری کا شوق تھا ۱۹۲۵ء میں  
ایک دیوان بھی مرتب کر رہے تھے اس وقت ان کی عمر تینا پٹیسال



کے قریب کھتی نمونہ کلام یہ ہے۔

بڑھنے لگا تعظیم کو ہر خارِ مغیلاں  
گردشِ چرخ سے گھبراتا ہی کیوں دل مرا  
دیکھا جو کہیں شنت میں مجھ آبلہ پا کو  
شاید اس پردہ میں پنہاں کوئی حکمت ہوگی  
غزل مطبوعہ رسالہ تاج گیا۔ جنوری ۱۳۲۲ء

حبِ قومی کی ضیاء جس میں ہو وہ دل نہیں  
پہنو کھڑا آگ میں ڈالو بدسی مال کو  
رازِ آزادی ہی پوشیدہ ہو دیشی مال میں  
ہیں عمل کا وقت ہو سب کام شدہ ہو جائیں گے  
شاہِ راہ کا میاں بی ہے ہمارا اتفاق  
بے خبر اغیسا سے ہو عشق کا دعویٰ یہ ہے  
کس طرح صابر کرے پیری میں خدمتِ ملک کی  
کام پورا ہو خاک بسمل کا  
جمع ہیں شاعرانِ خوش گفتار  
چاندِ دلہن تو شمسِ نو شاہ  
بزمِ شادی میں بزمِ شعر و سخن  
کیوں نہ صابر مجھے مسرت ہو  
کام ہے شاعرانِ کامل کا  
آج نکلا ہے حوصلہ دل کا

(۹۲) صنم۔ بابو امبیکا سہاے خلف منشی جگر ناتھ سہاے قوم کا بیٹا  
ساکن ہر نام ڈیہہ ضلع گیا سہاے میں پیدا ہوئے۔ خلش گیا دی کے  
شاگرد تھے۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

بے فائدہ کیوں ہاتھ اٹھاتا ہی دعا کو  
معلوم ہی دل کا ترے احوال خدا کو



لکھ آج صنم تو وہ پھر کتے ہوئے اشعار تر پائے غزل اپنی سنا کر شعر ا کو  
 (۹۳) دہائی۔ بابو ہری ہر پر شا د چنچل عرف لال بابو اگر وال خلف  
 بابو ہر کشتن داس اگر وال ساکن لہیری ٹولہ شہر گیا۔ بڑے ظریف الطبع  
 تھے اکثر مزاحیہ اشعار بھی کہتے تھے۔ کیا میں اگر وال پریس انہیں نے جاری  
 کیا تھا۔ عرس گیارہ سے بھی بہت ریلو تھا۔ ۱۹۰۳ء میں اپنے پریس  
 سے اخبار بہار رخ جاری کیا تھا جس کی ادارت عرس گیارہ کے سپرد  
 تھی پھر ۱۹۲۵ء کے لگ بھگ ایک دوسرا اخبار ”رنکیلا“ ہندی رسم الخط  
 میں نکالا۔ ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۳۲ء میں انتقال کیا۔  
 نمونہ کلام یہ ہے۔

بستان دہریہ یہ گلستاں جو کس لئے	نغمہ سرا یہ مرغ خوش الحان جو کس لئے
جب زندگی ہی اپنی دہائی کر بے ثبات	عیش و نشاط کا رہر سماں جو کس لئے
دنیا کا انقلاب دکھانے کے واسطے	محتاج مجھ کو کر دیا دانے کے واسطے
راحت جو بعد رنج دہائی ہوئی نصیب	اچھا سبق ملا یہ زمانے کے واسطے
وصل کی شب نگ اس کمسن کا یوں فوج ہو گیا	جیسے کملائے کوئی کچی کلی گلزار کی
شگون میں فیس میں نذرانہ میں درختانہ میں	موکل کی حجامت ہوتی ہو محتار خانہ میں

(۹۴) قیس۔ بابو رام پر شا دبی اے بی ال وکیل گیا۔ خلف منشی  
 سنجیون لال دیوان (سات آنے) راج ٹکاری تلمیذ حضرت اکبر دانا پوری  
 اردو کے مشاق شاعر تھے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا اور ۱۹۸۹ء میں گیا  
 میں ایک ادبی انجمن موسوم بہ لیٹری کلب قائم کی تھی جس میں ہر مہینہ مشاعرہ  
 منعقد ہوا کرتا تھا اور مشاعرہ کی غزلوں کا گلہ سنہ بھی شایع ہوتا تھا۔



اس انجن کا ایک گلدستہ راقم کی نظر سے بھی گزرا تھا اسی سے ایک غزل  
اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔ یہ گلدستہ ۶۶۶۲ خدا بخش لائبریری مینہ میں  
بھی موجود ہے۔ ۱۹۱۳ء میں ان کے کلام کا مختصر مجموعہ موسوم بہ  
یادگار قلیں حسین بخش شہر کیا وادی نے شایع کیا تھا اور شفیق عہاد پوری  
نے اس کا دیباچہ لکھا تھا لیکن کم سواد ہی اور بے اعتنائی کے سبب یہ مجموعہ  
ضروری مواد سے خالی رہ گیا۔

میرا کلب ہمیشہ ہی پھولا پھلا کرے  
انسان کس زبان سے تیری ثنا کرے  
کب کہتے ہیں یہ ہم کوئی ہم سے فنا کرے  
مجھ سے مرعین غم کی کوئی کیا دوا کرے  
لیل و دنوں کے غم میں نہ کتک ٹھلا کرے  
نیرنگیوں میں یہ تراشا گر دے اگر  
تم پر شاہ ہم ہوں نہ ہو دل تہارا فنا  
یوں تو جہاں میں ہیں بہت غیرت مسیح  
یہ ہی مرض علاج یہاں معرکہ کا ہے  
ہو جس کے پاس مال کوۃ اس چہرے  
ہم تو دم ان کا بھر ہیں یہ غیروں پر شاہ  
نسیج ہاتھ میں یہ دعا سے زبان پر  
دو دن کی زندگی میں عداوت کسی سے کیا  
نام ادس قلم کا خامہ جادو بیکار ہے

ہو کوئی فصل بہ نر و تازہ رہا کرے  
اک مشت خاک حمد خدا کیا ادا کرے  
ہم سب میں خوش ہیں کوئی دنا یا جفا کرے  
ہاں وہ دوا کرے جو کوئی معجزہ کرے  
آٹھ آٹھ آنسو قلیں نہ روئے تو کیا کرے  
ہر روز چرخ ایک کرشمہ نیا کرے  
تم یوں بھی خوش نہو تو کوئی مرے کیا کرے  
میرا مسیح وہ ہی جو میری دوا کرے  
جس کو مسیح بنا ہو میری دوا کرے  
جو مالدار حسن ہو بوسے دیا کرے  
ان بیوفاؤں پر کوئی دل کیوں فدا کرے  
آجائے میرے گھر میں ہا کافر خدا کرے  
یہ دن ہنسی خوشی میں بسر ہوں خدا کرے  
مضمون جو تیری چشم سیمہ کا لکھا کرے



میں نے کہا جو ان سے کہہ رہا ہوں آپ پر بولے یہ مسکرا کے مرو تم خدا کرے  
اب قیس کو بنا دیا کچھ اور عشق نے بولی میں اس کے نام کی سہرن جیا کرے  
قیس کے تین اشعار راقم کے پاس ایک بیاض میں لکھے ہوئے  
موجود تھے وہ یہ ہیں۔

چلے باغ دنیا سے کیا لے کے ہم نہ کچھ رنگ لائے نہ پھولے پھلے  
عجیب شان سے دیکھا اس کو پہلو میں ہمارے خواب کی تعبیر دیکھئے کیا ہو  
شوق سے آئے تھے تربت کو مٹانے کیلئے چپ کھڑے ہیں آپ کیوں گور غریباں دیکھ کر  
قیس نے سنہ ۱۹۰۸ء میں کوئی پچاس سال کی عمر میں انتقال کیا۔  
رسالہ تاج کیا ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۱۲ء میں ان کی تصویر بھی شائع ہوئی تھی۔  
محلہ مرار پور گیا میں مولوی سید غنی حیدر صاحب مرحوم کا تعمیر  
کردہ عالی شان مکان ہے اس کے دروازہ کے اوپر قیس کا کھایا ہوا  
یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے۔ اب یہ مکان غالباً شاہ قاسم غنی صاحب  
کی ملک ہے۔

خادم و اذن علی سید غنی حیدر بہشت  
سال تعمیرش چو جوی قیس ایں مصرعہ بگو  
ایں مکان تو کہ در وصفش زبانی بدستوہ  
بزم گہ دولت کدہ دار السہرا خیم شکوہ

۱۹۰۲

(۹۵) گوہر۔ بابو بھوانی پرشاد ساکن ملکنہ ضلع گیا۔ زیادہ حال  
معلوم نہ ہوا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

کھول دے میخانہ کرباب کرم آراستہ لطف و ساقی سے کلفا کا برسات  
(۹۶) ہمارا۔ بابو بھگوتی پرشاد سنگھ قوم راجپوت ساکن شہر چھپرا



سارن سنہ ولادت تقریباً ۱۸۹۵ء زمینداری کی بدولت  
خوش حالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ بچپن میں ان کا اسٹیٹ کورٹ  
آن وارڈس کے انتظام میں تھا۔ اردو کے علاوہ انگریزی، ہندی  
اور سنسکرت سے بھی بخوبی واقف تھے اور ان زبانوں میں تصنیف  
و تالیف کا بے حد شوق تھا ان کی آخری تصنیف دس انکار یعنی علم  
عروض سنسکرت انگریزی زبان میں لکھی گئی تھی۔ فن مصوری اور  
موسیقی میں بھی دخل تھا۔ اردو شاعری میں مولوی محبوب احمد صاحب  
غنتا سے تلمذ تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

سمجھنا ہم پریشاں تھے تمہارا خط نہیں مگر  
تری صورت کچھ ایسی دل نشیں معلوم ہوتی ہے  
یہ مانا پیار کرنے میں دے دل کی خطا ٹھہری  
عجب عالم نظر آتا ہے جام عکس افکن کا  
دکاتے ہو پتا ہمارے کیوں ان کی محبت کا  
محبت کی یہ انتہا ہو رہی ہے  
ستم پر ستم اور جتنا کرو تم  
مے گلبدن کی ہے کیا آمد آمد  
مجھے چھوڑ کر اب کہاں جا رہے ہیں  
تمے بال جب سے کمر تک ہیں آئے  
خدا کی قسم میں تمہارا ہوں شیدا  
کسی سے کسی کا نہ دلبر جدا ہو

ہمارے خط کے مضمون میں اگر کوئی خطا نکلی  
جہاں ہوں کھتا محکوم وہیں معلوم ہوتی ہے  
مگر صورت تمہاری کیوں حسین معلوم ہوتی ہے  
کہ تیجے آسمان اوپر زمین معلوم ہوتی ہے  
بنوں کی کار سازی بھی تمہیں معلوم ہوتی ہے  
کہ ان کی جفا پر وفا ہو رہی ہے  
مے درد دل کی دوا ہو رہی ہے  
مضطرب جو باد صبا ہو رہی ہے  
مری روح تن سے جدا ہو رہی ہے  
مری جاں اسیر بلا ہو رہی ہے  
مری جاں تم پر فنا ہو رہی ہے  
یہی حق سے میری دعا ہو رہی ہے



کسی کی محبت میں ہمرازا رہتا تو طبیعت بہت بتلا ہو رہی ہے  
 (۹۷) جوش۔ بابو ہمیشہ پر شاد رئیس منظر پور تلمیذ حفیظ جونیوری  
 ایک مختصر دیوان ۹۰ صفحوں کا موسوم بہ بہار جوش مرتب ہو کر شائع  
 ہوا تھا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

یہی حال تو آئے گا دشمنوں کو تو  
 غیب نہیں کہ سفارش کئے عذ میری  
 (۹۸) ناداں۔ منشی پریاک دت ابن اکھوری گردھاری لال ساکن  
 مو صغ دھیوڑی علاقہ شیرگھاٹی ضلع گیا۔ ڈالٹن گنج میں عدالت  
 نو جداری کے مختار تھے۔ شاعری میں سر پر کا بری سے تلمذ تھا ۱۹۱۳ء  
 میں ساٹھ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔

اب تو روتا ہوں بھر میں ناداں دل لگایا تھا دلگی کے لئے  
 (۹۹) نطق۔ بابو سحیت زاین سنا ساکن لودی پور ضلع گیا۔  
 سالہ تاج ماہ فروری ۱۹۲۲ء میں فرد لودی پور کی اور دود  
 لودی پور کی کے ساتھ ان کی تصویر شائع ہوئی تھی اس میں نطق دھوتی،  
 کوٹ اور سیاہ رنگ کی گول ٹوپی پہنے ہوئے نظر آتے تھے۔ شعر  
 کوئی چالیس برس کی ہو گی۔ مشاق شاعر تھے۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

پھولوں کی بو سے یاد تیرے رخ کی آگئی مگر کبھی محکو چین نہ آیا مزار میں  
 (۱۰۰) صنوبر۔ منشی بھرنگ سہاے خلف منشی گوپی ناتھ سہاے  
 بلبیل ساکن محلہ پان دریاہ متصل گذریا پٹنہ۔ سنہ ولادت  
 تخمیناً ۱۸۸۵ء۔ میر باقر صاحب باقر تلمیذ حضرت وحید الہ آبادی  
 سے اصلاح سخی لیتے تھے میر باقر کے دیوان کے آخر میں ان کا ہوا



قطعہ تاریخ طباعت بھی مندرج ہے۔ اپریل ۱۹۱۹ء میں آل انڈیا  
مشاعرہ مقام درگاہ حضرت شاہ ارزاں قدس سر میں انہوں نے یہ غزلیں بھی  
نکھیں جو رسالہ تاج میں شائع ہوئی تھیں۔ دس بارہ سال ہوئے  
انہوں نے انتقال کیا۔

اس لزار میں جب عشق پریزا د آیا  
مٹ پرستی سے مراد دل سے منور زہد  
کیا کہیں عاشق جانا ز کا کیسا ہی نصیب  
کیسی تقدیر مرغان چمن کی یارب  
مرغ دل لا کھول کر فتار ہوئے ام میں آج  
حب صدف حریف غم بحر میں موت آئی مگر  
غم یہ غم مہتے میں وقت میں تھے اے ظالم  
میں تو ہر دینے کو مقتل میں کھڑا ہوں لیکن  
مرے خاک ہوئے جس کے غم فرقت میں  
خار غم چھ گیا نشتر کی طرح دل میں مے  
مجھ مستمکش کے سوا جو رجفا کے لئے ہائے  
بے کسی کے سوا اس عالم تنہائی میں  
لوٹ آئی مری پھر جان مری آنکھوں میں  
آتش سحر سے جل بھن کے ہوا خاک یہ دل  
دکھ کر گلشن دل میں مے انگوں کی بہار  
ان کے آنکھی خبر سن کے پریشانی میں

نور حق دیدہ باطن میں خدا یاد آیا  
دیکھ کر حسن بتاں مجھ کو خدا یاد آیا  
کوئے جاناں سے بھی آیا تو یہ ناشاد آیا  
فصل گل آتے ہی گلزار میں صیاد آیا  
بال کھولے ہوئے جب باغ میں صیاد آیا  
سہ بالیں نہ کبھی باقی بیداد آیا  
نالہ ہرگز نہ لبوں پر دم فریاد آیا  
خواب میں بھی نہ کبھی سامنے جلا د آیا  
قبر پر بھی نہ کبھی وہ ستم ایجاد آیا  
جبکہ تیرنگہ یار مجھے یاد آیا  
اے فلک تجھ کو کوئی اور نہیں یاد آیا  
کوئی آیا بھی تو وہ صورت جلا د آیا  
کون اس وقت دم مرگ مجھے یاد آیا  
پر نہ ہونٹوں پہ صواں کبھی دم فریاد آیا  
خورد علماں کو بھی گلزار مرید یاد آیا  
حال کہنے کو زباں تک ناشاد آیا



نہیں قابو میں ہا دل نہ جگر پہلو میں  
 آبدیدہ ہوا تو دیکھ کے کیوں سوئے فلک  
 بند کیں آنکھیں تو دیکھی میں نے صورتِ یار کی  
 پھر بہار آئی ہر پھر رونق بڑھی گلزار کی  
 آرزو ہر ہر بشر کو اس پر ہی خسار کی  
 وعدہ پر بھی جب دیکھی میں نے صورتِ یار کی  
 اے برہمن کبت ملک پابندی دامِ بکوس  
 کچھ تنہائی میں ہوتا ہے حقیقت کا ظہور  
 ہر طرف روشن ہے جز تو رہ مبارک اور کیا  
 پھر بڑھا خوش جنوں خشتی چلے پھر سوئے شت  
 زخمِ دل کیونکر بھرے پھر دل کے اندر اندوں  
 نقدِ دل لے لیکے ہاتھوں میں ہیں سب عاشق کھڑے  
 عاشقاں لوتے زلفِ غنیمت کے روبرو  
 میں تو مقتل میں کھڑا ہوا ہے شمعِ حیدر آ  
 بند ہو جائیں گی آنکھیں گر قصو میں تھے  
 حسرتیں دل کی اگر نکلیں تو نکلیں کس طرح  
 بے کسی کی حالتوں میں دو غم کے ماسوا  
 ڈاکھوں کشتہ ہو گئے جاتیں ہزاروں کی کیں  
 جاں و دیار میں پائی اے صبا صد شکر ہے  
 اے صنوبر گل کھلے جو آج مر جھامیں گے گل

وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا  
 اے صنوبر تجھے بھٹھے ہوئے کیا یاد آیا  
 کھل گئی ساری حقیقت محزنِ اسرار کی  
 پھر طبیعتِ جوش پر ہی اندنوں میخوار کی  
 و محبت سب اس کے ابروئے خمدار کی  
 اور دل میں آرزو بڑھتی گئی دیدار کی  
 طالبِ حق کو کوئی حاجت نہیں زنا ر کی  
 دیدہ دل میں تجلی ہے خیالِ یار کی  
 روشنی پھیلی ہے ہر سو معدنِ انوار کی  
 پھر بڑھی جاتی ہے رونقِ وادی پر خار کی  
 چھہ ہی ہو نوک تیغِ ابروئے خمدار کی  
 کس قدر رونق بڑھی ہے عشق کے بازار کی  
 کچھ حقیقت ہی نہیں ہے چین کی تاتار کی  
 ہے تمنا میری گردن کو تری تلوار کی  
 پھر تو کھل جائیگی قسمتِ دیدہ بیدار کی  
 ہے پری نہ بچیر دل پر گیسوئے خمدار کی  
 ایک بھی صورت نہیں کبھی کسی غمِ خوار کی  
 ہے عجب تاثیر اس کی شوخی رفتار کی  
 ہو کہاں سے تو اثرِ الائی سے زلفِ یار کی  
 کس نے دیکھی ہے بہارِ کیساں کسی گلزار کی



فطرتی۔ بابو پیر لال۔ ساکن محلہ پان درمیہ متصل گزری پٹنہ شاگرد  
منشی محمد باقر باقر عظیم آبادی تلمیذ حضرت وحید الہ آبادی سنہ ولادت  
تخمیناً ۱۸۸۲ء۔ میر باقر کے دیوان کے آخر میں ان کا کہا ہوا قطعہ تاریخ  
طباعت بھی موجود ہے۔

ان کی یہ غزل گیا کے مشاعرہ ۱۹۲۲ء کی رپورٹ مندرجہ رسالہ  
تاج ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء میں شائع ہوئی تھی۔

جب سے برگشتہ جہاں میں ہوئی عزت میری  
دل و جان بھی کی وقت پہ شرکت میری  
حسن جاناں پہ نظر پڑے ہی جاتے رہے ہوش  
جس کی امید پہ بیٹھا ہوا دنیا میں ہا  
قلم کر دے مرا شوق سے قاتل لیکن  
یا الہی مرے دشمن کو بھی یہ دکھ نہ دکھا  
اب میں امید کروں بعد فنا کیا ان سے  
ان کے سب ظلم و ستم سہتا ہوں لہر لیکن  
میں جدا سب ہوں دنیا میں نہیں مجھ سا کوئی  
کس جگہ فکر نہیں ان کی، نہیں ان کی تلاش  
ظلم سہتا رہا افاق تک نہ زبان پر آئی  
وہ ہم کو خواب میں رت کھا کے بیٹھے ہیں  
نہ بوجھ شوق شہادت کا ہم سے کچھ احوال  
سوال شوق شہادت کیا نہیں جاتا

پھر لیتے ہیں وہ منہ دیکھ کے صورت میری  
حیرت افزا ہے زمانہ میں مصیبت میری  
اک اشارے میں یہاں لب لکھی دو میری  
ہائے اس کبھی پوچھی کبھی نہ حالت میری  
حشر میں رنگ دکھا دے گی شہادت میری  
جس مصیبت سے کٹی شب فرقت میری  
زندگی میں جو نہ نکلی کبھی حسرت میری  
ان سے پھرتی ہی نہیں پھر کبھی طبیعت میری  
کس سے ملتی ہے بتا دے کوئی صورت میری  
ان کا دیدار ہوا ایسی کہاں قسمت میری  
فطرتی آپ نے دیکھی یہ شرارت میری  
نصیب آج ہم اپنا جگہ کے بیٹھے ہیں  
شہید ہونے کو مقتل میں آ کے بیٹھے ہیں  
خوش سامنے قاتل کے جا کے بیٹھے ہیں



ہم اسے پاس ہو کیا نذر کیا کریں انکو  
 ہجوم اہل محبت سے ہو گئے عاجز  
 فراق میں کسی گلگوں قبا کے گھر اگر  
 کہاں ہوا یہ طاقت کہ اٹھکے جائیں کہیں  
 خدا کے واسطے اے فطرتی بغور تو دیکھ  
 کہ کون چھپ کے کجا ہوں میں کے بیٹھے ہیں  
 چمن میں دل کی تسلی کو آ کے بیٹھے ہیں  
 یہی سبب ہے کہ پردے میں جا کے بیٹھے ہیں  
 جو نقد دل تھا اسے بھی لٹا کے بیٹھے ہیں

(۱۰۲) منت ۔ منشی گور بخش ساکن محلہ دھوپورہ متصل بگم پورہ عظیم آباد  
 ان کا ایک مختصر سی بیاض خود نوشتہ پتہ ۱۱۴۵ یونیورسٹی لائبریری میں پائی  
 گئی جس میں کچھ محسن اور غزل کے اشعار وغیرہ پائے گئے یہ بیاض سنہ ۱۹۵۶ء  
 کے کچھ بعد کی لکھی ہوئی ہے مندرجہ ذیل اشعار اسی سے نقل کئے گئے ہیں۔

غضب میں یار کی ترچھی نکا ہیں  
 رگ جاں چھیدتی ہیں تیر کیا ہے

پڑھا کس نے ہر خط پیشانیوں کا  
 بنوں کے رد و تقریر کیا ہے  
 عبت کہنا تمہارا ہے یہ منت

(۱۰۳) جوہر ۔ بابورادھے لال۔ راقم ان کو جانتا تھا لیکن ان کا کلام  
 دستیاب نہوا اسلئے کہ ان کے درشا بھاکپور کی طرف چلے گئے اور وہیں مقیم  
 ہیں۔ جوہر منشی بکرنگ سہاے صنوبر اور بابو پیریا لال فطرتی کے عزیزوں

میں تھے۔ سنہ ولادت تخمیناً ۱۸۸۴ء تھا دس بارہ برس ہوا انتقال  
 کیا میر محمد باقر عظیم آبادی تلمیذ وحید الہ آبادی کے شاگرد تھے۔

(۱۰۴) درد ۔ لالہ امرت لال ساکن لودی پور ضلع گیا۔ اردو شاعری  
 سے خاص شغف رکھتے تھے اور خلش ندروی (گیادی) کو اپنا کلام دکھاتے

تھے۔ سنہ ۱۹۲۲ء میں ان کی تصویر رسالہ تاج گیا میں نطق اور فرد کی تصویروں



کے ساتھ شایع ہوئی اس میں درد شیر وانی اور گول ٹوپی پہنے نظر آتے ہیں  
 ۱۹۲۵ء کے قریب تخمیناً پتیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ان کا کلام  
 متفرق رسالوں میں شایع ہوا کرتا تھا اس جگہ بطور نمونہ کچھ اشعار درج  
 کئے جاتے ہیں۔

غزل مطبوعہ آل انڈیا مشاعرہ گیارہ ۱۹۲۳ء

ترکِ لفت اپنی خلقت میں ہو گو خصل نہیں	کیا کردنِ ناصح گمراہ اپنا ہی نہیں
میں تجھے نوشیرِ اُن بھی کہدوں کچھ حال نہیں	ساری دنیا کہتی ہے تجھ سا کوئی قاتل نہیں
بزمِ افسردہ نہیں ہو کیونکہ کاندھی کے بغیر	روشنی کیا ہو جہاں شمع سرِ محفل نہیں
دل یہ کہتا ہے کہ سینہ سے لگا لوں یار کو	عقل کہتی ہے کہ اس عزتِ وہ قابل نہیں
صبر اے درد اپنا کام کرتے چائے	اس بہتر اور کوئی کوشش کامل نہیں
کیوں نہ مر جاؤں جو پہلو میں ہوں دلدار نہیں	زندگی تلخ ہے جس کا ہو کوئی یار نہیں
کہدے اے بادِ صبا اس گلِ تر سے جا کر	تیرے بیمار میں اب لیت کے آثار نہیں
ہو کے آزاد بھی اے درد نہیں ہو آزاد	دامِ کیسو میں جو ظالم کے گرفتار نہیں

غزل مطبوعہ رسالہ تاج گیارہ اگست ۱۹۲۲ء

شکر یہ شاعرانِ کامل کا	جہم گیا رنگ آج محفل کا
منہ پہ کہتا ہے حالِ دشمنِ دوست	صاف اتنا ہے آئینہ دل کا
شاد دیا نے خوشی کے بجتے ہیں	آج نکلا ہے حوصلہ دل کا
ضبط کی آہ مر جبا اے عشق	پردہ اکھڑ جاتا درنہ محفل کا
بزم میں سیکڑوں حبیب ہیں درد	کوئی پر ساں نہیں مئے دل کا
نزع میں چوڑ کے کیوں غیر کے گھر جاتے ہیں	ہم کہہ جاتے ہیں وراپ کہہ جاتے ہیں



کوے قاتل میں جو ہم سینہ سپر جاتے ہیں  
 بدحواسی مئے نالوں کے اثر کی دیکھو  
 دردِ دل دردِ جگر آہ و فغاں شور و بکا  
 لطفِ برسا کا جب بحر میں آتا خیال  
 تم دکھاؤ نہ مجھے ابروئے خمدار کی بارہ  
 بحرِ الفت نے مجھے جب ڈبوئے درد  
 لوگ کہتے ہیں کہ یہ موت کے گھر جاتے ہیں  
 گھر و اس بت کا کہ صبر اور کہ صبر جاتے ہیں  
 آج اس صوم سے ہم یار کے گھر جاتے ہیں  
 اشک آنکھوں میں مری آ کے بھر جاتے ہیں  
 مرنے والے میں شمشیر سے ڈر جاتے ہیں  
 چاہ کا نام بھی سنتے ہیں تو ڈر جاتے ہیں

(۱۰۵) رآم۔ بابو رام انوج سہائے وکیل عدالت پٹنہ خلف غشی رام  
 پرکاش لال ساکن موضع کمان پور ضلع شاہ آباد (آرہ) صوبہ بہار کے  
 مشہور و معروف اور معزز وکیل تھے ۱۹۲۲ء میں کانگریس کے اجلاس  
 کے موقع پر ایک آل انڈیا مشاعرہ بھی منعقد ہوا تھا جس کی صدارت  
 سیما ب اکبر آبادی نے کی تھی۔ اس مشاعرہ کی استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین  
 بابو رام انوج سہائے منتخب ہوئے تھے۔ سال ولادت ۱۹۲۸ء  
 ان کی تصنیف سے ایک ناول موسوم بہ جادوگر جوگی شائع ہوا تھا۔  
 شاعری کا نمونہ یہ ہے۔

مست ہو کر پھر رہی ہے آج اترائی پلائی کو چہ جاناں ہے شاید صبا آئی ہوئی  
 (۱۰۶) افسر۔ بابو بکر مال دت لال ساکن شہسرام شاگرد احقر شہسرای  
 نمونہ کلام یہ ہے۔

ہلاں اہل زمانہ کو ہے سبق آموز کہ رفتہ رفتہ میسر کمال ہوتا ہے

(۱۰۷) فرد۔ بابو رنجیت سنگھ مقوٹن گیا انکا یہ شعر ایک بیاض میں ملا۔  
 ششدر آئینہ ہوا نکار دے تباہی کھلے اور انہیں سکتے ہی آئینہ کو حیراں دیکھ کر



تاج ماہ فروری ۱۹۲۲ء میں ان کی تصویر نطق و درود دی پوری  
کے ساتھ شایع ہوئی تھی اس میں فرد شیردانی اور سیاہ گول ٹوپی پہنے نظر  
آتے ہیں عمر اس وقت غالباً پینس سال کے لگ بھگ ہو گئی۔  
(۱۰۸) قداغشی کلدیپ سہاے متوطن شہسرام شاگرد راحت شہسرامی  
نمونہ کلام یہ ہے۔

گلوں نے بیل شیدا کو اٹسکبار کیا مجھے تمہاری محبت نے بے قرار کیا  
(۱۰۹) کلدیپ۔ منشی ٹھاکر کلدیپ ترائن وکیل شہسرام تلمیذ راحت  
شہسرامی ۱۹۱۲ء میں فوت ہوئے نمونہ کلام یہ ہے۔

عارضہ افسان کا کل کے تصور میں تھے صبح تک گنتے رہے کلدیپ تارے شام سے  
(۱۱۰) پٹھمی۔ بابو پٹھمی ترائن عظیم آبادی زیادہ حال معلوم نہوا۔  
ان کی یہ غزل تاج ماہ دسمبر ۱۹۲۲ء میں عظیم آباد کے مشاعرہ کی  
رپورٹ کے سلسلہ میں شایع ہوئی تھی۔

کیوں مجھے چھوڑ چلی دشت میں حشر میری کچھ دنوں اور بھی کرتی یہ رفاقت میری  
دعہ بھی کرتے ہیں پھر آپ کرتے بھی ہیں یہ سمجھتے ہی نہیں بڑبڑتی دشت میری  
پڑے ہی پڑے ہیں عشاق سے وہ کہتے ہیں حشر سے پہلے نہ دیکھے کوئی صورت میری  
جس کل رات بہت غور سے سنتے تھے حضور قصہ کا قصہ تھا وہ کھتی حکایت میری  
جو رپورت میں لاکھ مگر ات بھی نہ کی پھر ستم دیکھو وہ کرتے ہیں شکایت میری  
آنکھ زرگس کی دہن غنچے کا ہوس گل کا ٹوٹ کر آئے نہ کیوں اس طبیعت میری  
میں ہنا کا محبت ہوں زل سے ہدم مرتے مرتے بھی نہ کلی کوئی حسرت میری  
وادی عشق میں تجھ سا جو نہ ہوتا رہبر اے جنوں سچ ہی کہ بڑبڑتی نہیں ہمت میری



ابتدا جوش جنوں کی ہوا ابھی کیا ہوگا  
 چار دن بعد غضب مہا کی وحشت میری  
 منزلوں اور ابھی وصل کی عادت ہوگی  
 اور مسرور ابھی سے ہر طبیعت میری  
 گردن دیدہ جانوں کی بڑلت چھمی  
 مثل سرمہ کے پسی جاتی ہر تربت میری  
 کشتور۔۔۔ بالو نزد کشتور لال ساکن محلہ لودیکرہ عظیم آباد۔ لڑکوں  
 کو پڑھانے کا مشغلہ رکھتے ہیں اسلئے عوام ماسٹر نزد کشتور کہلاتے ہیں۔  
 اکثر مشاعروں میں غزلیں پڑھتے ہیں۔

عظیم آباد کے مشاعرہ ۱۹۲۲ء کی رپورٹ مندرجہ سالہ تاج  
 دسمبر ۱۹۲۲ء میں ان کی یہ غزلیں شایع ہوئی تھیں۔

روز جس بزم میں ہوتی ہو شکایت میری  
 کب ہاں جانے کو چاہے گی طبیعت میری  
 غم نہیں اس کا اگر لٹ گئی درد میری  
 میرے اللہ سلامت ہے عزت میری  
 داستان قیس کی اک قصہ پارینہ ہے  
 آکے سن جائے اب تازہ حکایت میری  
 غیرت پوچھ رہے ہیں جو رری ہنس نہیں کر  
 کر چکے ہیں یہی درد کے شکایت میری  
 پاؤں رکھنے کی جگہ کو چہ قاتل میں نہیں  
 دیکھئے اب کہ کہاں بنتی ہر تربت میری  
 پونہ اکیلیاں کرتی جو رہی باد صبا  
 ارٹ کے پونچھ گئی تھے کو چہ میں تربت میری  
 سب کی آنکھوں میں پھر اکرئی ہر تربت میری  
 کل چلے جائیے گا دیکھ کے حالت میری  
 کس سر پڑتی ہر اب دیکھئے وحشت میری  
 آپ کے پاؤں کے نیچے تو ہے تربت میری

میرے رونے سے وہ گھبرائے ہوئے ہیں کشتور

ظاہر اغیار پہ ہو جائے نہ الفت میری



وہ بے حجاب چین میں جو آ کے بیٹھے ہیں  
 جوان کے سایہ گیسو میں آ کے بیٹھے ہیں  
 عدو کا غنیہ خاطر کھلا کے بیٹھے ہیں  
 کسی کی آنکھوں سے آنکھیں لڑا کے بیٹھے ہیں  
 وہ بھیڑ دیکھ کے کہنے لگے خدا کی پناہ  
 سمجھ کے سوختہ آتش فراق اپنا  
 کسی طرح تو دل مضطرب کو چین آئے  
 گئے ہیں سہہ تمن کو وہ بغیر کے شامل  
 خدا گواہی کشتی ہے چین سے کشتور  
 کشتہ۔ بابو ادودہ کشتور پر شادابی لے ال ال بی خلف بابو

(۱۱۲)

مند کشتوری پر شاد ساکن موضع پر دہ ضلع گیا۔ سنہ ولادت ۱۸۹۳ء  
 اور سنہ وفات ۱۹۴۹ء ہے۔ گیا کے مشاہیر مند و شعر امین تھے۔ عرصہ  
 تک میونسپل کمشنر بھی تھے۔ شعر و سخن سے خاص شغف رکھتے تھے اور  
 اورینٹ کلب گیا کی روح رواں تھے۔ انہوں نے ۱۹۱۶ء میں ایک ڈرامہ  
 موسوم بہ چھپی کٹاری تصنیف کیا تھا جو بنگالی کلب میں کھیلا گیا تھا۔  
 اور شہر کے رؤسا اس کو دیکھنے کے لئے مدعو کئے گئے تھے۔ بعد میں  
 انوکھی برچھی، بھول پر بھول اور احوال ادھار نامی ڈرامے اردو  
 میں لکھے۔ ابتدا میں خلش کیا دی سے اصلاح سخن لیتے تھے پھر  
 خواجہ عشرت لکھنوی کے شاگرد ہوئے آخر میں نوح ناروی سے تلمذ  
 حاصل کیا۔ نمونہ کلام یہ ہے۔



اتنا شہرہ ہے ماہ کامل کا  
پھول بر سائیں وہ رقیبوں پر  
مال مفلس سمجھ کے اے کشتہ  
کوئی خواہاں نہیں مرے دل کا  
م کو کیا علم کہ صہر آئے کہ صہر جاتے ہیں  
کس کے نالہ نے کیا شور قیامت برپا  
کو چہ عشق ہے یا ملک عدم کی منزل  
صاف آتا ہے نظر صبح و مسا کا منظر  
بکے نہاں تو آتے ہیں تمہارے پیکار  
ان حسنیوں کی دورنگی کے کرشمے دیکھو  
دل کو بر ماتا ہے یہ خواب پریشاں کشتہ

خلش۔ بابو جگیش پرشاد خلف منشی کا سنی ناگھ ساکن موضع  
ند رہ ضلع گیا۔ کہنہ مستحق اور ذی علم شاعر ہیں۔ اس ضلع کے اکثر ہائے  
شعر ان سے اصلاح سخن لیتے تھے۔ ان کی ادارت میں رسالہ تاج برص  
یک بہت آب و تاب سے نکلتا رہا اور ۱۹۱۶ء میں گیا میں آل انڈیا مشاعرہ  
بھی انہیں کی سعی سے منعقد ہوا تھا اس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے  
مشاعرے دھوم دھام سے ہوئے۔ اردو سبھا گیا کے سرکاری تھے۔  
انہوں نے شعر کا ایک تذکرہ موسوم بہ فردغ بزم (مطبوعہ ۱۹۱۶ء)  
بھی مرتب کیا ہے۔ بیسویں صدی عیسوی کے اول ربع میں اردو شاعری  
اور ادب کی ترقی میں انہوں نے بہت کافی حصہ لیا سیاسی تحریکوں میں بھی  
انہوں نے عملی حصہ لیا راقم کی خواہش تھی کہ ان کے خود نوشتہ حالات



اس تذکرہ میں درج کئے جائیں انہوں نے اپنے حالات لکھ کر دیئے کا  
 وعدہ بھی کیا لیکن اب تک نہ بھیجا اسلئے راقم کو جو کچھ معلوم تھا اس جگہ  
 درج کیا۔ اس وقت ان کی عمر تخمیناً ساٹھ سال ہے ان کا کلام تمام  
 اصناف شاعری میں پایا جاتا ہے بطور مشتمل نمونہ از خردارے کسی  
 قدر اس جگہ نقل کیا جاتا ہے۔

نام یوں عاشق صادق قرارے کرتے ہیں  
 میری تقدیر سے اچھے میں تمہارے کیسے  
 رات بھر رو دکے سکو بھی لاتی و غبت  
 ابھی کسں ہیں وہ سنگرمے نامے شب بھر  
 یہ کہاں تاب دیکھیں رخ روشن تیرا  
 المدد و جذبہ دل اے کشت عشق درد  
 اٹھ کے کعبہ سے تو ہم آئے من تھانے کو  
 توڑ کر عہد وفا جاتے ہو تم غم کے گھر  
 یاد رہ جاتی ہے مہری احباب خلقت  
 موت آنے نہیں پاتی ہو کہ مر جاتے ہیں  
 جب بگڑتے ہیں سنو اے سے سنو جاتے ہیں  
 ہم سے جلتی ہو تو اے شمع سحر جاتے ہیں  
 سہم جاتے ہیں جھجک جاتے ہیں ر جاتے ہیں  
 مرنے والے ترے انداز پہ مر جاتے ہیں  
 مجھ سے پھر دھکے دے بغیر کے گھر جاتے ہیں  
 دیکھیں اب بت جو اٹھاتے ہیں کہ مہر جاتے ہیں  
 ہم بھی اب نزع میں م توڑ کے مر جاتے ہیں  
 دن مصیبت کے گزرنے کو گزر جاتے ہیں

کیوں ل کو ترپ ہو آٹھ پہر کیوں چکے چکے روتا ہے  
 کچھ سچ تو بتاے بخت سیہ اب ہجر کی بخت کیا ہوتا ہے  
 ہر مرگ عدد کا غم کس کو ہے جام دیسو کا غم کس کو  
 رونا ہو مجھے یہ آٹھ پہر کیوں بغیر کا ان کو روتا ہے

وہ رشک ہیں وہ غنچہ دہن تھے پھول سے جن کے نازک تن  
 اب بعد فنا اک عالم ہو، مٹی ہے لحد کا کوٹنا ہے



پھر بھر کی شب لب پر ہو فغاں سینے میں کھٹکے دل میں خلش

اٹارے آتے ہیں نظر معلوم نہیں کیا ہونا ہے

مرمر کے خلش ہو خاک بسر اور بعد فنا تم کو نہ خبر

جو حسرت ہی یہ حسرت ہی جو رونا ہی یہ رونا ہے

اس پہ کیوں کرتے ہیں کیوں اسکی تمنا دلیں جو بات کچھ کھلتی نہیں جو خجرتاں میں ہو

دور ساغر کی طرح گردش ہے اہل بزم کو آپ بامری وہ جو آپ کی محفل میں ہو

دیکھئے آکر یہاں نگین پھولوں کی بہار اک شگفتہ باغ ہی جو داغ مہر دل میں ہو

ناصح مشفق نصیحت اپنی رہنے دیجئے عشق کا جو ہر انداز سے میرا بگل میں ہو

ایک ہی صورت کو دو کر کے دکھا دیتا ہے یہ جو ہر آئینہ پہناں خجرتاں میں ہو

غیر ہنستا ہے اُدھر محکوب لب جان دیکھ کر میں ادھر خوش ہو کر کشتی دامن ساحل میں ہو

ہوش کس کو ہے جو بے آگہ کر قیامت کی خبر دم بخود ہر اک علم کی پہلی ہی منزل میں ہو

حشر میں ہم داد چاہیں ورنہ ان کے سامنے رعب اتنا ہے کہ منہ کی منہ بیٹل کی ل میں ہو

قبر میں آتے ہی روشن ہو گیا حشر کا حال آخری منزل کا منظر پہلی ہی منزل میں ہو

چھپ نہیں سکتا چھپائے سے غبار آئینہ صاف چہرے سے عیاں جو تھماؤں میں ہو

مل کے وہ کھچتا ہے اڈر کھچکے ملتا ہے خلش بڑھ کے قاتل سے یہ خوبی خجرتاں میں ہو

خلش نے اپنے پسر کا مرتبہ کہا تھا جو رسالہ تاج مئی ۱۹۲۲ء

میں شایع ہوا تھا ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

### عنہ پسر

اس سے پہلے نہ کبھی مورد آزار تھے ہم واقف رنج و مصیبت نہیں تھا تھے ہم

دام صیاد الم میں نہ گرفتار تھے ہم صرف اک محفل عشرت سے خبردار تھے ہم



یک بیک گردش تقدیر نے کر دیا  
 چھپ گیا مہر خوشی چھا گئی غم کی بدلی  
 صفت ماتم ہی بھی رو کے رلائیں کس کو  
 حالت درد جگر آہ سنائیں کس کو  
 ہونک اٹھتی ہو کھینچے میں دکھائیں کس کو  
 ہمنوا اپنی مصیبت میں بنائیں کس کو  
 دل کی راحت نہ رہی آنکھ کا تار نہ رہا  
 زندگی کا جو سبب تھا وہ سہارا نہ رہا  
 دیکھ کر جس کو بہلتے تھے وہ صورت نہ رہی  
 جس سے آرام تھا قالب کو وہ راحت نہ رہی  
 مایل عیش و طرب اپنی طبیعت نہ رہی  
 مختصر یہ ہو کہ جاگی ہو لی قسمت نہ رہی  
 فلک عیش کا پر نور ستار نہ رہا  
 پیار کرتے تھے جسے دل سے وہ پیارا نہ رہا  
 دل میں ہر ایک کے سچا تھی رسائی تیری  
 شکل آئینہ نمایاں تھی صفائی تیری  
 دل میں حسرت تھی کہ کھائیں گے کمائی تیری  
 کیا خبر تھی کہ رلائے گی جدائی تیری  
 ناز تھا جس پہ پدر کو وہ پدر سے چھوٹا  
 فلک حسن کا رخسار تھا ستارا ٹوٹا  
 داغ اس سن میں دیا تم نے پدر کو بیٹا  
 کم سنی میں ہوئے اما وہ سفر کو بیٹا  
 کیوں شکستہ کیا والد کی کمر کو بیٹا  
 دھونڈنے جائیں نہیں آہ کدھر کو بیٹا  
 یہ نہ امید تھی تم سے کہ بچھڑ جاؤ گے  
 یہ نہ معلوم تھا برسوں ہمیں ترپاؤ گے  
 ہر قدم پر سیکڑوں ٹکڑے ہمارے دل کے ہیں  
 بان رالے رہو ان کے جاننا دیکھ کر  
 عشق کا بندہ ہوں میں کچھ حسن کا شیدا نہیں  
 آنکھ حوروں پر ندالوں سے جاننا دیکھ کر



ایک جلوہ نے کسی کے محو حیرت کر دیا  
 آئینہ میں بن گیا رخسار چاناں دیکھ کر  
 خضر بھی راہ عشق میں گم ہیں  
 کس سے پوچھوں نشان منزل کا  
 آئینہ آب جس کو کہتے ہیں  
 ایک ٹکرا ہے وہ مرے دل کا  
 رنگیں۔ بابوشن نرائن لال مہتر ابن بابوہر نرائن لال مہتر  
 (۱۱۴) آجہا کی ساکن تارنی پر شاد دین پٹنہ ۱۹۷۰ء میں عظیم آباد میں پیدا  
 ہوئے اردو، فارسی، عربی اور انگریزی میں کافی تعلیم حاصل کی ہے۔  
 شعر گوئی کا مذاق فطری ہے۔ سن شعور سے اب تک مستحق سخن جاری ہے۔ اکثر  
 مشاعروں میں آپ کا کلام بہت مقبول ہوا ہے۔ راقم کے ملاقاتیوں میں۔  
 اٹھائیس سال سے محمد ن اینگلو عربک اسکول پٹنہ سٹی میں اسسٹنٹ  
 اسٹرکچرل انجمن انجام دے رہے ہیں۔ مندرجہ ذیل غزل تذکرہ کے لیے لکھ کر  
 عنایت کی ہے۔

رنگیں شفق سے جیب جو ہے جو ببار کا  
 دامن لگ رہا ہے غروس بہار کا  
 شہرہ ہے آمد آمد فصل بہار کا  
 ہر نخل منتظر ہے نئے برگ و بار کا  
 آئی بہار چار طرف آگ سی لگی  
 ہر لالہ زار آئینہ ہی شعلہ زار کا  
 ہے دام صدامید میں بلبل کا دل اسیر  
 آیا ہے گلستاں میں زمانہ بہار کا  
 محض میں فیض ساقی عادل کا عام ہو  
 پیمانہ بے شراب ہو کس بادہ خوار کا  
 سامے جہاں میں آج مشہور آج ہیں  
 احساں کہیں نہ یہ ہو ایسی خاکسار کا  
 دنیائے رنگ و بو میں بسر زندگی ہو لی  
 میں آشتی ہوں راز خزان و بہار کا  
 شاخ مراد جس کی نہ بھولے پھلے کبھی  
 وہ نخل غم توں میں چین روزگار کا  
 کانٹے جو پاسباں ہیں تو گل مطمئن نہ ہوں  
 گلچیں کے دل میں خوف نہیں نوک خار کا



اس گل کو فکر کیا مرے حال خراب کی دن رات جو ہے مست خود اپنی بہار کا  
 اے ناز میں جو آٹھ پہر مست ناز ہے کچھ حال غم بھی سن دل حشر شعار کا  
 دن کو سکون نصیب شب کو نصیب چین رنگیں نہ پوچھ حال دل سو گوار کا  
 رنگیں نے اپنے حالات اور غزل ۱۹۲۷ء میں راقم کو لکھ کر دی تھی  
 اس کے کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

(۱۱۵) ہوش۔ بابو کا متاثر شاد خلف منشی گلاب لال۔ ساکن ضلع پری  
 (سب ڈویژن نواہ) ضلع گیا۔ ان کے والد اردو اور فارسی کے دلدادہ تھے۔  
 سابق زمانہ میں بھی ان کا خاندان علم و ادب کی بدولت اس علاقہ میں ممتاز  
 تھا۔ ہوش ۱۹۱۷ء میں پیدا ہوئے بچپن میں ان کے والد نے ان کو ایک  
 گروہی کے یاٹھ شالے میں بٹھا دیا لیکن تھوڑی مدت کے بعد ان کو اپنے ایک  
 قرابت منشی چکر دھر پر شاد صاحب کے سیر دیا انہوں نے ان کا کتب کیا  
 اور اردو کی تعلیم شروع کرائی لیکن ان کے والد ایک لائق معلم کی  
 تلاش میں تھے اتفاق سے ان کو مولوی شیخ لصدق حسین صاحب مل گئے  
 جو ہندی، اردو، فارسی، عربی اور انگریزی میں کافی استعداد رکھتے  
 تھے۔ سابق میں مولوی صاحب موصوف کہیں اسٹیشن ماسٹر تھے لیکن نوکری  
 سے مستعفی ہو کر درس و تدریس کا پیشہ اختیار کیا تھا منشی گلاب لال صاحب  
 کے مکان پر رہ کر انہوں نے ہوش اور ان کے چار قرابت مند لڑکوں کو پڑھانا  
 شروع کیا اور ۱۹۲۷ء تک ہوش نے انہیں سے اردو، فارسی اور انگریزی  
 پڑھی۔ مولوی صاحب شاعر بھی تھے اسلئے ان کی صحبت میں کم سنی ہی سے  
 ہوش کا فطری ذوق شاعری ابھرنے لگا۔ ۱۹۲۷ء میں ہوش نواہ ہائی اسکول



میں داخل کئے گئے اور یہاں بھی اتفاق سے ایک مولوی صاحب تھے جو شعر و شاعری  
 سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ ۱۹۳۲ء میں ہوش نے کانگریسی تحریک سے متاثر  
 ہو کر سلسلہ تعلیم کو خیر باد کہا اور کانگریسی تحریکوں میں پیش پیش رہنے لگے۔  
 چند بار قانون شکنی میں پیش رو ہو کر گرفتار بھی ہوئے اور ہسپتال کرانے کے  
 جرم میں اسکول سے نکال دے گئے۔ اب یہ جنگ آزادی میں اپنے ہم سنوں کی  
 رہبری کرنے لگے اور کانگریسی لیڈروں میں بے حد ہر دل عزیز ہو گئے۔ انکی  
 بے باکی اور دلیری کو دیکھ کر سری انوگرہ نرائن سنگھ اور دوسرے لیڈروں نے  
 ان کو گلے سے لگا کر اور بھی محبت افزائی کی۔ بہر کیف انہوں نے اسی طرح کچھ  
 دن گزارنے کے بعد ۱۹۳۶ء میں میٹرک پاس کیا لیکن اس وقت ان کے  
 والد ضعیف ہونے کے سبب ملازمت چھوڑ بیٹھے اسلئے کالج کی تعلیم جاری  
 نہ رہ سکی۔ ۱۹۳۸ء سے ہوش نے ملازمت شروع کی پہلے مان بھوم میں  
 ایک ہڈل اسکول کے ہڈ ماسٹر مقرر ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد انوگرہ  
 بابو وزیر مالیات بہار کی مدد سے ٹاٹا کمپنی میں ملازم ہو گئے جہاں اس  
 وقت تک برسر کار ہیں۔ قابل ذکر یہ بات ہے کہ انہوں نے جب سے ہوش منبھالا  
 شاعری کا مشغلہ برابر جاری رکھا۔ جمشید پور کی ادبی انجمنوں سے وابستہ ہے  
 اور مشاعروں میں ہمیشہ شرکت کرتے رہے۔ موسیقیت اور ترنم کے سبب  
 ان کا کلام اکثر بہت مقبول رہا اور صوبہ بہار کے بعض شہروں میں شاعروں  
 کے موقع پر اکثر اپنا کلام سنانے کے لئے مدعو کئے جاتے ہیں۔ رسالہ ہمتی  
 کہا میں بھی ان کا کلام اکثر شائع ہوتا رہتا ہے۔ کچھ عرصہ تک انجمن ترقی  
 پسند مصنفین کے کارکنوں میں بھی شامل رہے انہوں نے جمشید پور میں اپنی



تحرک اور سعی سے بھی شاعری کی انجمنیں قائم کی گئیں راقم کے پاس انہوں نے  
اپنے مفصل حالات اور کلام اس تذکرہ کے لئے بھیجے ہیں حالات کا مختص  
اور پر درج ہوا کلام کا انتخاب یہ ہے۔

سابعی

بس خون جگر روزیے جاتا ہوں      لے لے کے ترانہ مچے جاتا ہوں  
غافل ہوں مگر منزل مقصود کو ہوش      گر پڑ کے بھی نزدیک کئے جاتا ہوں  
ہر دم کوئی نقویہ لئے پھرتا ہوں      ہر کام پہ تقدیر لئے پھرتا ہوں  
کیوں نہ رہاؤں میں تدبیر سے ہوش      پیروں میں جو زنجیر لئے پھرتا ہوں

غزل

مری شاعری مری زندگی مری بزم شعر و سخن میں آ  
مری بیکلی کی بہار بن مرے اجرے دل کے چین میں آ  
مری رات کی ہر تو چاندنی مرے دن کی تو ہی تو دھوپ ہے  
مرے دل کا تو ہی ہے آسہ امری سانس کی تو تھکن میں آ

مری راہ میں ہیں بے بختیں مری منزلوں میں یہ بنگاہ ہے

مری انجمنوں کو سنو ار دے مرے زخم دل کی چھین میں آ

ابھی دلوں میں سماج ہے ابھی ظالموں کی راج ہے

میں تو رنج و غم کا شکار ہوں مری ہمتوں کی شکن میں آ

مرے لب پہ آج بھی مہر ہے مراد دل تو اب بھی غلام ہے

مری خاموشی کی زبان بن مرے جوش دل کی لگن میں آ

ہے عدوئے جاں مرا آسمان یہ میں بھی مجھ سے خلاف ہے



مری بدلیوں کو تو چیر دے نیا چاند لے گئے لگن میں آ  
 جو غریب دل کو بڑھا سکے جو گھمنڈ سر کو تھکا سکے  
 مری آرزو دے نصیب بن مری لیکھنی کے توفن میں آ

مے نادکوں کی ہیں غبتیں مری بھر غم میں وفات ہو  
 مری ناد موج میں کھام لے مے ساحلوں کے پھین میں آ  
 مری تربیت میں نہ دم رہا مری حسرتوں میں نہ جان ہی  
 مے ہوسن کا تو چراغ بن مری ردشنی کی کرن میں آ

### گیت

جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

جھوم رہی ہے ڈالی ڈالی کلیوں میں اک جوش بھرا ہے  
 مست پرندے ناچ رہے ہیں آج نفس کا دوار کھلا ہے

چلتی ہے اب باد بہاری

جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

منہ اترا ہے زرداروں کا محلوں میں اک شور مچا ہے  
 ظلمت خوت سے کانپ رہی ہے ایک نیا سورج نکلا ہے

ہوش میں آئے ہیں زناری

جاگ اٹھی ہے جنتا ساری

ہر شے آنکھیں کھول چکی ہے دیکھ رہی ہے لال سویرا

اب نہ رہیگا اندھیاردوں کا بھارت میں ہر شگام پہ ڈیرا

لحہ بمعنی ملاح یا نا خدا



غم کی دور ہوئی اندھیری

جاگ اُٹھی ہے جنتا ساری

ڈر ڈر کر ہم سانس نہ لیں گے بھوک کی جواں اب نہ سہیں گے  
 تنگے پن کو دور کریں گے اب نہ زمیں پر مون رہیں گے

اب نہ رہے گا کوئی بھکاری

جاگ اُٹھی ہے جنتا ساری

غریب کے اک ساز پہ کوئی گیت نہ نفرت کے گائے گا  
 اب نہ ستا کر معصوموں کو عید کا جھنڈا لہرائے گا

مرد دل سے اب کرشن مراری

جاگ اُٹھی ہے جنتا ساری

سجائی پر کھئی جائے گی دم نہ گھٹے کا فن کاروں کا  
 شان بڑھے گی مزدوروں کی مان بڑھے گا ہل والوں کا

مٹ جائے گی ہر دشواری

جاگ اُٹھی ہے جنتا ساری

بیچ پھنور میں ساحل آکر وقت کی کشتی چوم رہا ہے  
 موجیں ساری تاج رہی ہیں جیون جیون جھوم رہا ہے

آئی ہے منظوم کی باری

جاگ اُٹھی ہے جنتا ساری

پیغامِ جوش

جوش نے لکھا ہے کہ ایک ملاقات میں جوش ملیح آبادی نے



ان کو یہ شعر سنایا تھا۔

بہار میں تو زمیں سے بہار اُبلتی ہے جو مرد ہے تو خزاں میں بہار پیدا کر  
ہوش اسی کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیا ہے اور اس سلسلہ  
میں یہ اشعار موزوں کئے ہیں۔

سمجھو نگا زندگی بھی ہوئی ہوش نگارگر گر میں وطن کو ہوش میں لا کر چلا گیا  
قطعہ

میں نے جتنا سے لو لگائی ہے ایسے جینے کی راہ پائی ہے  
کوئی لوٹے نہ اس خزانہ کو زندگی کی یہی کمائی ہے  
(۱۱۶) اثر۔ بابو امر ناتھ صاحب خلیفہ لالہ ملکھی رام صاحب۔  
ابا لی وطن قصبہ رائے کوٹ ضلع لودھیانہ صوبہ پنجاب ہے لیکن  
ایک عرصہ قصبہ صاحب گنج (صوبہ بہار) میں سکونت پذیر ہیں اور یہیں  
محکمہ ریلوے میں ملازم ہیں۔ ان کے والد صاحب اردو کے  
مشہور شاعر تھے اور ان کے بڑے بھائی یعنی اثر صاحب کے چچا  
لالہ ارجن داس خوشدل اردو اور فارسی کے عالم تھے اور دونوں  
زبانوں میں شعر کہتے تھے اس طور پر اثر صاحب نے ذوق شاعری  
وارثا پائی ہے۔

اثر صاحب ۱۹۱۱ء میں رائے کوٹ میں پیدا ہوئے۔ کم سنی سے  
شعر گوئی اور مضمون نگاری کا شوق تھا۔ ۱۹۳۰ء میں ان کی کئی  
قومی نظمیں لاہور کے اخباروں میں شائع ہوئی تھیں اور اسی سال یہ  
خود لاہور کے ایک ہفتہ وار اخبار ”اتفاق“ کے ادیب بھی تھے



اثر صاحب علم دوست اور خلیق ہیں۔ راقم سے غائبانہ ربط و اخلاص رکھتے ہیں۔ انہوں نے اپنا کلام اس تذکرہ کے لئے بھیجا ہے۔ وہ بحسنہ نقل کیا جاتا ہے۔

### کلام امرِ ناتھ اثر

تری صورت کہ معصوم و حسین معلوم ہوتی ہے  
مجھے غارت گراہاں دیں معلوم ہوتی ہے  
یہ جلوہ نگاہ دل بجز میں معلوم ہوتی ہے  
یہ محبت ایک مارِ استیں معلوم ہوتی ہے  
تمہاری ہاں بھی لائے ظالم نہیں معلوم ہوتی ہے  
تمہاری آناصح و نفسیں معلوم ہوتی ہے  
تمہاری ہی نگاہ واپس معلوم ہوتی ہے  
تمہاری یاد بھی پردہ نشیں معلوم ہوتی ہے  
وگر نہ زندگی اندوہیں معلوم ہوتی ہے  
مجھے ہر چیز دنیا کی حسین معلوم ہوتی ہے  
ذرا دل دھونڈ کر دیکھو کس معلوم ہوتی ہے  
مجھے تو راہ گھر کی بھی نہیں معلوم ہوتی ہے

تری صورت کہ معصوم و حسین معلوم ہوتی ہے  
محبت پھولتی پھلتی نہیں معلوم ہوتی ہے  
تصور جب تمہارے کیسے پر خم کا آتا ہے  
تمہاری بیوفائی ہو گئی و نقشِ دل جب سے  
محبت فریبِ حسن ہی کا نام و نسب میں  
اڑا کر لے گئی ہے ہائے جو صبر سکوں میرے  
ہمالے خانہ دل سے کبھی باہر نہیں جاتی  
تمہارا ہی تصووے بہل جاتا و حیا جس سے  
تمہارے حسن رنگیں میں کشش ہی اور دور نہ  
محبت کی دنگیں مالتے ہوئے جہاں والو  
ملیں گے کیا اثرِ دیر و حرم مجھ دست و بخود کو

(۲)

و اللہ کیا شباب تمہارا ہے آجکل  
دے زہر بھی مجھے تو گوارا ہے آجکل  
میں ہوں دراک خیال تمہارا ہے آجکل  
شیشے میں اک پری کو اتارا ہے آجکل

صحت نے تم کو خوب ابھارا ہے آجکل  
تیرا ستم و فنا سے بھی پیارا ہے آجکل  
دنیا کی راحتوں سے کنارہ ہے آجکل  
دل میں بسی ہوئی ہے کوئی صورتِ حسین



ملکیت بتان خود آرا ہے آجکل  
 غم نے بھی ل میں پرسیا را ہے آجکل  
 ہم نے بھی اپنے نفس کو مارا ہے آجکل  
 تیرے بغیر کون ہمارا ہے آجکل  
 دنیا کا ذرہ ذرہ شہر آرا ہے آجکل  
 روٹل کی روٹیوں پہ گزارا ہے آجکل

دل جس میں میری آرزوؤں کی تھی ڈوبش  
 کچھ کچھ بھی کچھی سی امیدوں کے ساتھ تھا  
 تم کو اگر ہماری محبت سے عار ہے  
 تیرا اگر یہی ہے تغافل تو پھرتا  
 اے دل زمین عشق یہ رکھ پھینک کر قدم  
 دعوت کسی عزیز کی قسمت میں کیا تر

(۳۲)

عقیدہ اٹھکی تو بندگی سے کچھ نہیں ہوتا  
 تو پھر دن رات کی نوہ گری کچھ نہیں ہوتا  
 وفا میں رو رہی ہیں آدمی سے کچھ نہیں ہوتا  
 یہ دنیا ہے یہاں اپنی خوشی سے کچھ نہیں ہوتا  
 دل و حشمت زدہ آوارگی سے کچھ نہیں ہوتا  
 خدا کرے تو کرے آدمی سے کچھ نہیں ہوتا  
 مستربے بسر کرے غمی سے کچھ نہیں ہوتا

کدوڑی تو صلح و آشتی سے کچھ نہیں ہوتا  
 دل ناکام اگر ہمت رسی سے کچھ نہیں ہوتا  
 دل آرائی نہیں ہر دل ہی سے کچھ نہیں ہوتا  
 جہاں لوں کے ناز و ستم بھی پہنچے پڑتے ہیں  
 جہاں پر فیض حاصل ہو پڑا رہے سب سب درپر  
 علاج کلفت دنیا مدد اے غم دوراں  
 نہ ہو ممکن اثر اہل جہاں کی بے وفائی پر

(۳۳)

تری نظر کے اتنا سے تلاش کرتا ہوں  
 زمیں پہ چاند ستارے تلاش کرتا ہوں  
 وہ دلفریب نظارے تلاش کرتا ہوں  
 ترے فراق کے مارے تلاش کرتا ہوں  
 حضور رکھ کے پکارے تلاش کرتا ہوں

میں زندگی کے سہارے تلاش کرتا ہوں  
 نہ گر پڑے ہوں نجالت سے دیکھ کر تنکو  
 کنار جو ہو، شب مرہ جو تو ہوا در میں ہوں  
 نجانے کون سے گوشے میں پرے ہو گئے  
 وہ شوق دل جو تجھے بجز واکسا کیسا تھا



دل خزیں جو کبھی غمگسار رہتے تھے  
کہاں ہیں دوست تمہارے تماش کرنا ہوں  
خدا ہی پار لگا بیٹکالے اتر کہ وہ اب  
بھنور میں ناؤ کنا سے تماش کرنا ہوں

(۵)

غم الفت کو بھی محبوب جاں کننا ہی پڑتا ہے  
کسی بے بہرہ کو جب ہریاں کننا ہی پڑتا ہے  
مقدر کی خرابی ہو کہ ہمت کی ہونا کامی  
نگاہ یار تو نے راز دل کے کھدے کیا کیا  
سوال دوست پر اندیشہ ترک بھیت سے  
مری تقدیر تجھ پر منحصر ٹھہری تو پھر کھلو  
محبت سو جزن ہی اور امنگوں میں تلاطم  
دیبا یہاں تک تیری رسائی جو ناممکن  
اتر اس عرصہ کا عشق میں دیکھئے جو ہر  
بسا پداغ دل کو کھٹتاں کننا ہی پڑتا ہے  
تو دل کا قتل ہی اور امان کننا ہی پڑتا ہے  
بہر صوفت جفائے آسمان کننا ہی پڑتا ہے  
تیری چشمک کو انداز بیاں کننا ہی پڑتا ہے  
نہیں کہنے کی حالت میں بھی کننا ہی پڑتا ہے  
خدا اک اور زیر آسمان کننا ہی پڑتا ہے  
ہمارے دل کو بھر سکیراں کننا ہی پڑتا ہے  
اسے دل تیری مرگنا گناں کننا ہی پڑتا ہے  
ضعیفی میں تجھے آخر جواں کننا ہی پڑتا ہے

(۶)

معدوم ہوئے جاتے ہیں اب تاب و توان اور  
گھل گھل کرے غم میں ہوا جی زیاں اور  
ہو دل کی زباں اور دہن کی زباں اور  
یوں تو ہیں نہ مانے میں بہت تجھ جواں اور  
اے صبر تجھے صبر پیسے میری فغاں کا  
دل گردش ایام سے پس پس کے ہوا خاک  
شا کر ہے ترا بزم میں گھر تر شاکی  
کچھ گل نہ کھلائے کہیں یہ دردناں اور  
جب تو ہی نہ پوچھے تو بھلا جاؤں کہاں اور  
پھر تو ہی بتا کیوں نہ بڑھے میرا گناں اور  
جو شان تجھ کی تری ہو وہ کہاں اور  
کچھ روز تو رہنے دے مجھے جو فغاں اور  
اب خاک اڑاتے ہو اڑاؤ مری جاں اور  
ہو فطرت دل خوب ہاں اور یہاں اور



ہم جنت واعظ کی حقیقت ہوں منکر  
اس دور ضعیفی میں اثر لاج بچانا  
مل جائے اگر تیرے محلے میں مکاں اور  
یہ اور زمانہ ہے یہ دن اویساں اور

(۷)

رات یاد بت بے پر بہت خوب رہی  
واعظائے علم الفت کے کرم سے دل میں  
میں بھی جیتا رہا دنیا میں بہ امید کرم  
موت آئی تو غم دہر سے جاں بھی چھوٹی  
ناصحا ثبت و دل پر تری باتوں کا فریب  
مشغل احباب ہا کعبہ دل کی تخریب  
چپکے چپکے بوئیں باتیں بھی زیار بھی نصیب  
وہ تراطرز کلم وہ ترا جوشش اثر  
در دل کھم گیا اکسیر بہت خوب رہی  
رونق گلشن کسٹیر بہت خوب رہی  
اک اندھیرے میں یہ تنویر بہت خوب رہی  
خواب ہستی کی یہ تعبیر بہت خوب رہی  
پائے مجنوں کو یہ زنجیر بہت خوب رہی  
مچو اک حسرت تعمیر بہت خوب رہی  
شکر یہ آپ کی تصویر بہت خوب رہی  
سر محفل تری تقریر بہت خوب رہی  
تضمین بر غزل غالب

چارہ ساز کی کوسٹھا زماں آئنگے کیا  
اقرار مراد دل مقطر کو پہلائیگے کیا  
شدت درد و الم سے ہم شفا پائیگے کیا  
دوست غمخواری میں میری سخی فرمائیگے کیا

زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جائیگے کیا  
ہم عینکے اس طرح مایوس نہ کر کیلک  
آپ کی نظر کرم ہو گی نہ ہم پر کبتلک  
ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیگے کیا  
علم الجھاتی ہی رہیگی جان مضطر کبتلک  
بے نیازی حد سے گزری بند پر کبتلک

کیا مناسب ہی تری تقسیم اللہ واہ واہ  
بس چکی و اب تو رنگ رگ میں محبت و چاہ  
دل دیا اک انغم ہزاروں کس طرح ہو کا بناہ  
حضرت ناصح گرا دیں دیدہ و دل فرشتہ راہ



کوئی بھکویہ تو سمجھا دو کہ سمجھا گئے کیا

عرصہ گاہ عشق میں جاننا نہ کھاتا ہوں میں      دیکھ لو کس کس تکبر سے چلا آتا ہوں میں  
کون کہتا ہو کہ مر جانے سے گھبراتا ہوں میں      آج وہاں تیغ و کفن باندھے ہوئے جاتا ہوں میں  
عذر میرے قتل کرنے میں وہ اب لا گئے کیا

ہو زبان خلق پر گرا پنا چرچا ہوں سہی      ہم محبت میں ہیں مولے زمانا یوں سہی  
ہو گئی ہم سے اگر برکشتہ دنیا یوں سہی      گر کیا ناصح نے ہم کو قید اچھا یوں سہی  
یہ جنوں عشق کے انداز چھٹ جائیگے کیا

آسمان پر سے بھاگیں گے کیوں      پس رہیں گے گردش تقدیر سے بھاگیں گے کیوں  
جاں بکف ہو کر تفنگ دستیر سے بھاگیں گے کیوں      خانہ زاد زلف میں نہجیر سے بھاگیں گے کیوں  
ہیں گرفتار و فائرندہاں سے گھرا گئے کیا

لخت دل کھا کھا کے ہم نے پالی اک لذت اسد      خوں جگر کا پی چکے ہم جان کر شربت اسد  
ابے رو دیوار کو بھی ہم سے ہر نفرت اسد      ہے اب اس معمورہ میں فحط غم الفت اسد  
ہم نے یہ بانا کہ دلی میں رہیں کھا گئے کیا

(۱۱۷) زریبا۔ لالہ رام جی متوطن گیا۔ سن ۱۹۲۷ء کے قریب شعر گوئی شروع کی  
اور مشاعروں میں غزلیں پڑھیں نمونہ کلام یہ ہے۔

کس کی الفت کی ہے کشش دل میں      سوز غم سے جو ہے تیش دل میں  
(۱۱۸) ناشاد۔ رام پرشاد کھوسلا خلف رائے صاحب ساگر رام۔ آبائی

دکن مقام راموں ضلع جالندھر صوبہ پنجاب تھا لیکن انھوں نے زندگی کا بیشتر  
حصہ صوبہ بہار میں گزارا اور یہیں کے ہورے تھے اودان کے صاحبزادے  
کرشن کمار کھوسلا صاحب نے بھی صوبہ بہار میں سکونت اختیار کر لی ہے اور



اپنے والد مرحوم کلام کا مجموعہ طبع کرایا ہے جو ڈاکٹر سید محمود صاحب کی تقریظ اور پروفیسر عبد المنان بیدل کے مقدمہ کے ساتھ شایع ہوا ہے۔ استاد اردو کے ان شعرا میں تھے جن پر ہندوستان بہت کچھ فخر کر سکتا ہے۔ جیسے ذی علم صوفی غنی شاعر تھے۔ ۱۸۸۱ء میں راہوں ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے ۱۹۰۳ء میں لاہور کے گورنمنٹ کالج سے انگریزی زبان و ادب میں ڈگری حاصل کی اور یونیورسٹی کے تمام طلباء میں اول رہے کچھ عرصہ کے بعد لاہور کالج میں انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے ۱۹۱۳ء میں آکسفورڈ جا کر فن تاریخ کی تکمیل کی اور ہندوستان واپس آکر لاہور کے سناتن دھرم کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ اس کے بعد حکومت نے ان کو ایجوکیشنل سروس میں لے لیا اور ریونٹا کالج کلک میں پروفیسر مقرر کیا اس وقت اڈیسہ صوبہ بہار میں شامل تھا گورنمنٹ نے ۱۹۱۴ء میں کلک سے تبدیل کر کے جی بی بی کالج مظفر پور میں پہلے نائب پرنسپل پھر پرنسپل کے عہدہ پر بحال کیا پھر ۱۹۲۰ء سے ۱۹۳۳ء تک ۱۷ سال جے کالج بھاکلیپور کے پرنسپل رہے لیکن اس کے بعد دوسرے سال چنے کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ لیکن ان کو مظفر پور کا ماحول بہت مرغوب تھا اسلئے ایک سال کے بعد پھر مظفر پور واپس گئے۔ تاریخ میں ان کی تصنیف سے "سلاطین و روسائے مغلیہ" ایک مشہور و معروف کتاب ہے۔ ملازمت ہی کے زمانہ میں گورنمنٹ کی اجازت لیکر انہوں نے دوبارہ انگلینڈ کا سفر کیا اول ۱۹۱۵ء میں ہمارا جہ پٹیاہ کے پرائیوٹ سکریٹری کی حیثیت سے دار کا نفرنس میں شرکت کی اور پھر ۱۹۲۶ء میں ہمارا جہ الور کے پرائیوٹ سکریٹری ہو کر انگلینڈ کی سیر کی۔



خوش حالی اور تمول کے باوجود ناشاد فقیر دل شخصیت رکھتے  
 تھے۔ غریبوں سے خاص انس اور ہمدردی رکھتے تھے اور حاجت مندوں کی  
 حاجت روائی فراخ دلی سے کرتے تھے۔ ۱۴ جون ۱۹۴۲ء کو قلبی عارضہ  
 میں مبتلا ہو کر انتقال کیا۔ مطبوعہ مجموعہ کلام موسوم بہ نالہ ناشاد میں ان کی  
 ۵۴ نظمیں ہیں۔ ہر ایک سے ان کا صوفیانہ پن نمایاں ہے بطور نمونہ ان کی  
 نظم نیا عبادت خانہ اس جگہ نقل کی جاتی ہے۔

### نیا عبادت خانہ

ملکہ نما میں ایسا اک خانہ عبادت	مند رہنا ہو لیکن مسجد کی طرز کا ہو
مرل کی دھن چھری ہو آواز ہوا آذان کی	چرچا پجاریوں میں قرآن و وید کا ہو
اک جام میں پڑا ہو تھوڑا سا آب زمزم	اس آب میں ذرا سا گنگا کا جمل ملا ہو
پی پی کے جام الفت وہ بخودی ہو طاری	ہر ایک کی زباں پر وحدت کا تذکرہ ہو
اپنے صنم کہہ میں بت ہونی طرح کے	جن کے لبوں پہ ہر دم توحید کی صدا ہو
آپس کا ہر چھوڑیں باز آئیں دشمنی سے	یہ ہونما دل سے وہ جان سے فدا ہو
دھو دھو کے ہم ٹہادیں آب یگانگی سے	گر لوح دل پہ اپنے حروف دہلی لکھا ہو
مذہب ہوا اپنا ایسا جس سے ہر ایک دل میں	غرت ہو دیوتا کی تعظیم انبیا ہو
مرٹ جالے کفر و دین کا جھگڑا جہاں یاد	ناشاد کی زباں پر ہر وقت یہ دعا ہو



## دور حاضر

(۱۱۹) گلو آرا۔ بابو رامیشور پرشاد ایڈوکیٹ ڈپٹی میئر و مجسٹریٹ  
فرسٹ کلاس۔ عظیم آباد کے ہر دل عزیز رئیس اور دور حاضر کے خوشگو  
شعرا میں ہیں۔ اردو زبان اور شاعری سے خاص شغف رکھتے ہیں۔  
یاران میکہہ مرتبہ محمود علی خاں صاحب صاحب میں لکھے ان کے خود نوشتہ  
حالات اور غزلیں مل گئیں اسلئے انہیں کو بجنسہ اس مقام پر نقل کرنا مناسب  
معلوم ہوا چنانچہ لکھتے ہیں۔

”یاران میکہہ کے مرتبہ جو مرے بچپن کے ساتھی اور دوست ہیں  
ان کا اصرار ہے کہ میں اپنے سوانح حیات مختصر الفاظ میں لکھ کر اشاعت  
کے لئے دوں۔ ان کے اصرار میں اتنا گہرا خلوص ہے کہ میں انکار کی جرأت نہیں  
کر سکتا۔ یہ چند سطریں ان کے حکم کی تعمیل میں بدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ شاید  
ان میں میری حیات کے کچھ نقوش نظر آئیں۔“

”میں اپنے جدی مکان گلو آرا ہاؤس واقع محلہ چھرہ پٹہ سیٹی  
میں ۱۲ مارچ ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوا۔ میرے باپ جی سری بشو ناتھ پرشاد  
ہرفیسو پالیو آئینہ تانی ایک کامیاب تاجر تھے مگر زمانہ کی رفتار کو دیکھتے  
ہوئے انہوں نے مجھ کو انگریزی تعلیم دینا ہی مناسب سمجھا۔ چنانچہ ۱۹۲۳ء  
میں ٹھڈن اینگلو عربک اسکول پٹنہ سیٹی سے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے  
بعد بابو جی کی دلی خواہش کا اندازہ کرتے ہوئے میں نے بی۔ اے اور



حکومت کی ڈگریاں بھی حاصل کیں اور ۱۹۳۱ء میں ٹینہ ڈسٹرکٹ بار میں وکالت  
 شروع کر دی۔ بابو جی کی ضعیفی اور علالت کی وجہ سے کچھ عرصے پہلے اپنی  
 پیشہ تجارت کی طرف متوجہ ہونا پڑا اور اس وقت ذریعہ معاش تجارت  
 ہی ہے۔ پبلک کی سیدو کرنے کا جذبہ جو میرے دل میں تھا اس کو برصغیر کا  
 لانے کا موقع بھی کھلو مل گیا۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء میں پہلی بار ٹینہ سٹی مونسپلٹی  
 کا کمرشنر منتخب ہوا اور ۱۹۳۲ء کے عام انتخاب میں بلا مقابلہ میونسپل کمرشنر  
 منتخب ہوا۔ اسی سال حکومت نے کھجک اتریری کا مجسٹریٹ نامزد کیا اور آج  
 تک اس عہدہ پر بحیثیت فرسٹ کلاس مجسٹریٹ کام کر رہا ہوں۔ ۱۹۵۳ء میں  
 جب ٹینہ میونسپل کارپوریشن کا پہلا انتخاب ہوا تو میں اپنے حلقہ وار نمبر ۲۳  
 سے عام انتخاب کے ذریعہ کانسلر منتخب ہوا۔ ۱۹۵۵ء میں کارپوریشن کا  
 پہلا ڈپٹی میئر مقرر ہوا اور تین سال سے برابر ڈپٹی میئر منتخب ہوتا چلا  
 آ رہا ہوں۔ اس کے علاوہ میں مختلف شہری اور صوبائی اداروں کا  
 وقتاً فوقتاً عہدہ دار بھی رہا ہوں۔

”میرے گھر والوں کی زبان عرصہ سے اردو ہے اور میں نے بھی  
 اردو مضمون لیکے۔ اے کا امتحان پاس کیا ہے۔ اردو دیس کی ایک  
 بڑی پیاری اور میٹھی زبان ہے، بولنے میں مزے دار، سننے میں خوشگوار  
 اور سمجھنے میں آسان ہے۔ اس کی شاعری میں جو لطافت ہے وہ میں نے  
 کسی اور زبان میں نہیں پایا ہے۔ میرا خیال صرف زبانی یا جذباتی نہیں  
 بلکہ میرے دل کا صحیح ترجمان ہے۔ چنانچہ جب کبھی تنگ آگھتی ہے تو کچھ  
 شعر کہہ لیتا ہوں اور وہ سٹکوں کے اصرار پر مشاعروں میں پڑھ لیتا ہوں۔  
 راجیشور پرشاد گلوکار



## غزل

تم رنگ دیکھنا دل دیوانہ وار کا      بس منتظر ہوں آمد فصل بہار کا  
 مجھے سے نفس نصیب کو کیا کام اے ندیم      موسم خزاں کا ہو کہ زمانہ بہار کا  
 جلتے ہیں اور بجھتے ہیں امید کے دئے      یہ واقعہ ہے میری شب انتظار کا  
 عجلت یہ ہے کہ پشت ہو پر سوار ہے      کس کی تلاش میں ہے مسافر غبار کا  
 مجھ سے گدا کے واسطے دامن بچھا دیا      احسان ہے یہ سایہ دیوار پار کا  
 اس کے بدرجہا تھی غنیمت خزاں کی فصل      جیسا گزر رہا ہے نہ ملتا یہاں کا  
 گلو آرا کوئی لاکھ جفائیں کیا کرے      دامن چھپے نہ ہاتھ سے صبر قرار کا

## غزل

زمین بھی مجھ سے خفا ہے خوش آسماں بھی نہیں  
 مرے لئے تو کہیں گوشہ آماں بھی نہیں  
 خدا برا کرے وحشت کا دشت ہو کہ چمن  
 قرار دل کو یہاں بھی نہیں وہاں بھی نہیں  
 کچل دی اپنے جنس و قابرا نہ ہوا  
 اب اس جہاں میں کوئی اسکا قدرداں بھی نہیں  
 یہ کیا ہے پھر جو دورنگی نہیں زمانہ کی  
 کہ فصل گل بھی نہیں موسم خزاں بھی نہیں  
 اسی پہ کیوں ہے نظر برق کی خدا جانے  
 بہت بلند مری شاخ آشاں بھی نہیں  
 جنوں عشق میں سب کچھ بھلا دیا ناصح



بس انتہا ہے کہ یاد اپنی داستان بھی نہیں

رہِ خلوص سے باز آؤں کہوں میں گلو آرا

مجھے کچھ اس میں تو اندیشہ زیاں بھی نہیں

بخشیں نہ پھر ہم آپ کو شکوہ اگر کریں  
 ناصح تو ناشناس محبت ہی کچھ نہ پوچھ  
 الفت تو ایک جذبہ فطری کا نام ہے  
 منزل کی جستجو میں یہ جذبہ بھی ہو شریک  
 اس دور میں ہو کیا نگہ جو ہری کی قدر  
 سو تجریوں پہ بھی یہ سمجھ میں نہ آسکا  
 گلو آرا کچھ بُرا تو نہیں یہ ترا خیال  
 مجھے ہونا نہ وہاں و فعاں سے کام ابھی  
 زبانِ شوق نے گولا کھ اختصار کیا  
 اٹھا وہ ابرسیہ میکہ سے جا واعظ  
 مری حکایت دل سن کے وہ یہ کہتے ہیں  
 بس آج ہو گئے ہم نازِ حسن کے قایل  
 جو کرتا چاہتے ہو کل وہ آج ہی کر لو  
 بنانا دلش کو پھر راج گلو آرا  
 زائد نہیں کہ سچہ صدوانہ چاہئے  
 گل چاہئے نگہ کشن و ویرانہ چاہئے  
 سجدہ میں بے نیاز مرنے سنگِ تختہ سے

پہلا ہے یہ قصور بس اب رگزر کریں  
 کیونکر بیان لذتِ دردِ جگر کریں  
 پھر غیب کیا چھپائے رہیں شہر کریں  
 کانٹوں سے پاک صاف تر ہی رگزر کریں  
 طے جس میں کو قیمتِ لعل و گہر کریں  
 کیوں اعتبارِ وعدہ شام و سحر کریں  
 جو کام ہم کریں وہ سمجھ بوجھ کریں  
 زبانِ شوق نہ لے خوش دلی کا نام ابھی  
 مگر ادانہ ہوا حاصلِ کلام ابھی  
 کہ رند کرتے ہیں تیرا کچھ احترام ابھی  
 ہمیں تمہاری صداقت میں ہے کلام ابھی  
 کہ منتوں سے بھی نکالنے کوئی کام ابھی  
 ضرورت آج جو جس کی کر ڈھ کام ابھی  
 تم اپنے آموئے دل کو تو کر لو رام ابھی  
 ہوں رند محکو نعرہ مستانہ چاہئے  
 رندوں کو ایک محفلِ رندانہ چاہئے  
 بھکو تو روحِ کعبہ و تہانہ چاہئے



کیا لطف اگر یہاں بھی ہے رسم امتیاز  
دولت سمیٹ کر کوئی بنتا نہیں شریف  
ساقی بسوں پہ وادِ میخانہ چاہئے  
انساں کو رکھ رکھاؤ شریفانہ چاہئے  
دل تیرا انتظار سے بیگانہ چاہئے  
بازو میں طاقت پر پروانہ چاہئے  
کوئی جنوں نواز ہے کوئی خرد پسند  
گلو آرا تجھ کو ان سے الجھنا نہ چاہئے

(۱۲۱) رائے۔ رائے گوپال کرشن صاحب بی. اے رئیس عظیم آباد  
ساکن محلہ میتن گھاٹ۔ سنہ ولادت ۱۸۹۴ء ہے۔ راجہ خیالی رام  
کے ورثا میں ہیں۔ انگریزی میں فارغ التحصیل ہونے کے علاوہ فارسی اور  
اردو بھی بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ اردو شاعری کا شوق سن شعور سے  
ہے سیاسی اور سماجی تحریکوں سے بھی خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ ابتدا میں  
شاید کچھ کلام میر محمد باقر، باقر عظیم آبادی، تلمیذ حضرت وحید آبادی کو  
بھی دکھایا تھا لیکن شاعری میں باقاعدہ اصلاح سخن نہیں لی۔ ۱۹۵۷ء  
میں انہوں نے اپنا کلام کتاب کی صورت میں شائع کیا ہے جس کا نام مونس  
وختہ رائے گوپال کرشن ہے (MOMENTS WITH RAI)

GOPAL KRISHNA یہ کتاب انگریزی اور ہندی میں ہے۔  
ابتدا میں ان کی تصویر ہے۔ اس کے بعد انگریزی میں انتخاب، مقدمہ  
کتاب اور آزاد ہند کو تراجم حقیقت اور ہاتھ تانے کا مذہبی کی موت پر اظہار  
تاسف کے مضامین کے بعد دنیا کی بے ثباتی اور بے اعتباری کے متعلق میرٹس  
کے مرثیے کے کچھ بند اور اسی طرح دو سرے مشاہیر شعرا کے مختلف اشعار  
جن میں فارسی اشعار، سندھی شیرازی کے بھی ہیں ہندی یعنی دیوناگری



رسم الخط میں شایع کیا ہے اور ان کا انگریزی ترجمہ بھی درج کیا ہے۔ بعد میں خود اپنا اردو کلام بھی دیوناگری حروف میں درج کیا ہے اور آخر میں اپنے بعض خطوط جو انہوں نے سر اسٹافورڈ کرلس اور اردو کھرمور وغیرہ کو لکھے تھے اور ان میں ان انگریزوں کے انگریزی زبان غلط بولنے اور لکھنے پر اعتراض کئے تھے اور ان کے جوابات درج کئے ہیں اور ان کے علاوہ بعض خطوط اور بھی ہیں۔

بہر کیف بہار میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے فارسی اور اردو کلام کو دیوناگری میں شایع کیا ہے۔ یہ کس جذبہ کے تحت ہے راقم کو معلوم نہیں لیکن اس کتاب کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے انگریزی تراجم ان اردو بندشوں سے بہتر ہیں۔ مصنف نے بقول خود مشرقی خیالات کو سکھ رستہ کی صورت میں اہل مغرب کے سامنے پیش کیا ہے۔ لیکن اگر ساری کتاب انگریزی ہیں ہوتی تو اہل مغرب کے مطالعہ کے لئے مناسب ہوتی کیونکہ اہل مغرب ہندی رسم الخط سے کمتر واقف ہیں۔ ان کا کلام جو ہندی رسم الخط میں ہے بطور نمونہ اردو رسم الخط میں درج کیا جاتا ہے۔

صفحہ ۲۵ ایسا لڑائی

چکبست کے طرز پر

جھٹا باندھے ہوئے جہاز وطن جاتے ہیں      کچھ نئی شان سے جاں باز کن جاتے ہیں  
ہم نہ ماریں کبھی کر کے پر ن جاتے ہیں      بد لے تلوار کے وہ باندھے کفن جاتے ہیں

سامنے ان کے ظفر برہنہ پا پھرتی ہو

آہ مظلوموں میں بھی رائے عجب نکلتی ہو



انکی رگ رگ میں ہیں پلوں سبھا کے چلن رن کا میدان ہوا ان کے لئے ماں کا دامن  
عرصہ جنگ کی موت کو ہر اک شہید کا دل لہن لڑکے تلوار سے وصل ہوا تو جلوت ہر کفن

رن کے میدان سے پس پاہوں یہ ہر طور نہیں

مادر ہند کے بچے ہیں کوئی اور نہیں

ہاں دیران وطن دھاک بھا کر آنا طنطنہ دشمن خود میں کاٹا کر آنا

آپ سے بھی نہیں ڈرتے یہ جت کر آنا ندیاں خون کی تم اپنے بہا کر آنا

یہی گنگا ہے سیاہی کے نہانے کے لئے

نا و تلوار کی ہے پار لگانے کے لئے

جا بجا نصب بصد شان کے قومی علم اور حفاظت بھی کی ایسی کہ نہ بولے نہ خام

واہ شاہی کی تم نے نہیں تا آخر دم وار ان پر کیا گوتم پہ بولے جو رستم

ایک سے ایک میں بڑھ بڑھ کے یہاں مردوں

نام ہی قوم کا ان کی ہی بدولت روشن

اسی سن میں کہ جوانی کا ہوا ہی آغاز حل کیا تم نے تیاگ اور ایسا کارا ز

ظلم پر ظلم سے پر تمہیں آئے تم باز رہ گئے دنگ جنہیں ظلم و جبر پر بھانا ز

جیتا ہے اپنے لئے وہ بتر از مردہ ہے

مرثا اوروں کی خاطر وہی بس زندہ ہے

۱۹۳۴ء کا بھوکہ کمپ

جب کہزار نہ نہ صد سہی و چہارہ پر سہ علیہ وی کا پوچھا ہوا ہندو مت پر

دو شنبہ پندرہ جنوری کو وقت سہ پہر ہندو میں زلزلے کی ہوا قہر الیٹور

یوں بیتا تو اس میں ہر ہندوستان بھر لیکن بہادر ہو گیا مغضوب خاصا ہر



پینہ خدا گواہ کہ پینہ سمیں رہا  
 تربیت نوگیر میں تو ہوئے صاکھر کے گھر  
 ریلیں مٹک خراب ہوئیں بل بھی جا بجا  
 کیا لعلہا کے کھیت تہ آب ہو گئے  
 بجے، نثار جن پہ یوں درہائے آبدار  
 سن کر فسانہ رائے کا جس کا نہ دل کھٹے  
 اس قہر ایندوی کا ہوا اس یہ ہنر  
 ایسے مٹے کہ مٹ گیا ٹٹنے کا آگے ڈر  
 پانی کی کل بھی بجلی ٹیلیفون تار گھر  
 پھیلی تمام ریت ہوئے خشک چاہ تر  
 بن پانی مر گئے نہ ملا پانی بوند بھر  
 سینے میں اس کے دل نہیں ہر پارہ حجر

### غزل

مشاعرہ تاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۷۷ء بدولت کردہ بابو اما پتی سہا صاحب  
 مصرعہ طرح۔ چمن کے ذرہ ذرہ کو شہید جستجو کر دے  
 تری ہی ڈھونڈ ہو یار و جہاں میں ایسی خو کر دے  
 چمن کے ذرہ ذرہ کو شہید جستجو کر دے  
 زباں ایسی بنادے ایرا طرز گفتگو کر دے  
 کہ ہر فرد بشر اب ترک ذکر من و تو کر دے  
 اگر تو چاک داماں اس کی پامالی کے باعث ہے  
 تو لازم سوزن شرکاں سے ہے اس کا رنہ کر دے  
 میونسپل ایکٹ نو کو کارپوریشن ایکٹ یوں سمجھو  
 کہ اس کا بس ہی مطلب ہے بیش از بیش لو کر دے  
 اگر بیوی کی حاجت ہے فقط کھانا پکانے کو  
 تو بیوی کے عوض اللہ سب کو ایک کو کر دے  
 سیاسی زندگی میں گر تو خواہاں ترقی ہے



ہوا بہتی ہر جس جانب اسی جانب رو کرے

تمہیں چاہے تمہارے چاہنے والے کو بھی چاہے  
کہو کس طرح کوئی اپنے دل کو وں سے دو کرے

خدا محفوظ رکھے چتونوں سے ان حسینوں کی

عجب کیا جو نیا محشر نکا ۱۰ ماہ رو کر دے

ڈرا کرتے ہیں ہمیدہ تلون سے زمانے کے

کبھی عزت یہ بخشے اور کبھی بے آبرو کر دے

بہت ہشیار اس پیر فلک کی چال بازی سے

یہ وہ مودعا ہے جو بھائی کو بھائی کا عدد کر دے

کوئی بھی کار مشکل اس کی قدرت کے نہیں باہر

اس اک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ قطرہ کو وہ جو کر دے

بہ مئے سجادہ رنگیں کن چو این تو لیست حافظ را

چہ خوش بودے اگر تو از مئے گل گوں صنو کر دے

نہیں غایت سے بڑھ کر کوئی خوئے بد ہے انسان میں

شکایت جس سے ہوا ہے رائے اس کے رو برو کر دے

مشاعرہ تاریخ ۸ اگست ۱۹۷۹ء بمقام محمد ن اسکول

مصرعہ طرح - شوق فنون و جرات زندانہ چاہئے

ہم مئے گسار ہیں ہمیں میخانہ چاہئے

شوق فنون و جرات زندانہ چاہئے

اس کے لئے تو ہمت مردانہ چاہئے

کعبہ نہ چاہئے نہ صغیر خانہ چاہئے

بیگامی کے صرفہ ہوا اس لئے تو بس

تھیلے مصیبتیں نہ کھلی افسانیاں پہلا



فیشن کا ہوتا تھا ہر اک سے یہ آجکل  
دنیا کی کائنات سے ندوی کو کیا غرض  
دے دے زکات حسن کی لے بادشاہن  
کیا پوچھتے ہو آئے سے پوش و خرد کی بات  
نکستی کوٹ پیٹ و یکسا نہ چاہئے  
ان کو تو مے دینا و پیمانہ چاہئے  
آیا ہوں تیرے در پہ فقیرانہ چاہئے  
عاشق کو ہوتا تیرے تو دیوانہ چاہئے  
راشترتی را جندہ پر مشاد کے پر قی -

شوگما ہندو لے اور بہاری نکلیں مشاد  
انکو مر جیاد مر جیالا لکھوں مبارکباد  
کیا وہ دانت کھٹا دمن خود میں کاٹنے میں  
ہوئی دنیا کے کوئے کوئے میں شہر بلند کی  
وہ منتران نے بھونکا وہر میں پگ و انسا کا  
بہت ایشار کر کے ہے کیا امن و امان قائم  
چنے جاتے نہ کیوں یہ پرستید فاف اٹھ یادوار  
یہی انکی تمنا ہے یہی ہے مدعا ان کا  
قیم و بیوہ کتنے ان کے ہیں مرہون کش  
نہ کیوں کہ ہر کابلان کے ہمیتہ کامیابی ہو  
جو سمجھا فرض تھا اپنا اسے اس نے کیا پورا  
کہ بیٹھے تخت دہلی پر مہارے دے سر مشاد  
بٹا کر ہاتھ بھارت کو غلامی کیا آزاد  
کہ بھولے گی قیامت کبھی اسکو نہ اسکی یاد  
چشم بین کے جو زلزلہ میں ان نے کی امداد  
برز جائے جو سن لے نام بھی اس کا ستم ایجاد  
مٹا یا صفحہ ہستی سے نام جو را در بیداد  
کہ یہ ثابت ہے میں صوبہ اولی ہندی اولاد  
نہ رہنے پائے بھار میں کوئی بھی خستہ و ناشاد  
نہ جانے کتنی اجڑی بستیوں میں کد آباد  
کہ یا یا ان نے کاناہی جی کے ایسا با کمالی استاد  
ہنیں اس کے لئے ہے آئے ہرگز تو مستکار و داد

کشمیر کی جھلک

جو براج

یہ جو براجوں میں سرتاج ہے  
یہ بچنے ہوئے پریم کا تاج ہے  
یہ در دیانت جو جو براج ہے  
نہ ہو کر وراثت سے ہی وہ وٹ ہے



## بخشتی سیاست

نام وزیر اعلیٰ سری بخشتی غلام ہے رکھنا پر جا کو شاد ہی ان کام ہے  
 سستی ہے یاں پہ آئے امن امان ہے جب سے یہ آئے ایسا ہی یاں نظام ہے  
 اہل سری نگر

جو لوگ سری نگر کے ہر ایسے و خلیق ہیں مہمان نواز ہیں بسے لائق لائق ہیں  
 رکھتے ہیں وستی یہ ہر اک خاص عام سے ہیں پریم کی یہ مورتی غایت شفیق ہیں  
 کیسے کے کھیت و تیرتے کھیت

کھیت کیسے بیاں پر توشے دیدن میں لوگ کہتے ہیں کہ یہ باعث خندید ہیں  
 تیرتے کھیت بھی ہیں یاں پہ کئی پانی میں کہہ سکے جن کو نہ محو طرز دیر ہیں  
 ہاوس پوش

ڈول اک جھیل ہے جہاں چلنا مکان ہے ہے ڈھنگ نوکھاں کا نرا نشان ہے  
 راحت کے ان میں سا مان مہیا ہیں راکھ تعریف ہاؤس ٹس بیرون از بیان ہے  
 امیر اک دل

امیر اک دل ایک پل ہے یہاں ہے جھیل مندی اس کے نیچے رواں  
 گرد و دار اسکھوں کا اک پاس ہے اور بازار بھی ہے یہاں اک کلاں  
 چشمہ شاہی

چشمہ شاہی ہے نام اس کا ہضم کرنا ہے کام اس کا  
 بادہ ہو گر نہیں میسر پی لو بھر کر کے جام اس کا  
 نشاط باغ

نار سری نگر ہی باغ نشاط ہے دیتا یہ خاص و عام کو انبساط ہے



تشبیہوں جو ہر وں حورانِ خلد کی تو اس نے ہیں یہ ان کے لئے یہ بساط ہے  
سٹالی مار

نورِ جہاں کا باغ یہی شالی مار ہے تعمیر کی وجہ زن و شو کا پیار ہے  
بادِ صہوم کا نہیں ہوتا یہاں گذر فصلِ خزاں میں بھی یہاں لطفِ بہار ہے

### ہر وں جھیل

یاں پر اک جھیل کو موسوم بہ ہر وں دیکھا نیچے اک سوتا سا بہتا ہوا روشن دیکھا  
مثل آئینہ کے شفاف تھا اس کا پانی یا کہوں گویا کہ بہتا ہوا درپن دیکھا

### پہل گام

پہل گام سچ فخر کشمیر ہے پہاڑوں میں اے رآے یہ میر ہے  
لدار اک ندی بہتی ہے پیچھے روانی میں یہ مثل اک تیر ہے  
گلی مرگ

سنائے کہ گل مرگ ہے لا جواب مرے واسطے یہ رہا مثل خواب  
جو پائی خیر ڈاکے کی اپنے گھر بنا دیکھے لوٹا میں پٹنہ شباب  
(۱۲۲) رنگیں۔ تخلص اور منشی چھیدن لال نام محلہ مرار پور گیا  
میں رہتے تھے شمس العلماء نواب سید امداد امام اثر مرحوم نے اپنے  
منشی ملک عبدالکریم مرحوم کے بعد ان کو ملازم رکھا تھا۔ ذی علم  
خوشگوار صاحب ذوق سلیم تھے۔ نواب صاحب مرحوم کے ہاں روزانہ  
صبح کے آٹھ بجے حاضر ہو کر ضروری کاموں سے فارغ ہونے کے بعد سارا  
وقت کتبِ مینی اور شعر و شاعری میں گزارتے تھے یہ ۱۹۳۲ء کی بات  
ہے اس زمانہ کی شاعری کی ابتدا تھی۔ اردو کے علاوہ فارسی کی سنت اور



بھی بہت تھی۔ سکندر نامہ، قصاید غرانی، دیوان حافظ، انشائے طاہر  
وحید اور دفتر ابوالفضل وغیرہ وغیرہ منتہی کتب بالاستیعاب پڑھی تھیں۔  
بابو اودھ کشور کشتہ گیا وہی سے مشورہ سخن کرتے تھے نسباً کا بستہ  
تھے۔ سنانوے اور پست قامت آدمی تھے۔ راقم کو ان کے حالات  
مخلص مہربان سید عابد امام زیدی خلیف شمس العلماء نواب سید امداد امام  
اکبر حرم سے ملے جس کے لئے راقم ان کا بے حد ممنون ہے اور انہیں  
تے رنگیں کے تین شعر بھی لکھ کر دئے جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں  
یہ اشعار خود بتاتے ہیں کہ کس قدر قابل داد ہیں۔

جو ہیں اچھی صورت پہ مر جانو آوے وہ ہیں نام دنیا میں کر جانے والے  
میں نے قسمت کی جو شکایت کی اس میں شکوہ تو آپ کا نہ ہوا  
یوں قیامت تک ہے دنیا سلا نچلو کیا میری دنیا ساتھ ہی میرے فنا ہو جائیگی  
(۱۲۲) سنکی۔ بابو بیچنا تھ سہائے ولد منشی در کا سہائے قوم کا تھ  
ساکن موضع خواص پور ضلع گیا پستہ زمینداری و مختار کاری سنی  
ولادت تخمیناً ۱۸۹۲ء۔ اردو کے علاوہ انگریزی بھی بخوبی جانتے  
تھے خلش گپادی کے تلامذہ میں تھے نمونہ کلام یہ ہے۔

بدی کرتے ہیں کیوں اہل جہاں نیکی کے بدلے میں  
سبب اس کا یہ ہے شاید زمانہ اب خراب ہے یا

(۱۲۳) بشر۔ مخلص اور بی ڈی مہتا نام۔ زیادہ حال معلوم  
نہو سکا۔ واثق دیوری نے رسالہ خیابان میں ان کا یہ شعر شائع کیا تھا۔  
نہ چلتی شاخ گل تو آشیانہ اور بن جاتا پھرایا گردن گردوں نے سخن گلستاں ہم سے



(۱۲۳) بہار۔ بابو شیوناکھ پر شاد ساکن گیا۔ بابو اودھ کشور  
کشتہ کے دوستوں میں کہتے اور انہیں کے فیض صحبت سے شاعری  
کی مشق شروع کی تھی بعد میں سیاسی تحریک سے دلچسپی لینے لگے  
اور شعر گوئی ترک کر دی۔ ان کا ایک شعر یہ ہے۔

رہے گا ہمدموں جب تک ہمارے دم میں دم باقی  
نہیں چھوڑے گا اکدم دامن ہندوستان ہم سے

(۱۲۵) بہار۔ اکھوری شیونندن پر شاد قوم کا بیٹھ۔ اردو  
فصلع گیا کے اسکول میں پڑھا سڑھتے۔ خود کو فصیح الملک داغ دہلوی  
کا شاگرد کہتے تھے۔ بذریعہ مراسلت غزل پر اصلاح لی تھی۔ ان کا  
ایک شعر یہ ہے۔

فائدہ خاک جمع زر میں نہیں کچھ نہیں خیر اگر بشر میں نہیں  
(۱۲۶) پیر۔ پنڈت مہا بیر۔ بٹیار چپارن) ہائی اسکول میں قوی  
تھے اردو اور انگریزی بخوبی جانتے تھے۔ اکثر اردو میں شعر کہتے  
تھے۔ ایک شعر یہ ہے۔

دیتی ہے مجھ کو قدرت صانع کا وہ پتا جو شے بنائی ہے مرے پروردگار نے  
(۱۲۷) غنیمت۔ بابو اودھیا پر شاد بی۔ اے قوم کا بیٹھ۔  
فصلع گیا کے کسی دیہات کے باشندہ تھے۔ شاعری میں مید علی خاں  
بیاب غظیم آبادی تلمیذ شاد سے اصلاح لینے تھے۔ آریا سماج آشرم  
میں ملازمت کر لی تھی ان کا ایک شعر یہ ہے۔

پوستان میں پھاڑ ڈالا گل نے اپنا پیر ہن سیر کو نکلا جو وہ گلوں قبایر سات میں



(۱۲۸) پروفیسر شیا م ٹرائن لال۔ راقم اس فخر بہار شاعر و ادیب کو یو۔ پی کا باشندہ جانتا تھا لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کا آبائی وطن بکسر (صوبہ بہار) ہے۔ غلط فہمی کا سبب یہ تھا کہ ان کے والد غنشی رام چتر لال اور ان کے بھائی جو بلیا اور اعظم گڑھ میں پیشکار اور سرکاری ملازم تھے وہیں قیام پزیر تھے۔ راقم کے مخلص کرم فرما ڈاکٹر سید احمد حسن پروفیسر ٹی۔ ان۔ بی کالج بھاگلپور نے یہ امر پروفیسر شیا م ٹرائن لال آنجھانی کے صاحبزادوں یعنی بابو کرشن چندر لکچرر انگریزی مارواڑی کالج بھاگلپور اور بابو ہریش چند لکچرر معاشیات مونگیر کالج سے تحقیق کر کے راقم کو اطلاع دی۔ ذیل میں جو حالات اور کلام درج کئے جاتے ہیں وہ بھی پروفیسر شیا م ٹرائن لال آنجھانی کے صاحبزادوں سے حاصل کئے گئے ہیں ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ متقدمین شعرا کی طرح انہوں نے کوئی تخلص اختیار نہیں کیا تھا۔

پروفیسر شیا م ٹرائن لال ۲۳ جولائی ۱۸۹۱ء کو پیدا ہوئے۔ ۱۹۰۳ء میں بلیا اسکول سے بڈل کا امتحان اس اختیار سے پاس کیا کہ پورے صوبہ میں اول آئے اور حکومت کی طرف سے مزید تعلیم کے لئے پانچ سال تک وظیفہ ملتا رہا۔ ام۔ اے پاس کرنے سے پہلے وہ کالیستھ پالستانہ الہ آباد میں انگریزی کے استاد مقرر ہوئے اور پھر اگرہ کالج میں انگریزی کے لکچرر مقرر ہوئے۔ بنارس ہندو یونیورسٹی قائم ہونے پر اس یونیورسٹی میں انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور بائیس برس تک اس کے والیہ رہ کر انتقال کیا۔



شعر و ادب کا ذوق فطری تھا اور حافظ بھی بہت قوی تھا۔ قرآن مجید کی اکثر آیتیں، عمر خیام کی رباعیاں، غالب مومن اور ذوق کے اشعار کثرت سے یاد تھے جنہیں وہ اکثر گفتگو میں بر محل استعمال کرتے تھے بارہ برس کی عمر میں وہ اقبال کے کلام سے متعارف ہوئے اور اقبال کی نظموں میں وطن پرستی کے جذبات سے ہمیشہ متاثر رہے۔ پروفیسر لال پھول پچھات اور مذہبی تنگ نظری کے سخت مخالف تھے۔ ابتدا میں بنارس یونیورسٹی میں اردو فارسی اور عربی کا شعبہ جداگانہ نہ تھا اسلئے ان کو دیہات کی تعلیم بھی انہیں کے سپرد تھی اور کئی سال تک وہ ان ادبیات کی بورڈ آف اسٹڈیز کے صدر رہے اور انگریزی شعبہ کی مصروفیت کے ساتھ ان شعبوں کے کام بھی پوری دلچسپی کے ساتھ انجام دیتے رہے پتھوڑا نگر اور غالب پر ان کی تنقیدی تصنیفیں انگریزی اور اردو میں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ طبیعت بہت سحر و پائی تھی۔ اکثر اجتماعات طلباء کی امداد کیا کرتے۔ ان کی عمر کے چونتیسویں سال ان کی رفیقہ حیات نے انتقال کیا۔ اس حادثہ سے وہ بارہ برس تک بے حد متاثر رہے اور ۱۹۳۸ء میں ۲۰ فروری کو رحلت کی۔ ان کی موت پر پٹنہ میں مولوی نے ان کے صاحبزادے کو تعزیت کا تار دیا اور یونیورسٹی کے پروفیسر چاندر راجا جو الہ پرشاد کو ان کے پس ماندگان کی اعانت کا حکم دیا۔

اب راقم ان کے وہ اشعار نقل کرتا ہے جو ڈاکٹر سید احمد حسن صاحب پروفیسر نے پروفیسر لال کے صاحبزادے سے دستیاب کر کے پروفیسر



لال کی تصویر کے ساتھ اس تذکرہ کے لئے بھیجے ہیں۔ ان اشعار کی نسبت  
راقم کو کچھ لکھنے کی حاجت نہیں اسلئے کہ یہ اشعار خود شاعر کی شاعرانہ  
عظمت کو نمایاں کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ بعض وجوہ سے تصویر اس تذکرہ  
میں شامل نہ ہو سکی۔

آج خود آگئے منانے کو	زندگی مل گئی فسانے کو
کارہا ہوں میں غم چھپانے کو	کون سمجھے مرے توانے کو
شاخ گل ہے نہ آشیانہ ہے	پھر بھی کہتے ہو مسکرانے کو
پھونک کر آشیاں بھی دیکھ لیا	کچھ سکون مل گیا زمانے کو
درد کیوں آج مضمحل سا ہے	کیا تیا مل گیا زمانے کو
مضمحل غزم سے سمجھ لینا	بات کیا رہ گئی بنانے کو
عمر رفتہ نے محکو سمجھا دیا	زندگی پائی ہے گنوانے کو
سنہالے لاکھ ہم سینے میں دل کو	مگر دل پھر بھی بھر آئے تو کیا ہو
وہ سمجھاتے ہیں دیوانے کو لیکن	جو دیوانہ بچل جائے تو کیا ہو
چھپانے کو چھپالوں اپنے آنسو	انہیں کی آنکھ بھر آئے تو کیا ہو
یہ چپکے چپکے تنہائی میں رونا	کوئی ایسے میں آجائے تو کیا ہو
متاع زلیست اپنا غم ہے لیکن	جو یہ دولت بھی چھن جائے تو کیا ہو
نظر اٹھی ہے میخانہ لئے پھر	جو پیما نہ چھٹاک جائے تو کیا ہو
بہاروں میں مری صحرانوردی	طبیعت خود بہل جائے تو کیا ہو
سنانے کو سنا دوں قصہ غم	نہ ان کو گریقیں آئے تو کیا ہو
شب فرقت ہے اور ان کا تصور	سحر چپکے سے آجائے تو کیا ہو



اماند کر کچھ آنسو تو آنکھوں میں آئے  
 مرے آنسوؤں کو علاقہ ہے غم سے  
 کسی کو مصیبت میں روتے جو دیکھا  
 مرا غم مرے واسطے زینتِ دل  
 یہ کیسے بتائیں یہ کیونکر بتائیں  
 وہ دقتِ وداع اسکی آنکھوں میں آنسو  
 یہاں تک تو پہونچی ترپ زندگی کی  
 میں وہ نامراد محبت ہوں بہم  
 مری زندگی بن گئی اک ممتا  
 جسے زندگی میں ہو غم کا سہارا  
 آگاہ۔ تخلص اور بابو اما پتی سہائے نام ساکن محلہ پان دریمہ پٹنہ۔  
 شہر کے رؤسا میں ہیں۔ ان کے خود نوشتہ حالات تذکرہ یارانِ میکہ  
 میں موجود ہیں اسلئے راقم نے کچھ لکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ اس جگہ  
 اسی کی نقل مندرج کی جاتی ہے۔

”مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جسے ایک گہری نیند سے چونکا ہوں نیند  
 کا زمانہ وہ تھا جو گزر گیا اور چونکے کا وہ ہے جو رفتہ رفتہ اس کو کھائے  
 جا رہا ہے۔ منظر یہ رفتہ رفتہ تاریکی چھائے جا رہی ہے مائوس نظائے گم  
 ہوتے جا رہے ہیں پروانے اشارتے جاتے ہیں خوشی باشتی اگر معدوم نہیں  
 تو اتنی کمیاب ضرور ہو گئی ہے کہ بغیر دل کی کیا اپنوں کی آرام کی زندگی محسوس ہو گئی  
 ہے مجھے یہ شکایت نہیں کہ مجھے کیوں اب وہ لطف میسر نہیں جو پہلے تھا اگر



